بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پھر ہم نے اس کتاب کا وارث انہیں بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا ہے۔(سورۂ فاطر: آیہ ۳۲)

قرآن مجید

از نگاہ

نہج البلاغہ

تدوین وتشریح

عابد حسین

مقبول حسین علوی

مرکزِ افکار اسلامی

کتاب سے استفادے کی عام اجازت ہے

نامِ کتاب: قرآن مجید از نگاہِ نہج البلاغہ

تدوین و تشریح: عابد حسین، مقبول حسین علوی

اشاعتِ اول: شعبان المعظم، ۱۴۴۳ھ (مارچ، 2022ء)

ناشر: مرکزِ افکارِ اسلامی

کتاب ملنے کا پتہ: جامعہ جعفریہ، جنڈ، ضلع اٹک

ویب سائٹ: www.afkareislami.com

ای میل: afkareislami@yahoo.com

واٹس ایپ: +923025230406

فہرست کتاب

مقدمہ ---------- 9

مبحث اول: تعارف وفضائل قرآنِ مجید

قرآن تائید پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ---------- 16
قرآن کا ظاہر و باطن اور اس کے عجائب ولطائف ---------- 17
قرآن بطور گواہ ---------- 18
قرآن میں دین کامل ---------- 19
قرآن منبع اوصافِ الٰہی ---------- 21
کتاب ناطق اور دائمی عزت ---------- 23
کتابِ بصیرت اور تفسیر قرآن کا ماخذ ---------- 24
قرآن واضح اور محکم کتاب ہے ---------- 25
قرآن مجید میں اللہ عزوجل کی تجلی ---------- 27
قرآن اللہ کے اٹل اصول بیان کرنے والی کتاب ---------- 28
تمسک بالقرآن ذریعہ نجات ---------- 29
قرآن روشن اور واضح نور ہے ---------- 31
قرآن مکمل سیرابی کا ذریعہ ---------- 31
قرآن دائمی فلاح کا ذریعہ ---------- 32
قرآن نور اور مصدق ---------- 32
قرآن اولین وآخرین کے علوم کا سرچشمہ ---------- 33
قرآن دوا ہے ---------- 34
قرآن ماخذ قانون ---------- 34
قرآن کتابِ ہدایت ---------- 34
خیر وشر کو کھول کر بیان کرنے والی کتاب ---------- 35

قرآن کتابِ ناطق اور مکمل دستور العمل ---------- 36
قرآن مخلص رہنما، حق کا ہادی اور صادق ---------- 36
قرآن کی ہم نشینی، دائمی کامیابی ---------- 37
قرآن جامع ضابطۂ حیات ---------- 37
بیماریوں سے شفاء اور مصیبتوں میں ناصر و مددگار ---------- 38
قرآن شفاعت کا ذریعہ ---------- 40
قرآن زادِ آخرت ---------- 41
قرآن بے مثال نصیحت ---------- 41
قرآن حجتِ خدا ---------- 43
قرآن کے ۴۲ فضائل ---------- 44
قرآن سرچشمہ علوم ---------- 51

مبحث دوم: قرآن اور اہل بیت علیہم السلام

اہل بیت علیہم السلام علم الٰہی کے مخزن ہیں ---------- 55
قرآن و عترتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ---------- 55
حدیث ثقلین ---------- 57
کردار امیر المومنین علیہ السلام اور قرآن مجید ---------- 58
ترجمانِ قرآن ---------- 59
اہل بیت علیہم السلام ہی راسخون فی العلم ہیں ---------- 60
اہل بیت علیہم السلام علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں ---------- 61
قرآن اور آل محمد علیہم السلام ---------- 63
حضرت علی علیہ السلام ترجمان قرآن ---------- 64
حضرت علی علیہ السلام معلّمِ قرآن ---------- 64
حضرت علی علیہ السلام اور نورِ وحی ---------- 65
حضرت علی علیہ السلام اور تمسک قرآن ---------- 67

حضرت امام مہدی علیہ السلام اور احیاء قرآن وسنت ---------- 67
حکومتِ حضرت علی علیہ السلام کا معیار قرآن تھا ---------- 68
قرآن اور فضائل اہل بیتؑ ---------- 68
قرآن اور اہل بیتؑ کا باہمی تعلق ---------- 70

مبحث سوم: قرآن اور مومنین

عالم باعمل ---------- 72
قرآن اور شیعان علی علیہ السلام ---------- 74
قرآن کے قاری ---------- 75
صادقین وابرار ---------- 76
قرآن اور متقین ---------- 77
قرآن اور زاہدین ---------- 79
قرآن اور اولیاء اللہ ---------- 81
آداب تلاوت قرآن مجید ---------- 83

مبحث چہارم: قرآن اور اہل دنیا

مبغوض اور بدترین خلائق ---------- 86
عالم بے عمل ---------- 88
قرآن اور آخری زمانے کے لوگ ---------- 89
قرآن اور وارثانِ قرآن کی غربت ---------- 90
لوگ قرآن کے پیشوا بن بیٹھیں گے ---------- 91
قرآن کے صرف نقوش ---------- 93

مبحث پنجم: قرآن کے متعلق احکام ونصائح

احکامِ قرآن کی حفاظت کرو ---------- 96
قرآن اور اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کرو ---------- 96
صفات خداوندی کی معرفت قرآن سے حاصل کرو ---------- 97

قرآن سیکھو کیوں کہ وہ شفاء و ہدایت کا ذریعہ ہے ---------- 98
کتاب خدا پر عمل کرو ---------- 99
اپنے مسائل کا حل قرآن سے پوچھو ---------- 99
قرآن کو ہادی بناؤ ---------- 100
قرآنی احکامات کی حفاظت کرو ---------- 100
قرآن کے وسیلہ سے شفا اور مدد مانگو ---------- 101
قرآن کو اللہ سے مانگنے کا وسیلہ بناؤ ---------- 101
قرآن کو لوگوں سے مانگنے کا ذریعہ نہ بناؤ ---------- 102
قرآن کے پیرو بنو، پیشوا نہ بنو ---------- 102
قرآن پر عمل کرنے میں غیر تم پر سبقت نہ لے جائیں ---------- 103
احکام قرآن کی اتباع کرو ---------- 104
مشکلات میں قرآن کی طرف رجوع کرو ---------- 105
قرآنی فرائض و احکام کی پیروی کرو ---------- 106
قرآن سے متمسک ہو کر پند و نصیحت حاصل کرو ---------- 106
حدیث کے بغیر صرف قرآن کی رو سے بحث مت کرنا ---------- 108
آیات کا مذاق نہ اڑاؤ ---------- 110
اپنی اولادوں کو قرآن کی تعلیم دو ---------- 110

مبحث ششم: حکمیت قرآن اور نہج البلاغہ

فتنہ و فساد کے اسباب و عوامل ---------- 112
قرآن میزانِ عمل ---------- 113
قرآن کو حاکم بناؤ ---------- 114
قرآن اور حقِ اہل بیتؑ ---------- 114
اتباعِ قرآن لازم ہے ---------- 117
قرآن سے تجاوز گمراہی کا سبب ---------- 119

قرآن کا حکم ---------- 121
قرآن کی غلط تأویل قابل مذمت عمل ---------- 121
قرآن سے فیصلہ ---------- 122
قرآن پر ثابت قدمی ---------- 123

مبحث ہفتم: تعلیم و تدریسِ قرآن

قرآن کی تعلیم حاصل کرو ---------- 126
اولاد کے لئے تعلیم قرآن کا بندوبست کرنے کی اہمیت ---------- 127
اولاد کو قرآن مجید کی تعلیم دو ---------- 128

مبحث ہشتم: قرآن اور نہج البلاغہ، سیرتِ واحدہ

قرآن مجید اور نہج البلاغہ سیرت واحدہ، تشکیک کے لحاظ سے ---------- 130
وحدت موضوعات کے لحاظ سے ---------- 131
استفادہ عمومی کے لحاظ سے ---------- 131
کشف اسرار و رموز ---------- 131

مبحث نہم: تفسیرِ قرآن اور نہج البلاغہ

(۱) علوم القرآن ---------- 137
آغاز نزول وحی ---------- 137
قرآن اور احکام شرعیہ ---------- 138
کتاب، حجتِ خدا ---------- 139
فریضہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ---------- 140
قرآن مجید کے احکام ---------- 141
(۲) تفسیر القرآن ---------- 146
سورۂ فصلت کی آیت نمبر ۳۰ کی تفسیر ---------- 146
﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾: کی تفسیر ---------- 147

انصراف لفظی کا بیان ---------- 148
﴿فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ﴾: کی تفسیر ---------- 149
﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ کی تفسیر ---------- 150
﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ﴾ کی تفسیر ---------- 160
﴿يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ﴾ کی تفسیر ---------- 171
﴿سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ﴾ کی تفسیر ---------- 171
"عاکف" اور "باد" کے مفہوم کا بیان ---------- 171
﴿اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ کی تفسیر ---------- 172
﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾ کی تفسیر ---------- 174
﴿فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾ کی تفسیر ---------- 175
﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ﴾ کی تفسیر ---------- 175
﴿وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ۔۔۔﴾ کی تفسیر ---------- 176
زُہد کی تفسیر اور لفظ کی حد دلالت کا بیان ---------- 178
﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ کی تفسیر ---------- 178
"لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کی تفسیر ---------- 179
فہرست آیات ---------- 181

☆☆☆☆☆

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ ن الۡمُصۡطَفٰی وَ آلِہِ الطَّاھِرِیۡنَ۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے انسان کو خلق فرمایا اور قرآن مجید کی صورت میں اُسے زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھایا۔ بارہا قرآن کی خود تعریف کی۔ کبھی

﴿ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۛ فِیۡہِ ۚۛ ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ﴾۔

یہ کتاب، جس میں کوئی شبہ نہیں، ہدایت ہے تقویٰ والوں کے لیے۔ [1]

فرما کر اُسے لاریب و ہادی کہا۔ تو کبھی

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾۔

"اس ذکر کو یقیناً ہم ہی نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔ [2]

کہہ کر اُس کی خود حفاظت کا اعلان کیا۔ کبھی

﴿وَ لَا رَطۡبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ﴾۔

"کوئی خشک و تر ایسا نہیں ہے جو کتاب مبین میں موجود نہ ہو"۔ [3]

کہہ کر قرآن کے علمی اعتبار کو بیان فرمایا۔ انسان کی سعادت بھری زندگی گزارنے کا ہر اصول اس میں بیان فرمایا اور جہاں وضاحت و تفسیر کی یا نمونہ و مثال کی ضرورت تھی تو اس کتاب

---

[1] سورۂ بقرہ: آیہ ۲۔

[2] سورۂ حجر: آیہ ۹۔

[3] سورۂ انعام: آیہ ۵۹۔

کے معلّم خود انتخاب فرمائے اور ارشاد فرمایا:

﴿ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡکِتٰبَ الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا﴾۔
"پھر ہم نے اس کتاب کا وارث انہیں بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا ہے"۔[1]

ساتھ ہی حکم دیا:

﴿فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾۔
"اگر تم لوگ نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لو"۔[2]

یہ بھی واضح فرما دیا کہ

﴿وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ﴾۔
"اس کی (حقیقی) تاویل تو صرف خدا اور علم میں راسخ مقام رکھنے والے ہی جانتے ہیں"۔[3]

اہل ذکر، وارثان قرآن اور راسخون فی العلم میں سب سے پہلی ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ آپؐ نے اپنے بعد جن اوصیاء کا قرآن کے مفسر و معلّم کے طور پر تعارف کرایا اُن میں سے سرفہرست امیر المومنین علی علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔ آپؑ ہی کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ"۔
"علی علیہ السلام قرآن کے ساتھ اور قرآن، علی علیہ السلام کے ساتھ ہے"۔[4]

"اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا"۔

---

[1] سورۂ فاطر: آیہ ۳۲۔
[2] سورۂ نحل: آیہ ۴۳۔
[3] سورۂ آل عمران: آیہ ۷۔
[4] مستدرک حاکم نیشاپوری، ج ۳، ص ۱۲۹۔

”میں شہرِ علم ہوں اور علی علیہ السلام اُس کا دروازہ ہیں“۔

باب العلم علی بن ابی طالب علیہما السلام کے کلام کے مجموعہ کا نام نہج البلاغہ ہے، نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام خود کو اور اہل بیت علیہم السلام کو قرآن ہی نہیں بلکہ تمام آسمانی کتابوں کی حفاظت کا ذریعہ شمار کرتے ہیں۔ارشاد فرمایا:

{هُمْ مَوْضِعُ سِرِّهِ، وَ لَجَأُ أَمْرِهِ، وَ عَيْبَةُ عِلْمِهِ، وَ مَوْئِلُ حِكَمِهِ، وَ كُهُوفُ كُتُبِهِ، وَ جِبَالُ دِيْنِهِ۔}۔

وہ سرِ خدا کے امین اور اس کے دین کی پناہ گاہ ہیں، علمِ الٰہی کے مخزن اور حکمتوں کے مرجع ہیں، کتب (آسمانی) کی گھاٹیاں اور دین کے پہاڑ ہیں۔[1]

امام علیہ السلام نے خود کو راسخون فی العلم کہا:

{أَيْنَ الَّذِيْنَ زَعَمُوْا أَنَّهُمُ ﴿الرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ﴾ دُوْنَنَا}۔

کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو جھوٹ بولتے ہوئے اور ہم پر ستم روا رکھتے ہوئے یہ ادّعا کرتے ہیں کہ وہ راسخون فی العلم ہیں نہ ہم؟۔[2]

ایک مقام پر امام علیہ السلام نے قرآن مجید سے اپنے تعلق کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

{وَ إِنَّ الْكِتَابَ لَمَعِي، مَا فَارَقْتُهُ مُذْ صَحِبْتُهُ}

اور کتاب خدا میرے ساتھ ہے اور جب سے میرا اس کا ساتھ ہوا ہے میں اس سے الگ نہیں ہوا۔[3]

قرآن مجید اور امیر المومنین علیہ السلام کا تعلق ایک وسیع موضوع ہے جسے مرکز افکار اسلامی کی شائع کردہ کتاب ”نہج البلاغہ اور معرفت امام علی علیہ السلام“ میں پڑھا جا سکتا ہے۔ یہاں فقط دو علماء کے

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۲، ص ۱۰۷]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۴۲، ص ۴۰۹]

[3] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۲۰، ص ۳۶۶]

اقوال نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱) "قَالَ الْمُنَاوِیْ فِیْ فَیْضِ الْقَدِیْرِ فِی الشَّرْحِ مَا هٰذَا لَفْظُهٗ: قَدْ عَلِمَ الْاَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ اَنَّ فَهْمَ كِتَابِ اللّٰهِ مُنْحَصِرٌ اِلٰى عِلْمِ عَلِيٍّ علیہ السلام وَ مَنْ جَهِلَ ذٰلِكَ فَقَدْ ضَلَّ عَنِ الْبَابِ الَّذِیْ مِنْ وَرَائِهٖ يَرْفَعُ اللّٰهُ عَنِ الْحِجَابِ، حَتّٰى يَتَحَقَّقَ الْيَقِيْنُ الَّذِیْ لَا يَتَغَيَّرُ بِكَشْفِ الْغِطَاءِ"۔

"المناوی نے شرح فیض القدیر میں لکھا ہے۔ اُس کے الفاظ ہیں: و متقدمین و متأخرین جانتے ہیں کہ اللہ کی کتاب کو سمجھنا علی علیہ السلام کے علم پر منحصر ہے اور جو اس حقیقت سے آگاہ نہیں وہ اس دروازے سے بھٹک گیا ہے جس دروازے کے پیچھے اللہ دلوں کے حجاب اُٹھاتا ہے اور یقین کی وہ منزل حاصل ہو جاتی ہے جو پردے اُٹھا لینے سے متغیر نہیں ہوتی"۔ [۱]

(۲) الاتقان فی علوم القرآن میں جلال الدین السیوطی نے ایک باب قائم کیا ہے "النوع الثمانون فی طبقات المفسرین"۔ وہاں لکھتے ہیں کہ دس افراد تفسیر میں مشہور ہیں اُن میں سے پہلے چار خلفاء اور پھر باقی چھ نام لکھے۔ نام لکھنے کے بعد لکھا:

"اَمَّا الْخُلَفَاءُ فَاَكْثَرُ مَنْ رَوٰى عَنْهُ مِنْهُمْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ علیہ السلام"۔

"خلفاء میں سے جس سے زیادہ تفسیر نقل ہوئی ہے وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں"۔

یہیں پھر سیوطی نے لکھا ہے۔

---

[۱] علی مع القرآن، ج ۲، ص ۵۱۔ فیض القدیر ج ۳، ص ۶۱۔

"وَقَدْ رَوٰی مُعَمَّرٌ عَنْ وَهْبِ بْنِ عَبْدُاللّٰهِ عَنْ اَبِی الطُّفَيْلِ قَالَ شَهِدْتُ عَلِيًّا يَخْطَبُ وَهُوَ يَقُوْلُ: سَلُوْنِيْ فَوَ اللّٰهِ لَا تَسْأَلُوْنَ عَنْ شَيْئٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ وَ سَلُوْنِيْ عَنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ مَامِنْ آيَةٍ اِلَّاوَ اَنَا اَعْلَمُ اَبِلَيْلٍ نَزَلَتْ اَمْ بِنَهَارٍ اَمْ فِيْ سَهْلٍ اَمْ فِيْ جَبَلٍ"۔

"معمر نے وھب بن عبداللہ سے اُس نے ابی الطفیل سے نقل کیا ہے کہ اُس نے کہا میں نے علی علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے دیکھا اور وہ کہہ رہے تھے۔ مجھ سے پوچھو خُدا کی قسم آپ کسی چیز کے بارے میں بھی پوچھیں گے تو میں تمہیں بتاؤں گا۔ مجھ سے اللہ کی کتاب کے بارے میں پوچھو۔ خُدا کی قسم کوئی ایسی آیت نہیں مگر میں جانتا ہُوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو، وہ صحرا میں نازل ہوئی یا پہاڑ میں"۔ [1]

ابوالحسن علی بن احمد الحرّ انی الاندلسی متوفی ۶۳۸ھ نے تفسیر القرآن پر کافی لکھا ہے۔ یہ عبارت اُن کی مشہور کتاب "مفتاح الباب المفضل لفهم القرآن المنزل ص۲۶" پر موجود ہے۔ یہ عبارت محمد عبدالرؤف المناوی متوفی ۱۰۳۱ھ نے سیوطی کی کتاب الجامع الصغیر کی شرح بنام فیض القدیر میں حدیث نمبر ۲۷۰۵، "اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَالْيَأْتِ الْبَابَ" کی شرح میں لکھی ہے۔ بعض نے غزالی سے بھی یہی قول نقل کیا ہے۔

قرآن مجید کی تعلیمات کو اگر سمجھنا ہے اور اہمیت کو جاننا ہے تو امام علیہ السلام سے بہتر کوئی ذات نہیں۔ اس کتاب میں امام علیہ السلام کے کلام نہج البلاغہ سے قرآن مجید سے متعلق آپ کے فرامین جمع کیے گئے ہیں۔ مفاہیم کو موضوعاتی لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے۔ تحریر کو مختصر رکھنے کے لئے تفصیلی شرح نہیں لکھی گئی۔ زیادہ استفادہ شرح نہج البلاغہ "پیام امام" آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی، "فی ظلال نهج البلاغة"، شیخ جواد مغنیہ، "ترجمہ نہج البلاغہ" قبلہ ذیشان حیدر جوادی صاحب سے

[1] الاتقان فی علوم القرآن، ج۲، ص۱۸۷۔

کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے مذکورہ شرح اور ”منہاج البراعۃ“ علّامہ مرزا حبیب اللہ خوئی اور شرح ابن ابی الحدید کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

کتاب کے آخر میں نہج البلاغہ کے متن میں ذکر ہونے والی آیات کی فہرست پیش کی گئی ہے۔ آیت کا حوالہ اور نہج البلاغہ میں جہاں آیت آئی ہے اُس کا حوالہ بھی درج کر دیا گیا ہے۔ مرکز افکار اسلامی کی شائع شدہ نہج البلاغہ میں جہاں آیات ذکر ہوئی ہیں اُنہیں آیت کی علامت ﴿﴾ کے اندر لکھا گیا ہے تا کہ کلامِ الٰہی کلامِ علی علیہ السلام کے ضمن میں واضح نظر آئے۔ علّامہ مفتی جعفر حسینؒ نے حاشیہ میں جو آیات درج کی ہیں وہ اس فہرست میں شامل نہیں کی گئیں اور اُن کا حوالہ اُسی حاشیہ کے تحت لکھ دیا گیا ہے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ ہم سب کو کلامِ الٰہی سے اُنس و محبت عطا فرمائے۔ قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کی سعادت نصیب فرمائے۔ قرآن کریم کے ان حقیقی معلّمین کے کلام کو بالخصوص نہج البلاغہ کو بطور تفسیر قرآن سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

عابد حسین

مقبول حسین علوی

مرکز افکارِ اسلامی

☆☆☆☆☆

مبحث اول:

تعارف وفضائلِ قرآنِ مجید

تعارف وفضائل قرآنِ مجید

نہج البلاغہ میں قرآنِ مجید کے فضائل اوراس کی قدرومعرفت کے بارے میں انمول خزانے موجود ہیں حتی کہ فقط خطبہ نمبر ۱۹۶ میں امیر المومنین علیہ السلام قرآنِ مجید کے بیالیس (۴۲) فضائل بیان فرمائے ہیں۔امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے خطبات،مکتوبات اورنصائح میں قرآنِ مجید کومختلف الفاظ وعبارات کے ساتھ تعبیر فرما کے ذکر کیا ہے تا کہ اس کتابِ ہدایت کے ہر پہلواور گراں قدر مفاہیم کو بیان کیا جائے۔ان میں سے اکثر تعبیرات واوصاف خود آیاتِ قرآنی سے ماخوذ ہیں۔ ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں: نور، مصباح، منہاج، سراج، شعاع، محدث، برہان، فرقان، تبیان، شفا، ناصح، حجت، عزت، حق، ربیع، دواء، حبل، ہادی، ہدی، عین (چشمہ)۔

اوران اوصاف وتعبیرات کوامیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فرامین وکلام میں درج ذیل انداز میں بیان فرمایا ہے:

قرآن تائید پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

{وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ. اَرْسَلَهٗ بِالدِّيْنِ الْمَشْهُوْرِ، وَ الْعَلَمِ الْمَاْثُوْرِ، وَ الْكِتَابِ الْمَسْطُوْرِ، وَ النُّوْرِ السَّاطِعِ، وَ الضِّيَآءِ اللَّامِعِ، وَ الْاَمْرِ الصَّادِعِ، اِزَاحَةً لِّلشُّبُهَاتِ، وَ احْتِجَاجًا بِالْبَيِّنَاتِ، وَ تَحْذِيْرًا بِالْاٰيَاتِ، وَ تَخْوِيْفًا بِالْمَثُلَاتِ}۔

”اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسول ہیں،جنہیں شہرت یافتہ دین،منقول شدہ نشان،لکھی ہوئی کتاب،ضوفشاں نور،چمکتی ہوئی روشنی اور فیصلہ کن امر کے ساتھ بھیجا،تا کہ شکوک وشبہات کا ازالہ کیا جائے اور دلائل (کے زور) سے حجت تمام کی جائے،آیتوں کے ذریعے ڈرایا جائے اور عقوبتوں سے

خوف زدہ کیا جائے"۔ [1]

اس حصہ میں امام علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور اللہ سبحانہ کی طرف سے آپ علیہ السلام کی تائیدات کو بیان فرمایا۔ چھ چیزیں جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئیں اُن کا ذکر کیا اور ان میں سے تیسری چیز قرآن ہے۔ امام علیہ السلام نے کتاب کے لئے لفظ مسطور استعمال کیا جو قرآن میں استعمال ہوا ہے۔

﴿وَالطُّوْرِ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ﴾۔
"قسم ہے طور کی اور لکھی ہوئی کتاب کی"۔ [2]

ابن ابی الحدید تو اس حصہ کی شرح میں لکھتے ہیں: کہ علم ماثور سے مراد بھی قرآن ہے اور باقی چار صفات اُس قرآن کی تاکید ہیں پھر کتاب کی تین مزید صفات نور، ضیاء اور امر کے الفاظ سے بیان فرمائیں اور آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد اور اللہ کی طرف سے ملنے والے معجزات اور دوسری تائیدات کا مقصد بیان کیا۔

قرآن کا ظاہر و باطن اور اس کے عجائب و لطائف

{وَاللهُ سُبْحَانَهُ يَقُوْلُ: ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾، فِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ، وَ ذَكَرَ اَنَّ الْكِتَابَ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا، وَ اَنَّهُ لَا اخْتِلَافَ فِيْهِ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾. وَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ ظَاهِرُهُ اَنِيْقٌ وَّ بَاطِنُهُ عَمِيْقٌ، لَا تَفْنٰى عَجَآئِبُهُ، وَلَا تَنْقَضِيْ غَرَآئِبُهُ، وَلَا تُكْشَفُ الظُّلُمٰتُ اِلَّا بِهٖ}۔

"اللہ نے قرآن میں تو یہ فرمایا ہے کہ: "ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی" اور اس میں ہر چیز کا واضح بیان کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ: قرآن

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۲، ص۱۰۶]

[2] سورۂ طور: آیہ ۱، ۲۔

کے بعض حصے بعض حصوں کی تصدیق کرتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔
چنانچہ اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ: "اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کا بھیجا ہوا ہوتا تو تم اس میں کافی اختلاف پاتے" اور یہ کہ اس کا ظاہر خوش نما اور باطن گہرا ہے۔ نہ اس کے عجائبات مٹنے والے اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں۔ ظلمت (جہالت) کا پردہ اسی سے چاک کیا جاتا ہے"۔ [1]

امام علیہ السلام نے اس خطبہ میں مسندِ علم وقضاوت پر بیٹھنے والے اُن افراد کی مذمّت کی جو قرآن و سنّت کو چھوڑ کر اپنی رائے اور قیاس کی بنا پر احکام بیان کرتے ہیں اور پھر اس حکم کو اللہ کا حکم سمجھتے ہیں۔ خطبہ کے اختتام پر امام علیہ السلام نے قرآن مجید میں موجود علم کی وسعت اور گہرائی کو بیان فرمایا اور مختصر الفاظ میں قرآن مجید کی عظمت سے آگاہ کیا۔ امام علیہ السلام نے قرآن مجید کی دو آیات کو بطور شاہد پیش کیا۔ امام کے اِن جملات یا شاہد کے طور پر لائی جانے والی آیات کی وضاحت مقصود نہیں ورنہ ہر جملہ ایک مفصّل بحث کا حامل ہے۔ مثلاً قرآن کا ظاہر خوشنما ہے جس سے قرآن کی فصاحت و بلاغت کی طرف اشارہ ہے اور باطن گہرا ہے یعنی اس کے مفاہیم میں جتنی دقت کریں گے اتنے ہی مزید مفاہیم سامنے آئیں گے۔ اور نہ اُس کے عجائبات مٹنے والے ہیں یعنی قرآن کے اسرار آمیز علوم ہر دور میں تازہ ہیں۔ آخری جملہ میں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ "ظلمت کا پردہ اسی سے چاک ہوتا ہے" یعنی جہالت و کفر اور گناہ کی تاریکیاں اور معاشرے کی بُرائیاں، پریشانیاں اور اندھیرے اِسی قرآن سے روشنی پا کر دور کیے جاسکتے ہیں۔

قرآن بطور گواہ

{فَكَفٰى بِالْجَنَّةِ ثَوَابًا وَّ نَوَالًا، وَ كَفٰى بِالنَّارِ عِقَابًا وَّ وَبَالًا! وَ كَفٰى بِاللّٰهِ مُنْتَقِمًا وَّ نَصِيْرًا! وَ كَفٰى بِالْكِتَابِ حَجِيْجًا وَّ خَصِيْمًا!}۔
"بخشش وعطا کیلئے جنت اور عقاب وعذاب کیلئے دوزخ سے بڑھ کر کیا ہوگا اور

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۸، ص ۱۶۱]

انتقام لینے اور مدد کرنے کیلئے اللہ سے بڑھ کر، کون ہوسکتا ہے؟ اور سند و حجت بن کر اپنے خلاف سامنے آنے کیلئے قرآن سے بڑھ کر کیا ہے؟"۔ [1]

بخشش و عطا کے لیے جنت ہے اور عذاب و عقاب کے لیے دوزخ اور انتقام لینے اور مدد کرنے کے لئے اللہ کافی ہے، قرآن دفاع اور دُشمنی کے لیے کافی ہے۔ نہج البلاغہ کا یہ خطبہ "الغرّا" کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں صفات الٰہیہ کی تفصیل اور تقویٰ کی تاکید بیان ہوئی ہے۔ بعض شارحین نے اسے انسان سازی کا مکمل دستور قرار دیا ہے۔

گویا اس خطبہ میں قرآن مجید کی تعلیمات کی خوبصورت الفاظ میں تفسیر بیان ہوئی۔ اس جملہ میں امام علیہ السلام نے قرآن مجید کو نیک لوگوں کا دفاع کرنے والا اور بدکاروں کا دُشمن قرار دیا ہے۔ گویا قرآن اُن کی حمایت میں گواہی دے گا جنہوں نے اِس پر عمل کیا ہوگا اور اُن کی مخالفت میں گواہ بنے گا جنہوں نے اِس کے احکام کی مخالفت کی ہوگی۔

قرآن میں دین کامل

{فَاللهَ اللهَ اَیُّهَا النَّاسُ! فِیْمَا اسْتَحْفَظَکُمْ مِنْ کِتَابِهٖ، وَ اسْتَوْدَعَکُمْ مِّنْ حُقُوْقِهٖ، فَاِنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ لَمْ یَخْلُقْکُمْ عَبَثًا، وَ لَمْ یَتْرُکْکُمْ سُدًی، وَ لَمْ یَدَعْکُمْ فِیْ جَهَالَةٍ وَّ لَا عَمًی، قَدْ سَمّٰی اٰثَارَکُمْ، وَ عَلِمَ اَعْمَالَکُمْ، وَ کَتَبَ اٰجَالَکُمْ، وَ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ ﴿الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ﴾، وَ عَمَّرَ فِیْکُمْ نَبِیَّهٗ اَزْمَانًا، حَتّٰی اَکْمَلَ لَهٗ وَ لَکُمْ - فِیْمَآ اَنْزَلَ مِنْ کِتَابِهٖ - دِیْنَهُ الَّذِیْ رَضِیَ لِنَفْسِهٖ، وَ اَنْهٰی اِلَیْکُمْ - عَلٰی لِسَانِهٖ - مَحَابَّهٗ مِنَ الْاَعْمَالِ وَ مَکَارِهَهٗ، وَ نَوَاهِیَهٗ وَ اَوَامِرَهٗ، فَاَلْقٰی اِلَیْکُمُ الْمَعْذِرَةَ، وَ اتَّخَذَ عَلَیْکُمُ الْحُجَّةَ، وَ قَدَّمَ اِلَیْکُمْ بِالْوَعِیْدِ، وَ اَنْذَرَکُمْ ﴿بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ﴾}۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۸۱، ص ۲۶۶]

”اے لوگو! اللہ نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کی حفاظت تم سے چاہی ہے اور جو حقوق تمہارے ذمے کئے ہیں، ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ نے تمہیں بے کار پیدا نہیں کیا اور نہ اس نے تمہیں بے قید و بند جہالت و گمراہی میں کھلا چھوڑ دیا ہے۔ اس نے تمہارے کرنے اور نہ کرنے کے اچھے بُرے کام تجویز کر دیئے اور (پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے) سکھا دیئے ہیں۔ اس نے تمہاری عمریں لکھ دی ہیں اور تمہاری طرف ”ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں ہر چیز کا کھلا کھلا بیان ہے“ اور اپنے نبیؐ کو زندگی دے کر مدتوں تم میں رکھا، یہاں تک کہ اس نے اپنی اتاری ہوئی کتاب میں اپنے نبیؐ کیلئے اور تمہارے لئے اس دین کو جو اسے پسند ہے کامل کر دیا اور ان کی زبان سے اپنے پسندیدہ اور ناپسندیدہ افعال (کی تفصیل) اور اپنے اوامر و نواہی تم تک پہنچائے۔ اس نے اپنے دلائل تمہارے سامنے رکھ دیئے اور تم پر اپنی حجت قائم کر دی اور پہلے سے ڈرا دھمکا دیا اور (آنے والے) سخت عذاب سے خبردار کر دیا“۔ [1]

امام علیہ السلام نے خصوصیت سے الفاظ ارشاد فرمائے کہ اللہ نے تم لوگوں کی طرف قرآن بھیجا اور قرآن کی توصیف قرآن ہی کی آیت سے بیان کی۔ ”ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں ہر چیز کا کُھلا بیان ہے“ امام علیہ السلام نے قرآن کے ساتھ ہی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا تذکرہ کیا گویا قرآن میں اللہ کے اوامر و نواھی اور اُس کی پسند و ناپسند چیزوں کا بیان ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اُنہی چیزوں کا عملی نمونہ ہے۔ یہ فرمانِ امام اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ قرآن کی آیات کی اتنی وضاحت کے باوجود ایک معلّم کی ضرورت ہے جس کا عمل مکمل طور پر قرآن کے مطابق ہو۔ اور قرآن ہی کے ذریعہ دین مکمل ہوا۔ آخری جملات میں آپ علیہ السلام نے قرآن مجید میں بیان ہونے والے سخت عذاب سے بچنے کی تاکید کی اور یہ بھی واضح فرمایا کہ قرآن ہی میں اس عذاب سے

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۸۴، ص ۲۷۴]

بچنے کی راہیں موجود ہیں۔

قرآن منبع اوصافِ الٰہی

{فَانْظُرْ اَیُّهَا السَّآئِلُ: فَمَا دَلَّكَ الْقُرْاٰنُ عَلَیْهِ مِنْ صِفَتِهٖ فَائْتَمَّ بِهٖ وَ اسْتَضِیْٓءْ بِنُوْرِ هِدَایَتِهٖ. وَ مَا كَلَّفَكَ الشَّیْطٰنُ عِلْمَهٗ مِمَّا لَیْسَ فِی الْكِتَابِ عَلَیْكَ فَرْضُهٗ، وَ لَا فِیْ سُنَّةِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ اَئِمَّةِ الْهُدٰی اَثَرُهٗ، فَكِلْ عِلْمَهٗ اِلَی اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ. فَاِنَّ ذٰلِكَ مُنْتَهٰی حَقِّ اللّٰهِ عَلَیْكَ}۔

"اے (اللہ کی صفتوں کو) دریافت کرنے والے دیکھو! کہ جن صفتوں کا تمہیں قرآن نے پتہ دیا ہے (ان میں) تم اس کی پیروی کرو اور اسی کے نور ہدایت سے کسبِ ضیا کرتے رہو اور جو چیزیں کہ قرآن میں واجب نہیں اور نہ سنت پیغمبرؐ و آئمہ ہدیٰ علیہم السلام میں ان کا نام ونشان ہے اور صرف شیطان نے اس کے جاننے کی تمہیں زحمت دی ہے، اس کا علم اللہ ہی کے پاس رہنے دو اور یہی تم پر اللہ کے حق کی آخری حد ہے"۔ [1]

یہ خطبہ "اشباح" کے نام سے مشہور ہے: اور امیر المومنین علیہ السلام کے بلند پایہ خطبوں میں شمار ہوتا ہے۔ اسے ایک سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا جس نے آپ علیہ السلام سے یہ سوال کیا تھا کہ: آپ علیہ السلام خلاق عالم کے صفات کو اس طرح بیان فرمائیں کہ ایسا معلوم ہو جیسے ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس پر حضرت علیہ السلام غضب ناک ہو گئے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

اس خطبہ کے بیان کا مقصد اوصاف الٰہیہ کا ذکر ہے۔ وہ ذاتِ گرامی جو ہمیشہ سلونی کا دعویٰ کرتے رہے اُن سے اوصاف پروردگار کے بیان کا سوال کیا گیا۔ اب اللہ کے ولی نے اللہ کے اوصاف کچھ اس انداز سے بیان فرمائے کہ ابن ابی الحدید اس خطبہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۸۹، ص ۲۸۶، ۲۸۷]

"وَكَانَتْ نِسْبَةُ الْفَصِيحِ مِنْ كَلَامِهَا اِلَيْهِ نِسْبَةَ التُّرَابِ اِلٰى النُّضَارِ الْخَالِصِ"۔

"عرب کے فصیح افراد کے کلام کی اس خطبہ سے نسبت ایسی ہے جیسے خالص سونے سے مٹی کی ہے"۔ [1]

اس خطبے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے پھر ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

"وَاُقْسِمُ اَنَّ هٰذَا الْكَلَامَ اِذَا تَاَمَّلَهُ اللَّبِيْبُ اقْشَعَرَّ جِلْدُهٗ وَرَجَفَ قَلْبُهٗ، وَاسْتَشْعَرَ عَظَمَةَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ فِيْ رَوْعِهٖ وَخَلَدِهٖ وَهَامَ نَحْوَهٗ وَغَلَبَ الْوَجْدُ عَلَيْهِ، وَكَادَ اَنْ يَخْرُجَ مِنْ مَسْكِهٖ شَوْقًا وَاَنْ يُفَارِقَ هَيْكَلَهٗ صَبَابَةً وَوَجْدًا"۔

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر دانا و آگاہ انسان اِس کلام میں دقت کرے تو اُس کا جسم کانپ جائے گا، دل تڑپ اٹھے گا اور عظمتِ خُدا کو پورے وجود سے محسوس کرے گا۔ اور گویا شوق وجذبہ کی کثرت کی وجہ سے ہوش کھو بیٹھے گا اور اُس کی روح بدن سے پرواز کر جائے گی"۔ [2]

امام علیہ السلام نے اللہ کے اوصاف اور اُس کی مخلوق انسان اور زمین و آسمان اور ملائکہ و آدم علیہ السلام کی خلقت کا ذکر فرمایا مگر تمام صفات الٰہیہ کے لیے قرآن کو مرکز ومحور قرار دیا۔ یہ ایک جملہ قرآن کی عظمت کا عظیم آئینہ ہے گویا سلونی کہنے والے امام علیہ السلام سے سوال کیا جائے تو وہ اللہ کی پہچان کا مرکز قرآن کو قرار دیتے ہیں اور خود کو اُس قرآن کا مفسّر قرار دیتے ہیں۔ اس لیے فرماتے ہیں جو قرآن نے اوصاف بیان کیے اُن کی پیروی کرو۔

---

[1] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۶، ص ۴۴۵۔

[2] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۶، ص ۴۴۵۔

کتاب ناطق اور دائمی عزت

{وَ كِتَابُ اللهِ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، نَاطِقٌ لَّا يَعْيَا لِسَانُهُ، وَ بَيْتٌ لَّا تُهْدَمُ أَرْكَانُهُ، وَ عِزٌّ لَّا تُهْزَمُ أَعْوَانُهُ}۔

"اللہ کی کتاب تمہارے سامنے اس طرح (کھل کر) بولنے والی ہے کہ اِسکی زبان کہیں لڑکھڑاتی نہیں اور ایسا گھر ہے جسکے کھمبے سرنگوں نہیں ہوتے اور ایسی عزت ہے کہ اس کے معاون شکست نہیں کھاتے" [1]

امام علیہ السلام نے خطبہ کی اس حصہ میں قرآن مجید کی عظمت واہمیت بیان فرمائی۔ پہلے جملے میں فرمایا اللہ کی کتاب آپ کے درمیان موجود ہے قرآن کو اللہ کے ساتھ نسبت دے کر بیان کرنا اس کی عظمت کی نشاندہی کرتی ہے گویا اللہ کی کوئی امانت یا اللہ کی کوئی نعمت آپ کے درمیان موجود ہے اور پھر اُس کی تین صفات بیان فرمائیں۔ پہلی یہ کہ یہ کتاب ایسی بولنے والی ہے جس کی زبان تھکتی اور لڑکھڑاتی نہیں۔ امام علیہ السلام نے خطبہ ۱۸۵ میں قرآن مجید کو ایک ساتھ صامت اور ناطق کہا اور خطبہ ۱۶۰ میں فرمایا کہ وہ بولتا نہیں بلکہ میں اُس کی خبر آپ کو دوں گا گویا علی علیہ السلام خود کو قرآن کا ترجمان بیان فرمار ہے ہیں۔ خاموش بھی ہے اور بولنے والا بھی ہے کی دو صفات کو یُوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ ہر کسی سے نہیں بولتا بلکہ جو اس میں غور وفکر کرتے ہیں اُن سے بڑی واضح زبان میں بولتا ہے مگر عام افراد اِس کی آواز نہیں سن سکتے۔

دوسری صفت قرآن مجید کی یہ بیان فرمائی کہ یہ مضبوط ستونوں والا گھر ہے مضبوط ستونوں والے گھر کے مکین ایک تو اُس گھر کے گرنے کے خوف سے محفوظ ہوتے ہیں اور خود گھر انسان کو گرمی وسردی اور حیوان ودرندوں اور دُشمنوں اور چوروں سے محفوظ رکھتا ہے قرآن مجید بھی اپنے پیروکاروں کو انحراف وگمراہی اور شیطان جیسے دُشمن سے محفوظ رکھتا ہے۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۳۱، ص ۳۹۲]

تیسری صفت یہ ارشاد فرمائی کہ جو قرآن کا معاون و مددگار بن گیا یعنی قرآن کے احکام کو دل و جان سے قبول کیا اُس نے گویا عظمتِ الٰہی کا احترام کیا جس کا یہ کلام ہے اور جس کے دل میں عظمتِ الٰہی ہو اللہ اُسے ہمیشہ عزت دیتا ہے اس لیے کہ سب عزتوں کا مالک اللہ ہے۔

کتابِ بصیرت اور تفسیر قرآن کا ماخذ

{كِتَابُ اللهِ تُبْصِرُوْنَ بِهٖ، وَ تَنْطِقُوْنَ بِهٖ، وَ تَسْمَعُوْنَ بِهٖ، وَ يَنْطِقُ بَعْضُهٗ بِبَعْضٍ، وَ يَشْهَدُ بَعْضُهٗ عَلٰى بَعْضٍ، لَا يَخْتَلِفُ فِى اللهِ، وَ لَا يُخَالِفُ بِصَاحِبِهٖ عَنِ اللهِ}۔

"یہ اللہ کی کتاب ہے کہ جس کے ذریعہ تمہیں سجھائی دیتا ہے اور تمہاری زبان میں گویائی آتی ہے اور (حق کی آواز) سنتے ہو۔ اس کے کچھ حصے کچھ حصوں کی وضاحت کرتے ہیں اور بعض بعض کی (صداقت کی) گواہی دیتے ہیں۔ یہ ذاتِ الٰہی کے متعلق الگ الگ نظریئے نہیں پیش کرتا اور نہ اپنے ساتھی کو اِسکی راہ سے ہٹا کر کسی اور راہ پر لگا دیتا ہے۔ [1]

امام علیہ السلام نے خطبہ کے اس حصہ میں قرآن مجید کی سات صفات بیان فرمائیں۔ پہلی تین صفتوں میں قرآن مجید کو دیکھنے، بولنے اور سننے کا ذریعہ قرار دیا یعنی حق کو دیکھنا ہے تو قرآن اُس کا بہترین ذریعہ ہے اور حق کے متلاشی قرآن مجید ہی سے حق کو دیکھتے ہیں۔ اور اگر حق کے لیے کوئی بولنا چاہے حق کے دفاع اور حق کی دعوت کے لیے قرآن بہترین قول و کلام ہے اور اگر کسی کو حق سننا ہے تو اُس کے لئے بھی بہترین وسیلہ قرآن ہے۔ قرآن مجید کے لفظ میں اتنی طاقت ہے اور اس میں وفصاحت و بلاغت موجود ہے کہ سننے والے کے دِل پر اگر پردے نہ ہوئے تو قرآن مجید اُسے اپنی جانب جذب کرے گا۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۳۱، ص ۳۹۳]

چوتھی صفت یہ بیان فرمائی کہ قرآن کی بعض آیات بعض دوسری آیات کی یا محکم آیات، متشابہ آیات کی تفسیر بیان کرتی ہیں۔

پانچویں صفت میں واضح فرمایا کہ بعض آیات دوسری بعض آیات کے مفاہیم کی گواہی دیتی ہیں۔ اُنہی الفاظ میں یا الگ الفاظ و انداز میں وہی حکم دوبارہ بیان کر کے پہلی آیت میں بیان ہونے والے حکم کو تقویت بخشتی ہیں۔

چھٹی صفت میں فرمایا کہ قرآن مجید کے مفاہیم و مطالب میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں یہ قرآن مجید میں ارشاد پروردگار کی طرف اشارہ ہے۔

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾

”اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یہ لوگ اس میں بڑا اختلاف پاتے“۔ [1]

ساتویں صفت یہ قرار دی کہ جو قرآن کا ساتھی بن گیا اور قرآن سے تمسک حاصل کر لیا قرآن کبھی اُسے راہِ خُدا سے الگ نہیں ہونے دے گا۔ اور اُسے خُدا سے دور نہیں جانے دے گا۔

قرآن واضح اور محکم کتاب ہے

{فَبَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ لِيُخْرِجَ عِبَادَهٗ مِنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ اِلٰى عِبَادَتِهٖ، وَمِنْ طَاعَةِ الشَّيْطٰنِ اِلٰى طَاعَتِهٖ، بِقُرْاٰنٍ قَدْ بَيَّنَهٗ وَاَحْكَمَهٗ، لِيَعْلَمَ الْعِبَادُ رَبَّهُمْ اِذْ جَهِلُوْهُ، وَلِيُقِرُّوْا بِهٖ بَعْدَ اِذْ جَحَدُوْهُ، وَلِيُثْبِتُوْهُ بَعْدَ اِذْ اَنْكَرُوْهُ.}۔

”اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کے بندوں کو محکم و واضح قرآن کے ذریعہ سے بتوں کی پرستش سے خدا کی پرستش کی طرف اور شیطان کی

---

[1] سورۂ نساء: آیہ ۸۲۔

اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی طرف نکال لے جائیں، تاکہ بندے اپنے پروردگار سے جاہل و بے خبر رہنے کے بعد اسے جان لیں، ہٹ دھرمی اور انکار کے بعد اس کے وجود کا یقین اور اقرار کریں"۔ [1]

امام علیہ السلام نے خطبہ کے اس حصہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی طرف اشارہ فرمایا اور دو جملوں میں بعثت کے اہداف کو واضح فرمایا کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا تاکہ آپ اللہ کے بندوں کو بتوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی کی طرف لے آئیں اور شیطان کی اطاعت سے چھٹکارا دلا کر اللہ کی اطاعت کی دعوت دیں۔ اہداف بعثت کے حصول کے لیے اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن کے ساتھ بھیجا جو معجزہ بن کر آپ کی نبوت کی تصدیق بھی کرتا ہے اور اہداف کے حصول میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد بھی کرتا ہے۔

ساتھ ہی قرآن مجید کی دو صفات بیان فرمائیں کہ قرآن کھل کر بیان کرنے والا ہے جیسا کہ خود قرآن مجید میں ہے۔

﴿هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾۔

"یہ (عام) لوگوں کے لیے ایک واضح بیان ہے اور اہل تقویٰ کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے"۔ [2]

اور امام علیہ السلام نے قرآن کی دوسری صفت محکم ہونا بیان کیا۔ یہ صفت بھی خود قرآن نے اپنے لئے ذکر کی۔

﴿كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ﴾۔

"یہ وہ کتاب ہے جس کی آیات مستحکم کی گئی ہیں"۔ [3]

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۴۵، ص ۴۱۵]

[2] سورۂ آل عمران: آیہ ۱۳۸۔

[3] سورۂ ہود: آیہ ۱۔

قرآن کے اس واضح ومحکم بیان کے ذریعہ جہاں بعثت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے دو اہداف یعنی اللہ کی عبادت واطاعت کی طرف لانے میں مدد ملتی ہے اسی طرح تین دیگر مقاصد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ بھولے ہوئے اور نہ جاننے والے لوگوں کو قرآن سے خُدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور قرآن انکار کرنے والوں کے لیے اقرار کا سبب بنتا ہے اور نہ ماننے والوں کے قرآن کے ذریعہ اللہ کے وجود کے اثبات کی راہیں ثابت ہوتی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ عزوجل کی تجلی

{فَتَجَلّٰی سُبْحَانَهٗ لَهُمْ فِیْ کِتَابِهٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّکُوْنُوْا رَاَوْهُ، بِمَآ اَرَاهُمْ مِنْ قُدْرَتِهٖ، وَ خَوَّفَهُمْ مِنْ سَطْوَتِهٖ، وَ کَیْفَ مَحَقَ مَنْ مَّحَقَ بِالْمَثُلَاتِ، وَ احْتَصَدَ مَنِ احْتَصَدَ بِالنَّقِمَاتِ!}۔

”اللہ ان کے سامنے بغیر اس کے کہ اسے دیکھا ہو قدرت کی (ان نشانیوں) کی وجہ سے جلوہ طراز ہے کہ جو اس نے اپنی کتاب میں دکھائی ہیں اور اپنی سطوت وشوکت کی (قہرمانیوں سے) نمایاں ہے کہ جن سے ڈرایا ہے اور دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جنہیں اسے مٹانا تھا انہیں کس طرح اس نے اپنی عقوبتوں سے مٹا دیا اور جنہیں تہس نہس کرنا تھا انہیں کیونکر اپنے عذابوں سے تہس نہس کر دیا“۔ [1]

ان جملات میں امام علیہ السلام نے قرآن اور خُدا کا اور قرآن اور بندگان خدا کا ایسا تعلّق ورشتہ بیان فرمایا جو آپ علیہ السلام ہی بیان فرما سکتے ہیں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں خداوندمتعال اپنی کتاب میں اپنے بندوں کے لئے جلوہ گر اور ظاہر ہوتا ہے بغیر اس کے کہ وہ آنکھوں سے دکھائی دے۔ یہ عظمتِ قرآن کا خوبصورت جملہ ہے۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہ کبھی قرآن میں اپنے ارشادات سے اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۴۵، ص ۴۱۵]

﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾۔
”اور مشرق ہو یا مغرب، دونوں اللہ ہی کے ہیں، پس جدھر بھی رخ کرو ادھر اللہ کی ذات ہے“۔[1]

کبھی گزشتہ قوموں کے حالات و واقعات سے اپنی طاقت و قدرت کا اظہار فرماتا ہے۔ امام علیہ السلام نے قرآن مجید میں اللہ کی تجلی کی گویا وضاحت فرمائی کہ قرآن مجید میں اللہ اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے، فرعون کا غرق ہونا اور اصحاب فیل کا ابابیلوں سے شکست کھانا جیسے متعدد واقعات سے اپنی قدرت کی خبر دیتا ہے اور اپنی طاقت کے بیان ہی سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ آخری دو جملوں میں فرمایا کہ اسی قرآن میں یہ بتایا کہ طاقتور کو اپنے عذاب سے ڈرایا کیسے اور کاٹ لی جانے والی فصل کی طرح کیسے اُنہیں یُوں نابود کیا جیسے کہ کبھی کوفصل یہاں اُگی ہی نہیں تھی اور کوئی نسل آئی ہی نہیں تھی۔ یہی وہ مناظر قرآن ہیں جن کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کے لئے جلوہ گر ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ سبحانہ نے کہاں، کیا اور کیسے کیسے اپنے جلوے دکھائے، یہ ایک مفصّل بحث ہے جس کو یہاں بیان کرنا مقصود نہیں۔

قرآن اللہ کے اٹل اصول بیان کرنے والی کتاب

{اِنَّ مِنْ عَزَآئِمِ اللهِ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ، الَّتِيْ عَلَيْهَا يُثِيْبُ وَ يُعَاقِبُ، وَ لَهَا يَرْضٰى وَ يَسْخَطُ، اَنَّهٗ لَا يَنْفَعُ عَبْدًا۔ وَاِنْ اَجْهَدَ نَفْسَهٗ، وَاَخْلَصَ فِعْلَهٗ۔ اَنْ يَّخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا لَاقِيًا رَّبَّهٗ بِخَصْلَةٍ مِّنْ هٰذِهِ الْخِصَالِ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا: اَنْ يُشْرِكَ بِاللهِ فِيْمَا افْتَرَضَ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَتِهٖ، اَوْ يَشْفِيَ غَيْظَهٗ بِهَلَاكِ نَفْسٍ، اَوْ يَعُرَّ بِاَمْرٍ فَعَلَهٗ غَيْرُهٗ، اَوْ يَسْتَنْجِحَ حَاجَةً اِلَى النَّاسِ بِاِظْهَارِ بِدْعَةٍ فِيْ دِيْنِهٖ، اَوْ يَلْقَى النَّاسَ بِوَجْهَيْنِ، اَوْ يَمْشِيَ

[1] سورۂ بقرہ: آیہ ۱۱۵۔

فِيهِمْ بِلِسَانَيْنِ. اِعْقِلْ ذٰلِكَ فَاِنَّ الْمِثْلَ دَلِيْلٌ عَلٰى شِبْهِهٖ}۔

"قرآن حکیم میں اللہ کے ان اٹل اصول میں سے کہ جن پر وہ جزا و سزا دیتا ہے اور راضی و ناراض ہوتا ہے، یہ چیز ہے کہ کسی بندے کو چاہے وہ جو کچھ جتن کر ڈالے دنیا سے نکل کر اللہ کی بارگاہ میں جانا ذرا فائدہ نہیں پہنچا سکتا جبکہ وہ ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت سے توبہ کئے بغیر مر جائے کہ فرائض عبادت میں کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا ہو، یا کسی کو ہلاک کر کے اپنے غضب کو ٹھنڈا کیا ہو، یا دوسرے کے کئے پر عیب لگایا ہو، یا دین میں بدعتیں ڈال کر لوگوں سے اپنا مقصد پورا کیا ہو، یا لوگوں سے دورُخی چال چلتا ہو، یا دو زبانوں سے لوگوں سے گفتگو کرتا ہو۔ اس بات کو سمجھو! اس لئے کہ ایک نظیر دوسری نظیر کی دلیل ہوا کرتی ہے"۔ [1]

خطبہ کے اس حصّہ میں امام علیہ السلام نے حاضرین کو خوابِ غفلت سے جگانے کی کوشش کی ہے اور پانچ قسم کے گناہان کبیرہ سے ڈرایا ہے۔ ان گناہوں کے خطرناک ہونے کے ساتھ ساتھ امام علیہ السلام نے قرآن مجید کی عظمت و رفعت کو بیان کرنے کے لیے فرمایا کہ اللہ کے یہ اٹل اور حتمی فیصلے جن کی کسی وقت اور کسی حالت میں بھی مخالفت جائز نہیں، اسی قرآن میں ہیں۔ ساتھ یہ بھی واضح فرمایا کہ جن افعال سے اللہ راضی یا ناراض ہوتا ہے یا جزا و سزا دیتا ہے اُن افعال کے بیان کا مرکز بھی یہی قرآن ہے۔ گویا کہ امام علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ قرآن کے احکام کی طرف توجہ رکھیں۔

تمسک بالقرآن ذریعہ نجات

{وَ عَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللهِ، فَاِنَّهُ الْحَبْلُ الْمَتِيْنُ، وَ النُّوْرُ الْمُبِيْنُ، وَ الشِّفَآءُ النَّافِعُ، وَ الرِّيُّ النَّاقِعُ، وَ الْعِصْمَةُ لِلْمُتَمَسِّكِ، وَ النَّجَاةُ لِلْمُتَعَلِّقِ، لَا يَعْوَجُّ فَيُقَامَ، وَ لَا يَزِيْغُ فَيُسْتَعْتَبَ، وَ لَا تُخْلِقُهٗ كَثْرَةُ

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۵۱ ص ۴۲۹]

الرَّدِّ، وَ وُلُوجُ السَّمْعِ، مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ، وَ مَنْ عَمِلَ بِهٖ سَبَقَ﴾۔

”تمہیں کتاب خدا پر عمل کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ وہ ایک مضبوط رسی، روشن و واضح نور، نفع بخش شفا، پیاس بجھانے والی سیرابی، تمسک کرنے والے کیلئے سامان حفاظت اور وابستہ رہنے والے کیلئے نجات ہے۔ اس میں کجی نہیں آتی کہ اسے سیدھا کیا جائے، نہ حق سے الگ ہوتی ہے کہ اس کا رخ موڑا جائے۔ کثرت سے دہرایا جانا اور (بار بار) کانوں میں پڑنا اسے پرانا نہیں کرتا۔ جو اس کے مطابق کہے وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے وہ سبقت والا ہے“۔ [1]

اس خطبہ کے اس حصّہ میں امام علیہ السلام نے قرآن مجید کی گیارہ جملوں میں عظمت و اہمیت بیان فرمائی۔ قرآن مجید کی سب سے مہم صفت جو امام علیہ السلام سے بار بار نہج البلاغہ میں نقل ہوئی ہے وہ قرآن مجید کی اللہ سے نسبت ہے۔ بعض مقامات پر امام علیہ السلام نے تمہارے رب کی کتاب کہا اور اکثر مقامات پر اللہ کی کتاب کہا۔ اگر اس اہمیت سے بندگانِ خُدا آشنا ہو جائیں تو پھر اُسے اتنی اہمیت دی جائے گی جیسے کسی بزرگ کے خط کو دی جاتی ہے۔ اور قرآن پر عمل ہوگا جیسے خط میں لکھے ہوئے احکامات کی بجا آوری کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی اللہ سے نسبت کے بعد آپ علیہ السلام نے گیارہ اوصاف بیان فرمائے۔ اختصار کے پیش نظر ایک ایک جملے کی وضاحت مقصود نہیں ورنہ امام علیہ السلام نے اِن اوصاف میں قرآن مجید کی کن آیات کی طرف اشارہ فرمایا اور ہر صفت کے اندر کتنی گہرائی ہے یہ خوبصورت بحث ہے۔ ”مفتاح السعادۃ فی شرح نہج البلاغہ، ج ۱۱“ میں علّامہ سید محمد تقی النقوی نے اور ”منہاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغہ ج ۹ میں مرزا حبیب اللہ الخوئی قدس سرّہ“ نے وضاحت سے ان آیات کو درج کیا ہے۔

پہلی صفت یہ ارشاد فرمائی کے یہ ایک مضبوط رسی ہے۔ قرآن مجید میں خود قرآن کے لیے لفظ ”حبل“ یعنی رسی استعمال ہوا ہے۔ اور یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ مضبوط رسی ہے۔ رسی کے

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۵۴، ص ۴۳۷]

متعدد استعمال ہوتے ہیں گہرائی سے پانی نکالنے کے لیے ڈول کا استعمال ہوتا ہے اور اُس ڈول کو مضبوط رسی سے جوڑا جاتا ہے۔ یہاں قرآن ایک مضبوط رسی ہے یعنی علم کو گہرائی سے حاصل کرنا ہے تو قرآن مجید میں وسیع اور گہرا علم موجود ہے اور اسی کے ذریعہ دوسرے علوم بھی حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ رسی بلندیوں تک پہنچنے کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔ پہاڑوں اور کھجور جیسے بلند درختوں پر چڑھنے کے لیے رسی کا استعمال ہوتا ہے اگر کسی بلندی پر کوئی صاحب پہنچ چکے ہُوں تو وہ دوسروں کو اپنے ساتھ بلندی تک پہنچانے کے لیے رسی نیچے پھینکتے ہیں اور پھر اُس رسی کے سہارے اُنہیں بلندیوں کی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ قرآن ایک ایسی مضبوط رسی ہے کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق اس کا ایک سرا اللہ کے پاس ہے اور دوسرا اللہ نے بندوں کے ہاتھ میں دیا ہے یعنی وہ اس رسی کے ذریعہ اپنے بندوں کو بلندی کی طرف کھینچ رہا ہے۔ اس لیے اس لفظ رسی سے واضح ہوتا ہے کہ اگر انسان اسے مضبوطی سے تھامے رہے تو یہ خود اتنا مضبوط وسیلہ ہے کہ بندوں کو ان کے رب تک پہنچا سکتا ہے۔

قرآن روشن اور واضح نور ہے

اندھیری راہوں میں بھٹکنے سے بچنے اور درندوں اور دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لئے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اور انسان کو حفاظت سے منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لیے اللہ نے قرآن جیسا نور عطا کیا۔

قرآن مکمل سیرابی کا ذریعہ

ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ پیاس بجھانے کے لئے مکمل سیرابی کا ذریعہ ہے۔ پانی انسان کی زندگی کے لئے ایک بہت بڑا سرمایہ ہے قرآن بھی انسان کی مادی و دنیاوی زندگی کے لیے اور معنوی واخروی زندگی کے لیے ایک مہم سرمایہ ہے۔ امام علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ کامل سیرابی ہے یعنی اس کے ہوتے ہوئے زندگی گزارنے کے لئے اور دستور کی ضرورت نہیں۔ اس صفت سے گویا یہ

تشویق بھی دلائی جا رہی ہے کہ اس کی طلب و پیاس اپنے اندر پیدا کرو اور پھر اُس کے حصول کی کوشش کرو۔ آخری دو صفات میں فرمایا جو قرآن کے مطابق بات کرے وہ سچا ہے اور اُسی کی بات حق ہوگی اور جو قرآن کے مطابق عمل کرے وہی فتح و کامرانی اور سعادت و خوش بختی کو حاصل کر سکے گا۔

قرآن دائمی فلاح کا ذریعہ

گیارہ اوصاف بیان فرما کر گویا امام علیہ السلام نے دعوت دی اللہ کی اس کتاب پر اطمینان وسکون سے عمل کرو۔ یہاں عزت اور سکون کی زندگی اور آخرت میں جنّت کی زندگی نصیب ہوگی۔

قرآن نور اور مصدق

{اَرْسَلَهٗ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ، وَ طُوْلِ هَجْعَةٍ مِّنَ الْاُمَمِ، وَ انْتِقَاضٍ مِّنَ الْمُبْرَمِ. فَجَآءَهُمْ بِتَصْدِيْقِ الَّذِیْ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَ النُّوْرِ الْمُقْتَدٰى بِهٖ. ذٰلِكَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَنْطِقُوْهُ، وَ لَنْ يَّنْطِقَ، وَ لٰكِنْ اُخْبِرُكُمْ عَنْهُ: اَلَا اِنَّ فِيْهِ عِلْمَ مَا يَاْتِیْ، وَ الْحَدِيْثَ عَنِ الْمَاضِیْ، وَ دَوَآءَ دَآئِكُمْ، وَ نَظْمَ مَا بَيْنَكُمْ}۔

”(اللہ نے) آپؐ کو اس وقت رسول بنا کر بھیجا جب کہ رسولوں کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور اُمتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں اور (دین کی) مضبوط رسی کے بل کھل چکے تھے۔ چنانچہ آپؐ ان کے پاس پہلی کتابوں کی تصدیق (کرنے والی کتاب) اور ایک ایسا نور لے کر آئے کہ جس کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ قرآن ہے۔ اس کتاب سے پوچھو لیکن یہ بولے گی نہیں، البتہ میں تمہیں اس کی طرف سے خبر دیتا ہوں کہ اس میں آئندہ کے معلومات، گزشتہ واقعات اور تمہاری بیماریوں کا چارہ اور تمہارے باہمی تعلقات کی شیرازہ بندی ہے“۔ [1]

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۵۶، ص ۴۴۳]

امام علیہ السلام نے خطبہ کے اِس حصّہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے متعلق کچھ ارشادات بیان فرمائے۔ پھر قرآن مجید کی عظمت واہمیت کا ذکر کیا اور قرآن مجید کے ساتھ اپنے تعلق کو پیش کیا۔ آپ علیہ السلام نے قرآن مجید کو گذشتہ کتابوں کا تصدیق کنندہ، آئندہ کے لئے ہادی و راہنما اور راہ کے لیے چراغ وقائد کے طور پر یاد کیا۔

قرآن مجید سے اپنے تعلق کو نہایت اہم الفاظ میں بیان کیا۔ سننے والوں کو ارشاد فرمایا کہ قرآن سے بات کرو، بولو۔ پھر فوراً افرمایا کہ آپ سے بولے گا نہیں بلکہ میں آپ کو اس کی طرف سے خبر دوں گا یعنی خود کو ترجمان و معلّم قرآن کے طور پر پیش کیا۔ قرآن مجید سے تعلیمات کے حصول کے لیے ہر کسی کو حکم ہے کہ پڑھیں، غور کریں اور سمجھیں جبکہ یہاں امام علیہ السلام فرماتے ہیں یہ قرآن آپ سے نہیں بولے گا۔ مفہوم یہ ہوا کہ عمومی طور پر تو قرآن بولتا ہے مگر جو گہرے راز ہیں وہ ہر کوئی حاصل نہیں کرسکتا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح اپنی اہل بیت علیہم السلام کو قرآن کا ہم وزن اور ساتھی قرار دیا تو امام علیہ السلام نے بھی اُسی مقام پر خود کو رکھا اور واضح کیا کہ اس کی باریک باتیں اور گہرے راز ہم ہی بتا سکتے ہیں۔

قرآن اولین وآخرین کے علوم کا سرچشمہ

پھر امام علیہ السلام نے قرآن مجید کی چار صفات بیان فرمائیں کہ قرآن میں آئندہ کا علم ہے اور اس علم کے ذکر کے ساتھ ہی آپ علیہ السلام کے ساتھ اور آئندہ قریب میں آنے والے فتنوں کا ذکر کیا۔ گویا اُس علمِ قرآن میں ان فتنوں کا بھی ذکر ہے جو امام ہی جان سکتے ہیں۔ قیامت تک کے حالات اور موت وقبر وبرزخ و جنت وجہنّم کا علم ہے۔ اسی طرح گزشتہ زمانے کے واقعات ،قوموں کے عروج وزوال کے اسباب، پیدائش انسان سے نزول قرآن تک کے حالات اس میں موجود ہیں۔

اسی طرح کلماتِ قصار میں آپ علیہ السلام کا فرمان موجود ہے:

{وَ فِي الْقُرْآنِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ، وَ خَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ، وَ حُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ}۔

"قرآن میں تم سے پہلے کی خبریں تمہارے بعد کے واقعات اور تمہارے درمیانی حالات کے لیے احکام ہیں"۔ [1]

قرآن دوا ہے

ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ قرآن انسانیت کو لاحق جہالت و ضلالت جیسے امراض کی دوا ہے۔

قرآن ماخذ قانون

آخری جملہ میں فرمایا کہ انسان کی زندگی کو منظّم رکھنے اور سالم بنانے کے تمام قوانین اِس کتاب میں موجود ہیں۔ یہیں سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن میں شخصی و معاشرتی زندگی کے تمام اصول موجود ہیں۔ پس امام علیہ السلام نے واضح فرما دیا کہ قرآن انسان کی راہنمائی کے قوانین پر مشتمل ہے اور علی علیہ السلام اس کے ترجمان ہیں اور واضح بیان کرنے والے ہیں۔

قرآن کتابِ ہدایت

{بَعَثَهُ بِالنُّورِ الْمُضِيءِ، وَ الْبُرْهَانِ الْجَلِيِّ، وَ الْمِنْهَاجِ الْبَادِي، وَ الْكِتَابِ الْهَادِي}۔

"اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چمکتے ہوئے نور، روشن دلیل، کھلی ہوئی راہِ شریعت اور ہدایت دینے والی کتاب کے ساتھ بھیجا"۔ [2]

امام علیہ السلام نے اس خطبہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد اوصاف بیان فرمائے پہلے چار جملوں

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۳۱۳، ص ۹۲۷]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۵۹، ص ۴۵۰]

میں اُن چار الٰہی عطیوں کا ذکر کیا جن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے مبعوث فرمایا۔ بعض شارحین لکھتے ہیں کہ یہ چاروں قرآن کے اوصاف ہیں اور دوسرے کہتے ہیں کہ نور، برہان، منہاج الگ اوصاف ہیں اور چوتھا عطیہ جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے وہ قرآن مجید ہے۔ امام علیہ السلام نے قرآن مجید کو ہادی کے وصف سے پیش کیا۔ قرآن انسان کو نجات اور مقام جنت کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ قرآن انسان کو خالق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ امام علیہ السلام نے بعض دوسرے مقامات پر واضح فرمایا کہ قرآن اللہ کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

خیر وشر کو کھول کر بیان کرنے والی کتاب

{اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْزَلَ كِتَابًا هَادِيًا بَيَّنَ فِيْهِ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ، فَخُذُوْا نَهْجَ الْخَيْرِ تَهْتَدُوْا، وَاصْدِفُوْا عَنْ سَمْتِ الشَّرِّ تَقْصِدُوْا. اَلْفَرَآئِضَ اَلْفَرَآئِضَ! اَدُّوْهَآ اِلَى اللّٰهِ تُؤَدِّكُمْ اِلَى الْجَنَّةِ}۔

"اللہ تعالیٰ نے ایسی ہدایت کرنے والی کتاب نازل فرمائی ہے کہ جس میں اچھائیوں اور برائیوں کو (کھول کر) بیان کیا ہے۔ تم بھلائی کا راستہ اختیار کرو تا کہ ہدایت پا سکو اور برائی کی جانب سے رخ موڑ لو تا کہ سیدھی راہ پر چل سکو، فرائض کو پیشِ نظر رکھو اور انہیں اللہ کیلئے بجالاؤ، تا کہ یہ تمہیں جنت تک پہنچائیں"۔ [1]

ان جملات میں امام علیہ السلام نے قرآن مجید کی عظمت بیان فرمائی اور اُسے ہادی کی صفت سے یاد فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ اللہ نے قرآن میں سب اچھائیوں کو ذکر کر دیا ہے اور یہی اچھائیاں رب تک پہنچنے اور اُس کی مرضی کے حصول کا سبب ہیں اور اسی قرآن میں شر کو بھی بیان کیا گیا اور امام علیہ السلام فرماتے ہیں بُرائیوں سے بچو تا کہ خدا سے دوری اور اُس کی ناراضگی سے محفوظ رہو۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۶۵، ص ۴۷۰]

ان جملات میں واضح فرمایا کہ انسان کی راہنمائیوں کا سب سے بڑا مرکز قرآن ہے جو خیر و شر، واجب وحرام، صحیح و غلط کو بیان کرتا ہے البتہ امام علیہ السلام کے فرمان میں بھی اور قرآن مجید کی آیات میں بھی بیان ہو چکا ہے کہ جہاں یہ تفصیل عام افراد کو سمجھ نہیں آتی وہاں راسخون فی العلم اُن کے لیے بیان کر دیتے ہیں اور علی علیہ السلام راسخون فی العلم میں سے ایک ہیں۔

قرآن کتابِ ناطق اور مکمل دستور العمل

{اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَ رَسُوْلًا ھَادِیًا بِکِتَابٍ نَّاطِقٍ وَّ اَمْرٍ قَآئِمٍ، لَا یَھْلِکُ عَنْہُ اِلَّا ھَالِکٌ}۔

”بیشک اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہادی بنا کر، بولنے والی کتاب اور برقرار رہنے والی شریعت کے ساتھ بھیجا۔ جسے تباہ و برباد ہونا ہے وہی اس کی مخالفت سے تباہ ہوگا۔ [1]

امام علیہ السلام نے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ہادی کا لقب بیان فرمایا اور آپ نے ہدایت کا ذریعہ قرآن مجید کو قرار دیا۔ قرآن مجید کی جو صفت ذکر کی وہ اُس کا گویا ہونا ہے۔ اور دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ یہ ایک مکمل دستور ہے اور یہ بھی واضح فرمایا کہ گمراہ افراد ہی اس کتاب سے رخ موڑیں گے یا یُوں کہا جائے کہ جو اِس کتاب سے رُخ موڑیں گے وہ گمراہ ہوں گے۔

قرآن مخلص رہنما، حق کا ہادی اور صادق

{وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ ھُوَ النَّاصِحُ الَّذِیْ لَا یَغُشُّ، وَالْھَادِیْ الَّذِیْ لَا یُضِلُّ، وَالْمُحَدِّثُ الَّذِیْ لَا یَکْذِبُ. وَمَا جَالَسَ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ اَحَدٌ اِلَّا قَامَ عَنْہُ بِزِیَادَۃٍ اَوْ نُقْصَانٍ: زِیَادَۃٍ فِیْ ھُدًی، اَوْ نُقْصَانٍ مِّنْ عَمًی}۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۶۷، ص ۲۷۴]

”یاد رکھو کہ یہ قرآن ایسا نصیحت کرنے والا ہے جو فریب نہیں دیتا اور ایسا ہدایت کرنے والا ہے جو گمراہ نہیں کرتا اور ایسا بیان کرنے والا ہے جو جھوٹ نہیں بولتا۔ جو بھی اس کا ہم نشین ہوا وہ ہدایت کو بڑھا کر اور گمراہی وضلالت کو گھٹا کر اس سے الگ ہوا“۔ [1]

خطبہ کے اس حصّہ میں امام علیہ السلام نے قرآن مجید کے چار اوصاف بیان فرمائے ان صفات سے فائدہ اٹھانے کے لئے اور کسی شک وشبہ سے بچنے کے لئے ساتھ تاکید اور توضیح بھی بیان فرمائی تا کہ اطمینان سے کتاب اللہ کی اطاعت کی جا سکے۔

قرآن کی ہم نشینی، دائمی کامیابی

ان میں سے چوتھی صفت میں قرآن مجید کے ساتھ بیٹھنے کی طرف توجہ دلائی۔ یہ دلچسپ تشبیہ ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ بیٹھو اور یہ ایسا بیٹھنے والا ہے کہ آپ اِس سے دو قسم کے فائدے لے کر اٹھو گے۔ ہدایت ورہنمائی کرے گا اور کمزوریوں کو دور کرے گا۔ قرآن مجید کے ساتھ بیٹھنے کا یہ مقصد ہے کہ اُسے پڑھا جائے، سمجھا جائے اور اُس کے فرامین کے مطابق عمل کیا جائے۔ یہ فوائد تبھی حاصل ہوں گے جب کچھ لینے کی نیت سے بیٹھا جائے اور دل کو آمادہ کر کے بیٹھا جائے۔

قرآن جامع ضابطۂ حیات

{وَ اعۡلَمُوۡٓا اَنَّہٗ لَیۡسَ عَلٰی اَحَدٍ بَعۡدَ الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ فَاقَۃٍ، وَ لَا لِاَحَدٍ قَبۡلَ الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ غِنًی۔}۔

”جان لو کہ کسی کو قرآن (کی تعلیمات) کے بعد (کسی اور لائحہ عمل کی) احتیاج نہیں رہتی اور نہ کوئی قرآن سے (کچھ سیکھنے) سے پہلے اس سے بے نیاز ہوسکتا ہے“۔ [2]

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۷۴، ص ۴۸۷]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۷۴، ص ۴۸۷]

قرآن مجید کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے امام علیہ السلام کچھ فضائلِ قرآن کے بعد "آپ کو معلوم ہونا چاہیے" کے الفاظ دُہراتے ہیں اور قرآن مجید کے مزید فضائل بیان کرتے ہیں یہاں امام علیہ السلام وہی الفاظ دُہرا کر فرماتے ہیں۔ جسے قرآن مجید کی ہدایات وراہنمائی اور تعلیمات ودستور العمل مل گیا اور اُس نے قرآن مجید کی اِن تعلیمات سے خود کو متمسک کر لیا اُسے کامیاب وباعزّت زندگی گزارنے کے لیے اور سعادتِ دارین کے حصول کے لیے کسی اور قانون ودستور کی احتیاج نہیں رہتی۔

اس لیے کہ قرآن انسان کے لیے ایسا دستور العمل ہے جسے انسان کے خالق نے نازل کیا اور اس کے معلّم بھی خود معیّن کیے۔ اور جتنے عقلمند مل بیٹھ کر جیسے ہی قوانین بنالیں وہ قرآن سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

بیماریوں سے شفاء اور مصیبتوں میں ناصر ومددگار

{فَاسْتَشْفُوْهُ مِنْ اَدْوَآئِكُمْ، وَ اسْتَعِيْنُوْا بِهٖ عَلٰى لَاْوَآئِكُمْ، فَاِنَّ فِيْهِ شِفَآءً مِنْ اَكْبَرِ الدَّآءِ، وَ هُوَ الْكُفْرُ وَ النِّفَاقُ، وَ الْغَيُّ وَ الضَّلَالُ، فَاسْئَلُوا اللهَ بِهٖ، وَ تَوَجَّهُوْۤا اِلَيْهِ بِحُبِّهٖ، وَ لَا تَسْئَلُوْا بِهٖ خَلْقَهٗ، اِنَّهٗ مَا تَوَجَّهَ الْعِبَادُ اِلَى اللهِ بِمِثْلِهٖ}۔

"اس سے اپنی بیماریوں کی شفا چاہو اور اپنی مصیبتوں پر اس سے مدد مانگو۔ اس میں کفر ونفاق اور ہلاکت وگمراہی جیسی بڑی بڑی مرضوں کی شفا پائی جاتی ہے۔ اس کے وسیلہ سے اللہ سے مانگو اور اس کی دوستی کو لئے ہوئے اس کا رخ کرو اور اسے لوگوں سے مانگنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ یقیناً بندوں کیلئے اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا اس جیسا کوئی ذریعہ نہیں"۔ [1]

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۷۴، ص ۴۸۷]

پھر فرمایا قرآن سے بیماریوں کی شفا چاہو یعنی عقلی امراض جیسے جہل وخرافات اور اخلاقی امراض جیسے کفر ونفاق اور ہلاکت وگمراہی کذب وخیانت کی شفاء قرآن سے ملے گی اور اپنی مصیبتوں اور مشکلوں میں قرآن مجید سے مدد مانگو۔ یعنی معاشرتی و شخصی مشکلوں کا حل قرآنی اصولوں پر عمل کرنے سے ہی ملتا ہے۔ آج کی تیز رفتار زندگی میں انسان جسمانی وروحانی طور پر سکون کے بجائے پریشانیوں میں مبتلا ہے۔ ذہنی امراض بڑے بڑے ممالک میں خطرناک حد تک پھیل چکے ہیں ذہنی امراض پر درجنوں کتابیں لکھی جارہی ہیں اور اس شعبہ کے ماہرین کی بہت اہمیت ہے۔ امام علیہ السلام نے اِن مشکلات کے حل کے طور پر قرآن مجید کو پیش کیا۔ حکومتی نظام کی مشکلات کے لیے بھی بہترین اصول قرآن مجید میں موجود ہے۔

اگلے جملوں میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ سے عفو ورحمت طلب کرنی ہے اور اُس سے کچھ سوال کرنا ہے تو قرآن کو وسیلہ بنا کر اللہ سے سوال کرو۔ یا اللہ نے قرآن میں سوال ودُعا کرنے کے جو طریقے بتائے ہیں اُن کو ذریعہ بناؤ۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ کی طرف توجہ کرنی ہے تو قرآن سے محبت کو وسیلہ بناؤ، اللہ کی توجہ چاہئے ہو تو قرآن سے محبت کو ذریعہ بناؤ خالق کائنات کی توجہ نصیب ہوگی۔ اللہ سبحانہ نے قرآن کو ذکر کہا اور قرآن میں فرمایا کہ اگر مجھے یاد کرو گے تو میں بھی تمہیں یاد کروں گا۔ قرآن سے محبت یہی ہے کہ جو احکام اُس میں بیان ہوئے ہیں اُن پر عمل کیا جائے اور قرآن میں جن افراد یا احکام سے محبت کا حکم دیا گیا ہے اُن سے محبت کریں تو اللہ کی محبت نصیب ہوگی۔

آخری جملہ میں آپ علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ اللہ کے قرب کے حصول اور اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا قرآن سے بہترین ذریعہ کوئی نہیں۔

قرآن شفاعت کا ذریعہ

{وَ اعۡلَمُوۡٓا اَنَّہٗ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ، وَ قَآئِلٌ مُّصَدَّقٌ، وَ اَنَّہٗ مَنۡ شَفَعَ لَہُ الۡقُرۡاٰنُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ شُفِّعَ فِیۡہِ، وَ مَنۡ مَّحَلَ بِہِ الۡقُرۡاٰنُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ صُدِّقَ عَلَیۡہِ}۔

”تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت مقبول اور ایسا کلام کرنے والا ہے (جس کی ہر بات) تصدیق شدہ ہے۔ قیامت کے دن جس کی یہ شفاعت کرے گا وہ اس کے حق میں مانی جائے گی اور اس روز جس کے عیوب بتائے گا تو اس کے بارے میں بھی اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی“ ۔[1]

”تمہیں معلوم ہونا چاہیے“ کا جملہ دُہرا کر امام علیہ السلام نے آخرت میں قرآن کے مقام کو بیان فرمایا۔ قرآن مجید کو شفاعت کنندہ کہا اور ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت اللہ کے ہاں قبول ہے۔ اس جملے سے واضح ہوگیا کہ اللہ کے ہاں شفاعت پیش کی جا سکتی ہے اور اللہ اُسے قبول بھی فرماتا ہے۔ شفاعت کی بحث کے لیے یہ ایک مہم جملہ ہے البتہ یہاں شفاعت کی بحث کو پیش کرنا مقصود نہیں۔

شفاعت قرآن یہ ہے کہ قرآن زبان حال سے گواہی دے گا اور سفارش کرے گا کہ پروردگار فلاں شخص نے میرے اندر درج تیرے احکام کو عملی جامہ پہنایا تھا اور جس سے تو نے روکا تھا وہ اس سے دور رہا تھا تو قرآن کی اس سفارش کو اللہ قبول فرمائے گا اور قرآن جس کے خلاف گواہی دے گا اُس کی مخالفت میں بھی قرآن کی گواہی قبول کی جائے گی۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۷۴، ص ۴۸۷]

قرآن زادِ آخرت

{فَاِنَّهٗ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ: اَلَآ اِنَّ كُلَّ حَارِثٍ مُّبْتَلًى فِیْ حَرْثِهٖ وَ عَاقِبَةِ عَمَلِهٖ غَیْرَ حَرَثَةِ الْقُرْاٰنِ، فَكُوْنُوْا مِنْ حَرَثَتِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ.}۔

”قیامت کے دن ایک ندا دینے والا پکار کر کہے گا کہ: دیکھو! قرآن کی کھیتی بونے والوں کے علاوہ ہر بونے والا اپنی کھیتی اور اپنے اعمال کے نتیجہ میں مبتلا ہے، لہٰذا تم قرآن کی کھیتی بونے والے اور اس کے پیروکار بنو“۔ [1]

پھر امام علیہ السلام نے کھیتی کا لفظ استعمال کیا یعنی جس نے قرآن کی تعلیمات و ہدایات پر عمل کیا گویا اُس نے قرآن کی کھیتی کاشت کی اور محشر کے دن منادی ہوگی کہ تمام لوگ اپنے عمل کی جوابدہی اور محاسبہ کے لئے تیار ہو جاؤ تو ہر شخص اس ندا کو سُن کر غمگین و پریشان ہوگا اور آہ و بکا کرے گا مگر قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے والے مطمئن ہوں گے اور خود کو امن و امان میں سمجھیں گے۔۔ قرآن کے احکامات پر عمل کرنے کی تاکید کرنے کے لئے امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قرآن کی کھیتی والے بنو یعنی اُس کی ہدایات پر عمل کرو۔

قرآن بے مثال نصیحت

{وَ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَمْ یَعِظْ اَحَدًا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ، فَاِنَّهٗ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِیْنُ، وَ سَبَبُهُ الْاَمِیْنُ، وَ فِیْهِ رَبِیْعُ الْقَلْبِ، وَ یَنَابِیْعُ الْعِلْمِ، وَ مَا لِلْقَلْبِ جِلَآءٌ غَیْرُهٗ، مَعَ اَنَّهٗ قَدْ ذَهَبَ الْمُتَذَكِّرُوْنَ، وَ بَقِیَ النَّاسُوْنَ اَوِ الْمُتَنَاسُوْنَ. فَاِذَا رَاَیْتُمْ خَیْرًا فَاَعِیْنُوْا عَلَیْهِ، وَ اِذَا رَاَیْتُمْ شَرًّا فَاذْهَبُوْا عَنْهُ}۔

”بلاشبہ اللہ سبحانہ نے کسی کو ایسی نصیحت نہیں کی جو اس قرآن کے مانند ہو، کیونکہ یہ

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۷۴، ص ۴۸۷]

اللہ کی مضبوط رسی اور امانتدار وسیلہ ہے۔ اسی میں دل کی بہار اور علم کے سرچشمے ہیں اور اسی سے (آئینہ) قلب پر جلا ہوتی ہے، باوجودیکہ یاد رکھنے والے گزر گئے اور بھول جانے والے یا بھلاوے میں ڈالنے والے باقی رہ گئے ہیں۔ اب تمہارا کام یہ ہے کہ بھلائی کو دیکھو تو اسے تقویت پہنچاؤ اور برائی کو دیکھو تو اس سے (دامن بچا کر) چل دو"۔ [1]

خطبہ کے اس حصّہ میں امام علیہ السلام نے پھر قرآن کی عظمت بیان فرمائی۔ فرمایا اللہ نے قرآن جیسا موعظہ کسی کے لیے بیان نہیں کیا۔ یعنی قرآن ایک طرف عظمت کا حامل ہے کہ اللہ کا موعظہ ہے اور اللہ کا موعظہ جیسا کوئی موعظہ نہیں اور ساتھ یہ بھی واضح فرمایا کہ اللہ نے بطور موعظہ جو بھی کتابیں نازل فرمائیں اُن میں سے بھی قرآن جیسا موعظہ کوئی نہیں۔ اس لیے کہ جیسے خاتم الانبیاء جیسا کوئی نبی نہیں اسی طرح آپ پر بھیجی جانے والی کتاب جیسی کوئی کتاب نہیں۔

پھر امام علیہ السلام نے قرآن مجید کے پانچ فضائل بیان فرمائے؛

پہلی فضیلت یہ بیان فرمائی کہ قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ اللہ کے قرب کے حصول اور انسان کے بلندیوں کو پانے کا مظبوط ذریعہ قرآن ہے۔

دوسری فضیلت میں امام علیہ السلام نے قرآن مجید کو اللہ اور اللہ کے بندوں کے درمیان ایسا واسطہ قرار دیا جس میں کوئی غلطی و خطا یا خیانت ممکن نہیں۔

تیسری فضیلت یہ بیان فرمائی کہ قرآن تعلیمات و ہدایات انسان کے دِل کے ساتھ وہی کرتی ہیں جس طرح چمن کے ساتھ موسم بہار کرتا ہے۔ موسم بہار مردہ درختوں کو زندگی، پھلوں اور پھولوں کو تازگی اور چمن میں پرندوں کے نغموں کیلئے چہل پہل کا موقع دیتا ہے۔ قرآنی تعلیمات و آیات بھی قلبِ انسانی کو زندگی، تازگی اور چہک کا موقع دیتی ہیں۔ مردہ دل زندہ ہوتے ہیں اور اُن میں عقیدہ و ایمان اور عمل و اخلاق کے درخت تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۷۴، ص ۴۹۰]

چوتھی فضیلت یہ بیان فرمائی کہ قرآن تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ خُدا کی معرفت تک پہنچانے والے علوم ہوں یا انسانیت کو سنوارنے اور اُسے معراج انسانیت تک پہنچانے والے علوم، انسان کے لئے پیدا کئے گئے زمین وآسمان سے متعلق معلومات ہُوں یا انسان کے لئے مسخر مخلوقات سے فائدہ اٹھانے کے معلومات، سب کا مرکز قرآن ہے۔

پانچویں فضیلت یہ ارشاد فرمائی کہ قرآن کی آیات کی تلاوت، گزشتگان کے واقعات سے عبرت اور قرآن میں تدبر و تفکر سے دل سے غفلت و گناہ کے پردے ہٹ جاتے ہیں اور دلوں کو نورانیت و چمک حاصل ہوتی ہے۔ آخر میں حسرت بھرے جملوں میں فرمایا کہ جو قرآن سے پند ونصیحت لینے والے اور اُس کی ہدایات وتعلیمات کو یاد رکھنے والے اِس دُنیا سے چلے گئے ہیں اور اب قرآن کو بھول جانے والے یا خود کو بھولا ہوا ظاہر کرنے والے یا بھلاوے میں ڈالنے والے رہ گئے۔ انہی جملات میں امام علیہ السلام نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ انسان کی تنزلی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ وہ قرآن کو بھلا بیٹھے ہیں۔

قرآن حجتِ خدا

{فَالْقُرْاٰنُ اٰمِرٌ زَاجِرٌ، وَ صَامِتٌ نَّاطِقٌ. حُجَّةُ اللهِ عَلٰى خَلْقِهٖ، اَخَذَ عَلَيْهِ مِيْثَاقَهُمْ، وَ ارْتَهَنَ عَلَيْهِ اَنْفُسَهُمْ، اَتَمَّ نُوْرَهٗ، وَ اَكْمَلَ بِهٖ دِيْنَهٗ، وَ قَبَضَ نَبِيَّهٗ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ قَدْ فَرَغَ اِلَى الْخَلْقِ مِنْ اَحْكَامِ الْهُدٰى بِهٖ}۔

"قرآن (اچھائیوں کا) حکم دینے والا، برائیوں سے روکنے والا، (بظاہر) خاموش اور (بباطن) گویا اور مخلوقات پر اللہ کی حجت ہے کہ جس پر (عمل کرنے کا) اس نے بندوں سے عہد لیا ہے اور ان کے نفسوں کو اس کا پابند بنایا ہے، اس کے نور کو کامل اور اس کے ذریعہ سے دین کو مکمل کیا

ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں دنیا سے اٹھایا کہ وہ لوگوں کو ایسے احکام قرآن کی تبلیغ کر کے فارغ ہو چکے تھے کہ جو ہدایت و رستگاری کا سبب ہیں"۔ [1]

امام علیہ السلام نے خطبہ کے اِس حصّہ میں قرآن مجید کی نو صفات بیان فرمائیں۔قرآن مجید کو حکم کرنے والا قرار دیا گویا قرآن اللہ کے احکام کا ترجمان ہے اور شر و فساد سے روکنے والا ہے۔لفظ و خط ہونے کے اعتبار سے خاموش ہے مگر سینکڑوں حقائق و اصول کا حامل ہونے اور اُن کی وضاحت کرنے کی بنا پر بولنے والا ہے۔قرآن ہی کے ذریعہ اللہ سبحانہ نے اپنے فیض کو بندوں پر نازل کیا اور قرآن ہی کے ذریعہ اپنے دین کو مکمل کیا۔

بندوں پر اللہ کی طرف سے حجت ہے یعنی اللہ سبحانہ نے قرآن مجید کے ذریعے عقائد و احکام اپنے بندوں کو سکھائے اور قیامت کے دن کوئی شخص یہ عذر پیش نہیں کر سکتا کہ ہمیں معلوم نہیں تھا ۔قرآن بھیج کر سب کے عذر ختم کر دیے۔قرآن ہی کے ذریعہ سے لوگوں سے عہد و میثاق لے لیا کہ تم قرآن پر عمل کرو گے۔اور قرآن ہی کے ذریعہ فرائض و ذمّہ داریاں بیان کیں اور اُن پر عمل کو لازم قرار دیا۔مخلوق ان ذمّہ داریوں کو ادا کر کے بری الذمہ ہو سکتی ہے۔آخر میں واضح فرمایا کہ قرآن کے ان احکام کو پہنچوانے اور کر کے دکھانے کے بعد اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِس دنیا سے اُٹھالیا۔

قرآن کے ۴۲ فضائل

قرآنِ ناطق امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے خطبہ نمبر ۱۹۶ میں قرآنِ صامت کے بیالیس (۴۲) فضائل بیان فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں:

{ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ نُوْرًا لَّا تُطْفَأُ مَصَابِيْحُهٗ، وَ سِرَاجًا

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۸۱، ص ۵۰۹]

لَّا يَخْبُو تَوَقُّدُهٗ، وَ بَحْرًا لَّا يُدْرَكُ قَعْرُهٗ، وَ مِنْهَاجًا لَّا يُضِلُّ نَهْجُهٗ، وَ شُعَاعًا لَّا يُظْلِمُ ضَوْؤُهٗ، وَ فُرْقَانًا لَّا يُخْمَدُ بُرْهَانُهٗ، وَ تِبْيَانًا لَّا تُهْدَمُ اَرْكَانُهٗ، وَ شِفَآءً لَّا تُخْشٰى اَسْقَامُهٗ، وَ عِزًّا لَّا تُهْزَمُ اَنْصَارُهٗ، وَ حَقًّا لَّا تُخْذَلُ اَعْوَانُهٗ}۔

”پھر آپؐ پر ایک ایسی کتاب نازل فرمائی جو (سراپا) نور ہے، جسکی قندیلیں گل نہیں ہوتیں، ایسا چراغ ہے جسکی لو خاموش نہیں ہوتی، ایسا دریا ہے جسکی تھاہ نہیں لگائی جاسکتی، ایسی شاہراہ ہے جس میں راہ پیمائی بے راہ نہیں کرتی، ایسی کرن ہے جس کی چھوٹ مدہم نہیں پڑتی، وہ ایسا (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والا ہے جسکی دلیل کمزور نہیں پڑتی، ایسا کھول کر بیان کرنیوالا ہے جسکے ستون منہدم نہیں کئے جاسکتے، وہ (سراسر) شفا ہے جسکے ہوتے ہوئے (روحانی) بیماریوں کا کھٹکا نہیں، وہ (سرتاسر) عزت وغلبہ ہے جس کے یار ومددگار شکست نہیں کھاتے، وہ (سراپا) حق ہے جس کے معین ومعاون بے مدد چھوڑے نہیں جاتے“۔ [1]

امیر المومنین علیہ السلام کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کا ساتھی و ہم وزن قرار دیا۔ قرآن کی عظمت واہمیت قرآن کا ساتھی ہی بتا سکتا ہے۔ یہ خطبہ قرآن مجید کے سب سے زیادہ فضائل پر مشتمل ہے۔ امام علیہ السلام نے معرفت خدا کے چند دقیق جملوں کے بعد تقویٰ کی اہمیت، اسلام کی عظمت اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے مقصد کو بیان فرمایا۔ اس خطبہ کا آخری حصّہ قرآن مجید کے بیالیس فضائل پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید کے اس انداز سے صفات وامتیازات بیان کرنے عام آدمی کے بس کی بات ہی نہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ذکر کے بعد

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۹۶، ص ۵۸۳]

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: "اَنْزَلَ عَلَیْهِ الْکِتَابَ" پھر اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک ایسی کتاب نازل فرمائی اور یہاں سے اُسی کتاب کے اوصاف بیان کرنا شروع کیے۔ پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ قرآن ایسا نور ہے جس کی چمک و روشنی کبھی بجھتی نہیں۔ نور کی صفت قرآن مجید کے لیے خود قرآن میں استعمال ہوئی ہے۔

﴿قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ﴾۔

"بتحقیق تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے"۔ [1]

اور اس کی روشنی کبھی گل نہیں ہوتی یہ اشارہ ہے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی اُس ضمانت کی طرف جہاں قرآن کی حفاظت کے بارے میں فرمایا:

﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ﴾۔

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ (کی پھونکوں) سے اللہ کے نور کو بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا"۔ [2]

امام علیہ السلام نے قرآن مجید کے جو بیالیس (۴۲) اوصاف یہاں بیان فرمائے ہر ایک کی بنیاد قرآن مجید کے الفاظ و مفاہیم سے ماخوذ ہے۔ اگر ان اوصاف کو قرآنی لغات کے حل کے ساتھ اور قرآنی آیات کے نمونے پیش کر کے لکھا جائے تو ایک مفصّل کتاب بنتی ہے جبکہ اس تحریر کو یہاں مختصر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تفصیل کے لیے نہج البلاغہ کی شرح "پیام امام" آیۃ اللہ العظمیٰ آقای ناصر مکارم شیرازی دام ظلہ اور "منہاج البراعۃ" علّامہ مرزا حبیب اللہ خوئی کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

---

[1] سورۂ مائدہ: آیہ ۱۵۔

[2] سورۂ صف: آیہ ۸۔

امام علیہ السلام نے قرآن کو نور، مصباح، ضیاء، سراج ومنہاج وبحر جیسی تشبیہات سے یاد فرمایا جس میں سے ہر ایک کا اپنا اپنا فائدہ اور مقام ہے۔

سراج:

امام علیہ السلام نے قرآن مجید کو سراج کہا۔ قرآن مجید میں لفظ سراج پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لقب کے طور پر بھی استعمال ہوا ہے اور سورج کو سراج کہا گیا۔

﴿جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا﴾۔

"سورج کو چراغ بنایا"۔ [1]

سورج اندھیرے کے بعد روشنی دیتا ہے اور سورج کے ذریعہ بہت سے مبہم وغیر واضح چیزیں پہچانی جاتی ہیں، سورج کے ذریعہ پھل پھول پھلتے پھولتے ہیں اور ایسے درجنوں فوائد سورج سے حاصل ہوتے ہیں۔ قرآن کو امام علیہ السلام نے سورج سے تشبیہ دی تو قرآن سے بھی ایسے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

بحر:

قرآن مجید کو امام علیہ السلام نے بحر کہا جو قرآن میں موجود لاتعداد اسرار ورموز کی طرف اشارہ ہے۔ ہر کوئی جیسے سمندر کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا اسی طرح ہر کسی کو قرآن کے بطون تک رسائی نہیں ہوتی۔ جیسے دریا کے ظاہر کے عام آدمی کے لیے کئی فوائد ہیں قرآن مجید سے اسی طرح عام آدمی بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے کوئی دریا کے کنارے بیٹھ کر اُس کی ٹھنڈک محسوس کرتا ہے اور کوئی اس میں غوطہ زن ہو کر لعل وجواہر نکال لاتا ہے۔ کوئی دریا کے پانی سے چند گھونٹ لے کر اپنی پیاس بجھاتا ہے تو کوئی اپنے عقل وشعور اور محنت وکوشش سے اُسی دریا سے نہریں نکال کر بنجر زمینوں اور دور دراز کے مکینوں کی سیرابی کا وسیلہ بن جاتا ہے۔

---

[1] سورۂ نوح: آیہ ۱۶۔

منہاج:

چوتھے جملے میں امام علیہ السلام نے منہاج کا لفظ استعمال کیا۔ منہاج یعنی ایسا واضح و سیدھا راستہ جس میں بھٹکنے اور گمراہ ہونے کا خطرہ نہ ہو۔

فرقان:

پانچویں جملے میں قرآن مجید کو فرقان کہا یعنی جب بات حق و باطل میں الجھ جائے تو جو قرآن کے مطابق ہو وہ حق ہوگا اور جو قرآن کے مخالف ہوگا وہ باطل ہوگا۔ اس سے اعتبار سے قرآن حق و باطل کو الگ کرتا ہے اور خود قرآن اپنے لئے کہتا ہے۔

﴿تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا﴾۔

"بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ سارے جہاں والوں کے لیے انتباہ کرنے والا ہو"۔ [1]

بنیاد:

ایک اور صفت میں امام علیہ السلام نے قرآن مجید کو بنیاد سے تشبیہ دی جس کے ستون بڑے محکم ہیں۔ یعنی قرآن کی تعلیمات پر کوئی عمل پیرا ہو تو قرآن گویا اُس کی زندگی کا سائبان ہے اور اُس میں سکون و آرام سے وقت گزار سکتا ہے۔

(ب) قرآن کے ۴۲ فضائل

{فَھُوَ مَعۡدِنُ الۡاِیۡمَانِ وَ بُحۡبُوحَتُہٗ، وَ یَنَابِیۡعُ الۡعِلۡمِ وَ بُحُوۡرُہٗ، وَ رِیَاضُ الۡعَدۡلِ وَ غُدۡرَانُہٗ، وَ اَثَافِیُّ الۡاِسۡلَامِ وَ بُنۡیَانُہٗ، وَ اَوۡدِیَۃُ الۡحَقِّ وَ غِیۡطَانُہٗ، وَ بَحۡرٌ لَّا یَنۡزِفُہٗ

[1] سورۂ فرقان: آیہ ا۔

الْمُسْتَنْزِفُوْنَ، وَ عُيُوْنٌ لَّا يُنْضِبُهَا الْمَاتِحُوْنَ، وَ مَنَاهِلُ لَا يُغِيْضُهَا الْوَارِدُوْنَ، وَ مَنَازِلُ لَا يَضِلُّ نَهْجَهَا الْمُسَافِرُوْنَ، وَ اَعْلَامٌ لَّا يَعْمٰى عَنْهَا السَّآئِرُوْنَ، وَ اٰكَامٌ لَّا يَجُوْزُ عَنْهَا الْقَاصِدُوْنَ}۔

”وہ ایمان کا معدن اور مرکز ہے، اس سے علم کے چشمے پھوٹتے اور دریا بہتے ہیں، اس میں عدل کے چمن اور انصاف کے حوض ہیں، وہ اسلام کا سنگ بنیاد اور اس کی اساس ہے، حق کی وادی اور اس کا ہموار میدان ہے، وہ ایسا دریا ہے کہ جسے پانی بھرنے والے ختم نہیں کر سکتے، وہ ایسا چشمہ ہے کہ پانی اُلچنے والے اسے خشک نہیں کر سکتے، وہ ایسا گھاٹ ہے کہ اس پر اترنے والوں سے اس کا پانی گھٹ نہیں سکتا، وہ ایسی منزل ہے کہ جس کی راہ میں کوئی راہرو بھٹکتا نہیں، وہ ایسا نشان ہے کہ چلنے والے کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا، وہ ایسا ٹیلہ ہے کہ حق کا قصد کرنے والے اس سے آگے گزر نہیں سکتے“۔ [1]

یہاں امام علیہ السلام نے مزید گیارہ اوصافِ قرآن بیان فرمائے۔ قرآن کو ایمان کا معدن اور علم کا منبع اور عدل کے باغ جیسے اوصاف سے یاد فرمایا۔

طوالت کے خوف سے ان اوصاف کی وضاحت کے بجائے ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(ج) قرآن کے ۴۲ فضائل

{جَعَلَهُ اللّٰهُ رِيًّا لِّعَطَشِ الْعُلَمَآءِ، وَ رَبِيْعًا لِّقُلُوْبِ الْفُقَهَآءِ، وَ مَحَاجَّ لِطُرُقِ الصُّلَحَآءِ، وَ دَوَآءً لَّيْسَ بَعْدَهٗ دَآءٌ، وَ نُوْرًا

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۹۶، ص ۵۸۳]

لَّيْسَ مَعَهٗ ظُلْمَةٌ، وَ حَبْلًا وَّثِيْقًا عُرْوَتُهٗ، وَ مَعْقِلًا مَّنِيْعًا ذِرْوَتُهٗ، وَ عِزًّا لِّمَنْ تَوَلَّاهُ، وَ سِلْمًا لِّمَنْ دَخَلَهٗ، وَ هُدًى لِّمَنِ ائْتَمَّ بِهٖ، وَ عُذْرًا لِّمَنِ انْتَحَلَهٗ، وَ بُرْهَانًا لِّمَنْ تَكَلَّمَ بِهٖ، وَ شَاهِدًا لِّمَنْ خَاصَمَ بِهٖ، وَ فَلْجًا لِّمَنْ حَاجَّ بِهٖ، وَ حَامِلًا لِّمَنْ حَمَلَهٗ، وَ مَطِيَّةً لِّمَنْ اَعْمَلَهٗ، وَ اٰيَةً لِّمَنْ تَوَسَّمَ، وَ جُنَّةً لِّمَنِ اسْتَلْاَمَ، وَ عِلْمًا لِّمَنْ وَّعٰى، وَ حَدِيْثًا لِّمَنْ رَّوٰى، وَ حُكْمًا لِّمَنْ قَضٰى }۔

"اللہ نے اسے عالموں کی تشنگی کیلئے سیرابی، فقیہوں کے دلوں کیلئے بہار اور نیکوں کی رہ گزر کیلئے شاہراہ قرار دیا ہے۔ یہ ایسی دوا ہے کہ جس سے کوئی مرض نہیں رہتا، ایسا نور ہے جس میں تیرگی کا گزر نہیں، ایسی رسی ہے کہ جس کے حلقے مضبوط ہیں، ایسی چوٹی ہے کہ جس کی پناہ گاہ محفوظ ہے۔ جو اس سے وابستہ ہو اس کیلئے سرمایۂ عزت ہے، جو اس کی حدود میں داخل ہو اس کیلئے پیغامِ صلح و امن ہے، جو اس کی پیروی کرے اس کیلئے ہدایت ہے، جو اسے اپنی طرف نسبت دے اس کیلئے حجت ہے، جو اس کی رُو سے بات کرے اس کیلئے دلیل و برہان ہے، جو اس کی بنیاد پر بحث و مناظرہ کرے اس کیلئے گواہ ہے، جو اسے حجت بنا کر پیش کرے اس کیلئے فتح و کامرانی ہے، جو اس کا بار اٹھائے یہ اس کا بوجھ بٹانے والا ہے، جو اسے اپنا دستور العمل بنائے اس کیلئے مرکب (تیز گام) ہے، یہ حقیقت شناس کیلئے ایک واضح نشان ہے، جو (ضلالت سے ٹکرانے کیلئے) سلاح بند ہو اس کیلئے سپر ہے، جو اس کی ہدایت کو گرہ میں باندھ لے اس کیلئے علم و دانش ہے، بیان کرنے والے کیلئے

بہترین کلام اور فیصلہ کرنے والے کیلئے قطعی حکم ہے"۔ [1]

اس تیسرے حصہ میں امام علیہ السلام نے اکیس فضائل قرآن بیان فرمائے۔ علماء کی علمی پیاس بجھانے کے لیے قرآن مجید کو سیرابی کا ذریعہ اور چشمہ قرار دیا، فقہاء کے لئے بہار قرار دیا۔ بہار میں ہر طرف سبزہ و پھول اور خوشبو ہوتی ہے۔ طبیعت سکون و آرام محسوس کرتی ہے۔ فقہاء جب قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں اور دین کو گہرائی سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں تو قرآن مجید میں اُنہیں علم و حکمت کے پھول اور اخلاقیات کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ یُوں وہ قرآن کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارتے ہیں اور روحانی طور پر اپنی زندگی میں سکون پاتے ہیں امام علیہ السلام نے جس دقیق انداز اور خوبصورت الفاظ سے قرآن کی تعریف کی ہے اس سے یقیناً قرآن مجید سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور جب کلام خُدا سے محبت بڑھے گی تو اس کی تعلیمات و احکامات پر محبت کے ساتھ عمل بڑھے گا اور یُوں انسان اللہ کی کتاب پر عمل کرتے ہوئے اُس کا قرب حاصل کرے گا اور اُس کی بندگی کی بلند منزلوں کو حاصل کرے گا۔

قرآن سرچشمہ علوم

{وَ فِي الْقُرْاٰنِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ، وَ خَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ، وَ حُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ}۔

"قرآن میں تم سے پہلے کی خبریں تمہارے بعد کے واقعات اور تمہارے درمیانی حالات کے لیے احکام ہیں"۔ [2]

اس فرمان میں امام علیہ السلام نے قرآن مجید کی اہمیت اور وسعت علوم کی طرف توجہ دلائی۔ آپ علیہ السلام نے قرآن مجید کے تین پہلو بیان فرمائے۔ گزشتہ قوموں اور انبیاء کا اور اُن کی زندگیوں

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۹۶، ص ۵۸۳]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۳۱۳، ص ۹۲۷]

کا اُتار چڑھاؤ کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ بے شمار تجربات اور سینکڑوں عبرت انگیز واقعات اس میں بیان ہوئے ہیں۔ آئندہ اس دنیا میں پیش آنے والے حالات اور موت کے بعد کے تذکرے یُوں قرآن نے بیان کئے جیسے انسان اُن مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ قرآن مجید کا ایک ایک وسیع موضوع انسان کے زندگی گزارنے کے اصولوں کا بیان ہے جنہیں اپنا کر انسان کمال وسعادت کو حاصل کر سکتا ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں یہ سب علوم قرآن میں موجود ہیں۔ اور نہج البلاغہ خطبہ ۱۵۶ میں فرمایا کہ میں آپ کو اس کی خبر دوں گا۔ یعنی قرآن کے اِن علوم کی تشریح وتفسیر کے معلّم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ثقلین کے مطابق اہل بیت علیہم السلام ہیں۔

☆☆☆☆☆

مبحث دوم:

قرآن
اور
اہل بیت علیہم السّلام

قرآن اور اہلِ بیت علیہم السلام

قبل ازیں جیسا کہ تمہید میں واضح کیا جا چکا ہے کہ قرآنِ مجید کے اولین معلم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اللہ تعالی نے وارثانِ قرآن علیہم السلام کا اجمالی تعارف ان الفاظ میں کروایا:

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾۔

"ہم نے (علم) کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا ہے جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا"۔[1]

اور ان منتخب ہستیوں کا تعارف سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیثِ ثقلین کے ذریعے ان الفاظ میں کروایا:

"اِنِّیْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِیْ اَهْلَ بَيْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَبَدًا وَ اِنَّهُمَا لَنْ يَّفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ" (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)۔

"میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اللہ کی کتاب اور میری عترت، میرے اہل بیت علیہم السلام۔ اگر تم ان دونوں سے وابستہ رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر نہ پہنچ جائیں"۔[2]

اسی طرح حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے بھی نہج البلاغہ میں مختلف مقامات پر قرآنِ مجید اور

---

[1] سورۂ فاطر: آیہ ۳۲۔

[2] المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۶۰۔ الاحتجاج، ج ۲، ص ۵۱۸۔

اہل بیت علیہم السلام کے تعلق کو بیان فرمایا ہے۔

اہل بیت علیہم السلام علم الٰہی کے مخزن ہیں

ایک مقام پر اہل بیت علیہم السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

{هُمْ مَوْضِعُ سِرِّهِ، وَلَجَأُ أَمْرِهِ، وَعَيْبَةُ عِلْمِهِ، وَمَوْئِلُ حِكَمِهِ، وَكُهُوفُ كُتُبِهِ، وَجِبَالُ دِيْنِهِ}۔

"وہ سرِ خدا کے امین اور اس کے دین کی پناہ گاہ ہیں، علمِ الٰہی کے مخزن اور حکمتوں کے مرجع ہیں، کتب (آسمانی) کی گھاٹیاں اور دین کے پہاڑ ہیں"۔[1]

گویا امیر المومنین علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ اہل بیت علیہم السلام دین کی اساس و بنیاد اور اس کی زندگی و بقاء کا سہارا ہیں۔ وہ علم یقین کے ایسے محکم ستون ہیں کہ شکوک وشبہات کے طوفانوں کا دھارا موڑ سکتے ہیں اور نہ صرف قرآنِ مجید بلکہ تمام کتبِ آسمانی کے عالم و معلم ہیں اور علومِ الٰہیہ کے خزینہ دار ہیں۔

قرآن و عترتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

{﴿فَأَيْنَ تَذْهَبُوْنَ﴾ وَ﴿أَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾! وَالْأَعْلَامُ قَائِمَةٌ، وَالْاٰيَاتُ وَاضِحَةٌ، وَالْمَنَارُ مَنْصُوْبَةٌ. فَأَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ؟ بَلْ كَيْفَ تَعْمَهُوْنَ وَبَيْنَكُمْ عِتْرَةُ نَبِيِّكُمْ؟ وَهُمْ أَزِمَّةُ الْحَقِّ، وَأَعْلَامُ الدِّيْنِ، وَأَلْسِنَةُ الصِّدْقِ! فَأَنْزِلُوْهُمْ بِأَحْسَنِ مَنَازِلِ الْقُرْاٰنِ، وَرِدُوْهُمْ وُرُوْدَ الْهِيْمِ الْعِطَاشِ}۔

"اب تم کہاں جا رہے ہو؟ اور تمہیں کدھر موڑا جا رہا ہے؟ حالانکہ ہدایت کے جھنڈے بلند، نشانات ظاہر و روشن اور حق کے مینار نصب ہیں اور تمہیں کہاں بہکایا جا رہا ہے اور کیوں ادھر ادھر بھٹک رہے ہو؟ جبکہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۲، ص ۱۰۷]

عترت علیہم السلام تمہارے اندر موجود ہے جو حق کی باگیں، دین کے پرچم اور سچائی کی زبانیں ہیں۔ جو قرآن کی بہتر سے بہتر منزل سمجھ سکو وہیں انہیں بھی جگہ دو اور پیاسے اونٹوں کی طرح ان کے سرچشمہ ہدایت پر اترو“۔ [1]

اس خطبہ کے پہلے دو حصّوں میں امام علیہ السلام نے دو گروہوں، اللہ کے محبوب بندوں اور گمراہ افراد کا تذکرہ کیا۔ یہاں آپ علیہ السلام نے قرآن کے الفاظ میں سوال کو دُہرایا کہ تم کدھر بہک اور بھٹک رہے ہو جبکہ ہدایت کے جھنڈے بلند، نشانات واضح اور مینار نصب ہیں۔ ان علامات کو نہج البلاغہ میں قرآن مجید کے لیے بھی اور اہل بیت علیہم السلام کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ گویا امام علیہ السلام ان تینوں علامات کو ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ قرآن و اہل بیت علیہم السلام جھنڈے، نشانات و مینار ہیں تو آپ پھر کیوں بھٹک رہے ہیں۔ انہی جملات میں پھر سوال کو دُہرا کر امّت کو عترت نبی علیہم السلام کی طرف متوجہ کیا اور اُنہیں حق کی باگیں، دین کے پرچم اور سچائی کی زبانیں قرار دیا۔ تیسرے مرحلے میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں انہیں وہی مقام دو جو قرآن کا بہترین مقام ہے یعنی اہل بیت علیہم السلام کو وہ مقام دو جو قرآن کو دینا ہے یا اہل بیت علیہم السلام کو وہی مقام دو جو قرآن نے اِن کو دیا ہے یہ جملات حقیقت میں حدیث ثقلین کے مفہوم کو پیش کر رہے ہیں۔ جہاں قرآن و اہلبیت علیہم السلام کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ کے لیے ساتھ ساتھ قرار دیا۔ آخری جملے میں آپؑ نے اہل بیت علیہم السلام کے ذریعہ علمی پیاس بجھانے کی تاکید کی۔ کہ جس طرح پیاسا اونٹ تیزی سے پانی کی طرف بڑھتا ہے آپ بھی اہل بیت علیہم السلام کی طرح یُوں ہی بڑھو اور اہل بیت علیہم السلام کے علمی ماخذ کا نام اللہ کی کتاب قرآن ہے اور اہل بیت علیہم السلام اُس قرآن کے معلّم ہیں۔ اہل بیت علیہم السلام دینی و روحانی زندگی کے لیے آب حیات ہیں۔ امام علیہ السلام دعوت دے رہے ہیں کہ مشتاقانہ اور عاشقانہ ان کی طرف پلٹنے کی پیاس پیدا کرو۔

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۸۵، ص ۲۷۸]

حدیث ثقلین

{اَلَمْ اَعْمَلْ فِیْکُمْ بِالثَّقَلِ الْاَکْبَرِ؟! وَ اَتْرُکْ فِیْکُمُ الثَّقَلَ الْاَصْغَرَ؟! وَ رَکَزْتُ فِیْکُمْ رَایَۃَ الْاِیْمَانِ، وَ وَقَفْتُکُمْ عَلٰی حُدُوْدِ الْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ، وَ اَلْبَسْتُکُمُ الْعَافِیَۃَ مِنْ عَدْلِیْ، وَ فَرَشْتُکُمُ الْمَعْرُوْفَ مِنْ قَوْلِیْ وَ فِعْلِیْ، وَ اَرَیْتُکُمْ کَرَآئِمَ الْاَخْلَاقِ مِنْ نَّفْسِیْ. فَلَا تَسْتَعْمِلُوا الرَّاْیَ فِیْمَا لَا یُدْرِکُ قَعْرَہُ الْبَصَرُ، وَ لَا تَتَغَلْغَلُ اِلَیْہِ الْفِکَرُ}۔

"کیا میں نے تمہارے سامنے ثقلِ اکبر (قرآن) پر عمل نہیں کیا اور ثقلِ اصغر (اہلبیت علیہم السلام) کو تم میں نہیں رکھا۔ میں نے تمہارے درمیان ایمان کا جھنڈا گاڑا، حلال و حرام کی حدیں بتائیں اور اپنے عدل سے تمہیں عافیت کے جامے پہنائے اور اپنے قول و عمل سے حسنِ سلوک کا فرش تمہارے لئے بچھا دیا اور تم سے ہمیشہ پاکیزہ اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔ جس چیز کی گہرائیوں تک نگاہ نہ پہنچ سکے اور فکر کی جولانیاں عاجز رہیں اس میں اپنی رائے کو کارفرمانہ کرو"۔ [1]

خطبہ کے اس حصہ میں امام علیہ السلام نے دین کے لیے اپنی خدمات کو بیان فرمایا ہے۔ پہلی خدمت یہ بیان فرمائی کہ میری زندگی کے ہر لمحہ کو دیکھ لو کیا میں نے زندگی بھر ثقل اکبر یعنی قرآن مجید پر تمہارے سامنے عمل نہیں کیا؟ اس سوال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام کی زندگی کا ہر قدم قرآن کے حکم کے مطابق گزرا ہے اور اس فرمان سے یہ بھی مفہوم روشن ہوتا ہے کہ قرآن پر عمل کیسے کرنا ہے اسے جاننے کے لیے امام علیہ السلام کی زندگی کو دیکھ لیا جائے۔

ان کلمات کی تشریح میں علاّمہ مفتی جعفر حسینؒ رقمطراز ہیں:

"ثقلِ اکبر" سے مراد قرآنِ مجید اور "ثقلِ اصغر" سے اہل بیت علیہم السلام مراد ہیں۔ جیسا کہ

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۸۵، ص ۲۷۸]

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاد "اِنِّی تَارِكٌ فِیكُمُ الثَّقَلَیْنِ" میں لفظ "ثقلین" سے قرآنِ مجید و اہل بیت علیہم السلام کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس لفظ سے تعبیر کرنے کے چند وجوہ ہیں:

- پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ تعلیماتِ قرآنِ مجید و سیرتِ اہل بیت علیہم السلام پر عمل پیرا ہونا عموماً طبائع پر ثقیل و گراں گزرتا ہے، اس لئے انہیں "ثقلین" سے تعبیر فرمایا ہے۔
- دوسری وجہ یہ ہے کہ "ثقل" کے معنی سامانِ مسافر کے ہوتے ہیں، جس کے محلِ احتیاج ہونے کی وجہ سے اس کی ہر وقت حفاظت کی جاتی ہے اور چونکہ قدرت نے انہیں قیامت تک باقی و برقرار رکھ کر ان کی حفاظت کا سروسامان کیا ہے، اس لئے انہیں "ثقلین" کہا گیا ہے۔ یا یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راہ پیمائے جادۂ آخرت ہونے کے وقت انہیں اپنا متاعِ بے بہا قرار دے کر اُمت سے ان کی حفاظت چاہی ہے۔
- تیسری وجہ یہ ہے کہ ان کی نفاست و گرانقدری کے پیشِ نظر انہیں "ثقلین" سے یاد کیا گیا ہے، کیونکہ "ثقل" کے معنی نفیس اور پاکیزہ شے کے ہوتے ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چونکہ مقامِ تعبیر میں "کتاب" کی نسبت "اللہ تعالیٰ" کی جانب دی ہے اور "عترت" کی نسبت اپنی طرف، اس لئے حفظِ مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے اُسے "اکبر" اور اسے "اصغر" سے تعبیر فرمایا ہے، ورنہ مقامِ تمسک میں اہمیت کے لحاظ سے دونوں یکساں اور تعمیرِ اخلاق میں افادیت کے لحاظ سے ناطق کا درجہ صامت پر مقدم ہونے میں گنجائشِ انکار نہیں ہے۔[1]

کردار امیر المومنین علیہ السلام اور قرآن مجید

امیر المومنین علیہ السلام اور آئمہ معصومین علیہم السلام کیلئے جو "قرآنِ ناطق" کی تعبیر استعمال کی گئی ہے اس کا سببِ اصلی یہ ہے کہ ان معصوم ہستیوں کی رفتار، گفتار، عمل و سیرت میں قرآنِ صامت کی عملی تفسیر نظر آتی ہے۔ جب خوارج تحکیم نہ ماننے پر اڑ گئے تو امیر المومنین علیہ السلام خود ان کے پڑاؤ کی

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، ص ۲۸۰، ۲۸۱]

طرف تشریف لے گئے اور نیزوں پر قرآنِ صامت بلند ہونے کے فتنہ سے ان کو آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{وَاِنَّ الْکِتَابَ لَمَعِیْ، مَا فَارَقْتُهٗ مُذْ صَحِبْتُهٗ}۔

”اور کتاب خدا میرے ساتھ ہے اور جب سے میرا اس کا ساتھ ہوا ہے میں اس سے الگ نہیں ہوا“۔ [1]

لیکن افسوس کہ لوگ قرآنِ صامت کی شناخت کر سکے، نہ ہی قرآنِ ناطق کی اور فریب کھا گئے حالانکہ جب قرآنِ ناطق کنارہ کشی فرما رہے تھے تو لوگ دونوں کو چھوڑ بیٹھے اور امیر المومنین علیہ السلام کو ساری زندگی اسی بات کا دکھ رہا کہ لوگ ان دونوں ہادیوں (قرآن و علی علیہ السلام) کی معرفت حاصل نہ کر سکے اور گمراہ ہو گئے۔ اسی طرح جب طلحہ و زبیر نے آپ علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد آپ علیہ السلام سے شکایت کی کہ ان سے امورِ حکومت میں کیوں مشورہ نہیں لیا جاتا اور کیوں ان سے امداد کی خواہش نہیں کی جاتی؟! تو اس مقام پر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

{فَلَمَّآ اَفْضَتْ اِلَیَّ نَظَرْتُ اِلٰی کِتَابِ اللّٰهِ وَ مَا وَضَعَ لَنَا، وَ اَمَرَنَا بِالْحُکْمِ بِهٖ فَاتَّبَعْتُهٗ}۔

”چنانچہ جب وہ (خلافت) مجھ تک پہنچ گئی تو میں نے اللہ کی کتاب کو نظر میں رکھا اور جو لائحہ عمل اس نے ہمارے سامنے پیش کیا اور جس طرح فیصلہ کرنے کا اس نے حکم دیا میں اسی کے مطابق چلا“۔ [2]

ترجمانِ قرآن

{وَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اِنَّمَا هُوَ خَطٌّ مَّسْتُوْرٌ بَیْنَ الدَّفَّتَیْنِ، لَا یَنْطِقُ بِلِسَانٍ، وَلَا بُدَّ لَهٗ مِنْ تَرْجُمَانٍ، وَاِنَّمَا یَنْطِقُ عَنْهُ الرِّجَالُ}۔

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۲۰، ص ۳۶۶]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۲۰۳، ص ۵۹۴]

”یہ قرآن دو دفتیوں کے درمیان ایک لکھی ہوئی کتاب ہے کہ جو زبان سے بولا نہیں کرتی۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کیلئے کوئی ترجمان ہو اور وہ آدمی ہی ہوتے ہیں جو اس کی ترجمانی کیا کرتے ہیں“۔ [1]

امام علیہ السلام گزشتہ فرمان کی طرح یہاں بھی اپنا اور قرآن مجید کا تعلق بیان فرما رہے ہیں۔ امام علیہ السلام نے اس فرمان میں ترجمانِ قرآن کی بات کی۔

واضح سی بات ہے اور امام علیہ السلام کے اس باب میں دوسرے فرامین بھی گواہ ہیں کہ آپ علیہ السلام ہی قرآن کے ترجمان ہیں۔

امام علیہ السلام کا قرآن سے ایک تعلق یہی ہے کہ وہ اس کے ترجمان ہیں اور خطبہ ۱۵۶ میں آپ نے بڑے واضح الفاظ میں فرمایا: {اَنۡطِقُ عَنۡهُ} ”قرآن کی طرف سے میں بولنے والا ہوں“۔ اہل اسلام میں قرآن کا ترجمان ہونے کو ایک فضیلت مانا گیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس کو ترجمان القرآن کہا گیا مگر تاریخ شاہد ہے کہ جناب عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میرا علم علی علیہ السلام کے سامنے ایسے ہے جیسے سمندر میں قطرہ۔ اور تاریخ نے یہ واضح الفاظ میں قبول کیا کہ ابن عباس کے علم کا مصدر امام علی علیہ السلام کا علم ہے۔

اہل بیت علیہم السلام ہی راسخون فی العلم ہیں

{اَیۡنَ الَّذِیۡنَ زَعَمُوۡۤا اَنَّهُمۡ ﴿الرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ﴾ دُوۡنَنَا، کَذِبًا وَّ بَغۡیًا عَلَیۡنَا، اَنۡ رَّفَعَنَا اللّٰهُ وَ وَضَعَهُمۡ}۔

”کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو جھوٹ بولتے ہوئے اور ہم پر ستم روا رکھتے ہوئے یہ ادّعا کرتے ہیں کہ وہ راسخون فی العلم ہیں نہ ہم؟ چونکہ اللہ نے ہم کو بلند کیا ہے اور انہیں گرایا ہے“۔ [2]

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۲۳، ص ۳۷۶]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۴۲، ص ۴۰۹]

خطبہ کے اس حصہ میں امام علیہ السلام نے مختلف پہلوؤں سے اپنے فضائل بیان فرمائے۔ ان میں سے سرفہرست آپ کا علم ہے۔ اور قران مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا جہاں ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَ مَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَہٗۤ اِلَّا اللّٰہُ ۘ وَ الرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ﴾؛ "جب کہ اس کی (حقیقی) تاویل تو صرف خدا اور علم میں راسخ مقام رکھنے والے ہی جانتے ہیں"۔

اس آیت میں امام علیہ السلام نے خود کو راسخون فی العلم ثابت کیا اور اگر کسی اور نے یہ دعوی کیا تو امام علیہ السلام نے اسے جھٹلایا۔ گویا علم کے وارث اور راسخون فی القرآن کا مصداق آپؑ ہیں۔ اور اسی مقام علمی کو ہدایت اور خلافت کا معیار بھی قرار دیا۔

{اَنۡ رَّفَعَنَا اللّٰهُ وَ وَضَعَهُمۡ}۔ "اللہ نے ہمیں بلند کیا ہے اور انہیں گرایا ہے"۔ اس جملہ میں امام علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ علم وہ میراث ہے جس سے انسان کو اللہ کے ہاں بلندی و رفعت ملتی ہے اور یہ ہمیں نصیب ہے۔ جو ہمارے مقابلے میں آئے گا اسے ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا اس لئے کہ ہمیں یہ مقام اللہ نے دیا ہے کوئی ہم سے چھین نہیں سکتا۔

اہل بیت علیہم السلام علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں

{وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّكُمۡ لَنۡ تَعۡرِفُوا الرُّشۡدَ حَتّٰی تَعۡرِفُوا الَّذِیۡ تَرَكَهٗ، وَ لَنۡ تَاۡخُذُوۡا بِمِیۡثَاقِ الۡكِتَابِ حَتّٰی تَعۡرِفُوا الَّذِیۡ نَقَضَهٗ، وَ لَنۡ تَمَسَّكُوۡا بِهٖ حَتّٰی تَعۡرِفُوا الَّذِیۡ نَبَذَهٗ. فَالۡتَمِسُوۡا ذٰلِكَ مِنۡ عِنۡدِ اَهۡلِهٖ، فَاِنَّهُمۡ عَیۡشُ الۡعِلۡمِ، وَ مَوۡتُ الۡجَهۡلِ، هُمُ الَّذِیۡنَ یُخۡبِرُكُمۡ حُكۡمُهُمۡ عَنۡ عِلۡمِهِمۡ، وَ صَمۡتُهُمۡ عَنۡ مَّنۡطِقِهِمۡ، وَ ظَاهِرُهُمۡ عَنۡ بَاطِنِهِمۡ، لَا یُخَالِفُوۡنَ الدِّیۡنَ وَ لَا یَخۡتَلِفُوۡنَ فِیۡهِ، فَهُوَ بَیۡنَهُمۡ شَاهِدٌ صَادِقٌ، وَ صَامِتٌ نَّاطِقٌ}۔

"تم ہدایت کو اس وقت تک نہ پہچان سکو گے جب تک اس کے چھوڑنے والوں کو نہ پہچان لو اور قرآن کے عہد و پیمان کے پابند نہ رہ سکو گے جب تک اس کے توڑنے

والے کو نہ جان لو اور اس سے وابستہ نہیں رہ سکتے جب تک اسے دور پھینکنے والے کی شناخت نہ کرلو۔ جو ہدایت والے ہیں انہی سے ہدایت طلب کرو۔ وہی علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا (دیا ہوا) ہر حکم ان کے علم کا اور ان کی خاموشی ان کی گویائی کا پتہ دے گی اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا آئینہ دار ہے۔ وہ نہ دین کی مخالفت کرتے ہیں نہ اسکے بارے میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ دین ان کے سامنے ایک سچا گواہ ہے اور ایک ایسا بے زبان ہے جو بول رہا ہے"۔ [1]

امام علیہ السلام نے اِس خطبہ کے اس حصہ میں انسان کے لئے راہِ نجات کا ایک مخصوص طریقہ بیان فرمایا۔ فرمایا جو اللہ و ہدایت اور حق کو پہچاننا چاہیں اور قرآن کے عہد و پیمان سے وفادار رہنا چاہیں۔ وہ اِن راہوں سے بھٹک جانے والوں کو پہچانیں کہ وہ کیوں اور کیسے بھٹک گئے تاکہ خود بھٹکنے سے محفوظ رہیں اور اُس سے متصل رہ سکیں۔

یہ صحیح و غلط اور حق و باطل کو پہچاننے کا ایک مہم اصول ہے۔ مشہور اصول ہے کہ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں روشنی کی پہچان اور اہمیت اندھیرے و تاریکی کے احساس کے بعد ہی ہوگی۔ امام علیہ السلام نے اسی اصول کی طرف متوجہ کیا۔ آپ علیہ السلام نے آخر میں اِس تمسک کا ایک مضبوط ذریعہ واضح فرمایا اور وہ حدیث ثقلین کے مطابق اہل بیت علیہم السلام ہیں۔ امام علیہ السلام نے پھر اہل بیت علیہم السلام کے متعدد اوصاف بیان فرمائے تاکہ یقین کے ساتھ یہ تمسک قائم کیا جاسکے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل بیت علیہم السلام علم کی زندگی اور جہالت کی موت کا سبب ہیں یعنی علم کا وجود اور علم سے استفادہ و انتفاع اہل بیت علیہم السلام ہی کے ذریعہ ہے۔

تو وہ خاندان جو محور و مرکزِ قرآن ہے اور قرآنِ مجید جو ان کے علم و فضیلت کا خود شاہد ہے کیا قرآن فہمی اور تفسیرِ قرآن مجید کیلئے اہل بیت علیہم السلام کے دروازے سے بہتر کوئی دروازہ ہوسکتا ہے؟

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۴۵، ص ۴۱۶]

قرآن اور آل محمد علیہم السلام

{فِيْهِمْ كَرَآئِمُ الْقُرْاٰنِ، وَ هُمْ كُنُوْزُ الرَّحْمٰنِ}۔

"(آل محمد علیہم السلام) انہی کے بارے میں قرآن کی نفیس آیتیں اتری ہیں اور وہ اللہ کے خزینے ہیں"۔ [1]

اس خطبہ میں فضائل اہل بیت علیہم السلام کے نہایت ہی عظیم جملات ہیں۔ ابن ابی الحدید نے اس خطبہ کی شرح میں عظمتِ اہل بیت علیہم السلام کی چوبیس (۲۴) احادیث نقل کی ہیں۔ ان دو جملوں میں امام علیہ السلام نے اہل بیت علیہم السلام کے قرآن سے تعلّق کو بیان فرمایا۔

{فِيْهِمْ كَرَآئِمُ الْقُرْاٰنِ}۔ یعنی قرآن کریم کی عظیم آیات اِن کی عظمت وفضیلت میں بیان ہوئی ہیں۔ اور اِن کی زندگی وسیرت میں آیاتِ الٰہیہ کے احکامات پر عمل واضح نظر آتا ہے۔

{وَ هُمْ كُنُوْزُ الرَّحْمٰنِ}۔ خزانہ یعنی وہ محل وجگہ جہاں قیمتی سرمایہ کو محفوظ کیا جاتا ہے اور اکٹھا کیا جاتا ہے۔ اللہ نے آئمہ علیہم السلام کو اپنے نفیس وقیمتی علوم اور کمالات کا خزانہ بنایا ہے۔ اللہ نے اُنہیں قرآن جیسی کتاب علم کا خزانہ بنایا اور علم، حلم، سخاوت، شجاعت اور عدالت جیسے کمالات کا منبع ومرکز قرار دیا ہے۔ اکثر شارحین نے لکھا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام علمِ الٰہی کے خزانے ہیں اور قرآن علم الٰہی کا ایک قیمتی نمونہ ہے تو اُس کا خزانہ بھی یہی ہیں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام شام کی مسجد اموی میں یزید کے سامنے جو خطبہ بیان فرمایا اُس میں اِن فضائل کو اللہ کی عطا قرار دیا۔

"أُعْطِيْنَا الْعِلْمَ وَالْحِلْمَ وَالسَّمَاحَةَ وَالْفَصَاحَةَ وَالشَّجَاعَةَ وَالْمَحَبَّةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ"۔

"اللہ نے ہمیں علم، حلم، سخاوت، فصاحت، شجاعت اور مومنین کے دلوں کی محبت سے

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۵۲، ص ۴۳۱]

نوازا ہے“۔ [1]

حضرت علی علیہ السلام ترجمان قرآن

{ذٰلِكَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَنْطِقُوْهُ، وَلَنْ يَّنْطِقَ، وَلٰكِنْ اُخْبِرُكُمْ عَنْهُ}۔

”اس کتاب سے پوچھو لیکن یہ بولے گی نہیں، البتہ میں تمہیں اس کی طرف سے خبر دیتا ہوں“۔ [2]

گویا کہ امیر المومنین علیہ السلام اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ قرآنِ مجید کیلئے ترجمان کا ہونا لازم ہے اور عقلی طور پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ صاحبِ عصمت وطہارت ہوتا کہ وہ وارثِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور معلمِ قرآن ہونے کے ناطے قرآنِ مجید کی تفسیر وتشریح لوگوں کے سامنے بیان کر سکے اور اس کے ظواہر اور بواطن کو لوگوں کے سامنے کھول کے بیان کر سکے۔

حضرت علی علیہ السلام معلّمِ قرآن

{اِنَّهٗ لَا يَخْرُجُ اِلَيْكُمْ مِنْ اَمْرِيْ رِضًى فَتَرْضَوْنَهٗ، وَ لَا سَخَطٌ فَتَجْتَمِعُوْنَ عَلَيْهِ، وَ اِنَّ اَحَبَّ مَاۤ اَنَا لَاقٍ اِلَيَّ الْمَوْتُ! قَدْ دَارَسْتُكُمُ الْكِتَابَ، وَ فَاتَحْتُكُمُ الْحِجَاجَ، وَ عَرَّفْتُكُمْ مَاۤ اَنْكَرْتُمْ، وَ سَوَّغْتُكُمْ مَا مَجَجْتُمْ، لَوْ كَانَ الْاَعْمٰى يَلْحَظُ، اَوِ النَّآئِمُ يَسْتَيْقِظُ!}۔

”تم تو میرے کسی فرمان پر راضی ہوتے اور نہ اس پر متحد ہوتے ہو، چاہے وہ تمہارے جذبات کے موافق ہو یا مخالف۔ میں جن چیزوں کا سامنا کرنے والا ہو ں ان میں سب سے زیادہ محبوب مجھے موت ہے۔ میں نے تمہیں قرآن کی تعلیم دی اور دلیل وبرہان سے تمہارے درمیان فیصلے کئے اور ان چیزوں سے تمہیں روشناس

---

[1] نفس المھموم، ص ۲۶۱۔

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۵۶، ص ۴۴۳]

کیا جنہیں تم نہیں جانتے تھے اور ان چیزوں کو تمہارے لئے خوشگوار بنایا جنہیں تم تھوک دیتے تھے۔ کاش کہ اندھے کو کچھ نظر آئے اور سونے والا (خوابِ غفلت سے) بیدار ہو"۔ [1]

امام علیہ السلام نے اس خطبہ میں اپنے سامنے موجود افراد کی سخت الفاظ میں مذمّت کی اور اُن کے سامنے اپنی دینی خدمات کا ذکر کیا۔ امام علیہ السلام نے جن اسباب کی وجہ سے مذمّت کی اُن میں سے تفرقہ اور لوگوں کی آپ علیہ السلام کی اطاعت سے دوری ہے۔ یہ خطبہ اُن خطبات میں سے ہے جن کے ہر جملے میں امام علیہ السلام کی مظلومیت کی صدا سُنائی دیتی ہے۔ اِس خطبہ میں امام علیہ السلام نے اپنی جس خدمت کا ذکر فرمایا اُن میں سے پہلی چیز یہ بیان فرمائی کہ میں نے تمہیں قرآن کی تعلیم دی۔ میں نے تمہارے لیے ارشاد وہدایت کی ہر ممکن کوشش کی۔ مگر تم سب نے اندھوں کی طرح برتاؤ کیا۔ یعنی جو راہ میں دکھا رہا تھا اُس پر چلنے کی کوشش ہی نہیں کی اور میری راہنمائی پر تم نے یہ سلوک کیا جیسے خوابِ غفلت میں مبتلا فرد ہو جسے کچھ سُنائی اور دکھائی نہیں دیتا۔ کاش تم دیکھنے والے بن جاتے اور خوابِ غفلت سے جاگ جاتے۔

امام علیہ السلام تعلیم وتدریس قرآن کی طرف متوجہ فرمارہے ہیں کہ اگر تم نے قرآن کی تعلیم حاصل کی ہوتی اور احکام قرآن کو مانا ہوتا تو جس طرح قرآن اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اسی طرح اولی الامر کے حکم کی اطاعت بھی فرض قرار دیتا ہے تو تم امام و اولی الامر کی اطاعت کرتے۔

حضرت علی علیہ السلام اور نورِ وحی

امیر المومنین علیہ السلام شاہدِ وحی ہیں۔ شاہد اہل بیت علیہم السلام اور قرآنِ مجید کے لازم وملزوم ہونے کی وجہ سے ہیں۔ نزولِ قرآن کا پہلا شاہد بھی اہل بیت علیہم السلام کا فرد ہے اور آخری نافذ کرنے والا

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۷۸، ص ۴۹۵]

بھی اہل بیت علیہم السلام کا فرد ہوگا۔ تبھی تو امیر المومنین علیہ السلام اپنے مشہور و معروف خطبۂ قاصعہ میں ارشاد فرماتے ہیں؛

{اَرٰی نُوْرَ الْوَحْیِ وَ الرِّسَالَۃِ، وَ اَشُمُّ رِیْحَ النُّبُوَّۃِ.وَ لَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّۃَ الشَّیْطٰنِ حِیْنَ نَزَلَ الْوَحْیُ عَلَیْہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا ھٰذِہِ الرَّنَّۃُ؟ فَقَالَ: ”ھٰذَا الشَّیْطٰنُ قَدْ اَیِسَ مِنْ عِبَادَتِہٖ. اِنَّكَ تَسْمَعُ مَآ اَسْمَعُ، وَ تَرٰی مَآ اَرٰی، اِلَّآ اَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِیٍّ، وَ لٰکِنَّكَ وَزِیْرٌ، وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خَیْرٍ“}۔

”میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ جب آپؐ پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی جس پر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! یہ آواز کیسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے۔ (اے علی علیہ السلام!) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو“۔ [1]

یہ خطبہ نہج البلاغہ کا سب سے طولانی خطبہ ہے۔ اس خطبہ کے آخر میں امام علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے تعلّق کو تفصیل سے بیان فرمایا۔ اس تعلق میں سے غار حراء میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہونا اور وحی کے نور کو دیکھنا اور پہلی وحی کے وقت شیطان کی چیخ سننا، اس موضوع سے متعلّق مفاہیم ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ ”(اے علی علیہ السلام) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو“ واضح کرتا ہے کہ جیسے علی علیہ السلام نور وحی کو دیکھتے تھے ایسے ہی صدائے وحی کو سنتے بھی تھے یہ قرآن سے بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی امام علیہ السلام کے تعلّق کو بیان کرتا ہے اور یہ مقام آپ علیہ السلام ہی کو حاصل ہے کائنات میں کسی اور کو نصیب نہیں۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۹۰، ص ۵۵۹]

حضرت علی علیہ السلام اور تمسک قرآن

{ مُتَمَسِّكُونَ بِحَبْلِ الْقُرْآنِ }۔

"خدا کی رسی سے وابستہ ہیں"۔ [1]

اس طویل خطبہ کے آخری حصہ میں امام علیہ السلام نے اپنے تعارف کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ امام علیہ السلام نے مخصوص انداز میں اپنے بارہ اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ اُن میں سے چھٹی صفت قرآن سے متعلق ہے۔ قرآن سے آپ علیہ السلام کا کتنا مضبوط تمسک ہے آپ علیہ السلام کی ساری زندگی اس کی گواہ ہے۔ خود فرمایا: "ایک لحظہ بھی اِس سے الگ نہیں ہوا"۔

جس انداز میں یہ گھرانا حبل قرآن سے متمسک ہے ایسا کوئی نہیں بلکہ یہ اس حبل قرآن کا حصہ ہیں اور حدیث ثقلین اس کا ثبوت ہے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام اور احیاء قرآن وسنت

امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت حجت علیہ السلام کے ظہور کی پیشین گوئی اور آخری زمانے کے فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{ وَيَعْطِفُ الرَّأْيَ عَلَى الْقُرْآنِ إِذَا عَطَفُوا الْقُرْآنَ عَلَى الرَّأْيِ }۔

"وہ ان کی رایوں کو قرآن کی طرف پھیرے گا جب کہ انہوں نے قرآن کو (توڑ مروڑ کر) قیاس ورائے کے ڈھرے پر لگالیا ہوگا"۔ [2]

پھر ارشاد فرمایا:

{ وَيُحْيِي مَيِّتَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ }۔

"اور وہ (داعیٔ حق) دم توڑ چکنے والی کتاب وسنت کو پھر سے زندہ کردے گا"۔ [3]

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۹۰، ص ۵۶۱]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۳۶، ص ۳۹۹]

[3] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۳۶، ص ۴۰۰]

حکومتِ حضرت علی علیہ السلام کا معیار قرآن تھا

{وَاللهِ! مَا کَانَتْ لِیْ فِی الْخِلَافَةِ رَغْبَةٌ، وَ لَا فِی الْوِلَایَةِ اِرْبَةٌ، وَ لٰكِنَّكُمْ دَعَوْتُمُوْنِیْۤ اِلَيْهَا، وَ حَمَلْتُمُوْنِیْ عَلَيْهَا، فَلَمَّاۤ اَفْضَتْ اِلَیَّ نَظَرْتُ اِلٰى كِتَابِ اللهِ وَ مَا وَضَعَ لَنَا، وَ اَمَرَنَا بِالْحُكْمِ بِهٖ فَاتَّبَعْتُهٗ}۔

”خدا کی قسم! مجھے تو کبھی بھی اپنے لئے خلافت اور حکومت کی حاجت وتمنا نہیں رہی۔ تم ہی لوگوں نے مجھے اس کی طرف دعوت دی اور اس پر آمادہ کیا۔ چنانچہ جب وہ مجھ تک پہنچ گئی تو میں نے اللہ کی کتاب کو نظر میں رکھا اور جو لائحہ عمل اس نے ہمارے سامنے پیش کیا اور جس طرح فیصلہ کرنے کا اس نے حکم دیا میں اسی کے مطابق چلا“۔ [1]

امام علیہ السلام مسندِ حکومت پر تشریف لائے اور الٰہی طریقے سے حکومت چلانا شروع کی تو بہت سے افراد نے اعتراضات کیے۔ اُن میں سے طلحٰہ وزبیر نے شکوہ کیا تو اُن کے جواب میں یہ گفتگو بیان فرمائی۔ اس گفتگو میں قرآن کے موضوع سے متعلق تین چیزیں ارشاد فرمائیں۔ ایک یہ کہ مجھے خلافت ملی تو میں نے اللہ کی کتاب کو مدّنظر رکھا۔ دوسری یہ کہ قرآن کے لائحہ عمل کی پیروی کی اور تیسری یہ کہ قرآن کے مطابق فیصلے کیے۔ ان جملوں سے ایک تو یہ واضح ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام کی حکومت کا معیار قرآن تھا اور دوسری بات یہ واضح ہوتی ہے کہ قرآن میں حکومت چلانے کے مکمل احکامات موجود ہیں اور حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ اُس کی اتباع کریں۔

قرآن اور فضائل اہل بیتؑ

{فَاِسْلَامُنَا قَدْ سُمِعَ، وَجَاهِلِيَّتُنَا لَا تُدْفَعُ، وَ كِتَابُ اللهِ يَجْمَعُ لَنَا مَا شَذَّ عَنَّا، وَ هُوَ قَوْلُهٗ: ﴿وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللهِ﴾، وَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۲۰۳، ص ۵۹۴]

هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾. فَنَحْنُ مَرَّةً اَوْلٰى بِالْقَرَابَةِ، وَتَارَةً اَوْلٰى بِالطَّاعَةِ}۔

"چنانچہ ہمارا ظہور اسلام کے بعد کا دور بھی وہ ہے جس کی شہرت ہے اور جاہلیت کے دور کا بھی ہمارا امتیاز نا قابل انکار ہے اور اس کے بعد جو رہ جائے وہ اللہ کی کتاب جامع الفاظ میں ہمارے لئے بتا دیتی ہے، ارشاد الٰہی ہے: "قرابتدار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں"۔ دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا ہے: "ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ حق دار وہ لوگ تھے جو ان کے پیروکار تھے اور یہ نبیؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ ایمان والوں کا سرپرست ہے"۔ تو ہمیں قرابت کی وجہ سے بھی دوسروں پر فوقیت حاصل ہے اور اطاعت کی وجہ سے بھی ہمارا حق فائق ہے"۔ [1]

سید رضیؒ کے مطابق یہ خط امام علیہ السلام کے بہترین خطوط میں سے ہے۔ اس خط میں امام علیہ السلام نے اپنے متعدد فضائل بیان فرمائے۔ فضائل بیان فرماتے ہوئے ان جملوں میں ارشاد فرمایا کہ جو فضائل ہم سے رہ جائیں وہ اللہ کی کتاب ہمارے لئے بیان کر دیتی ہے۔ یہ فرمان ایک وسیع موضوع کی نشاندہی کرتا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے فضائل اُن کے محبّین بیان کریں یا وہ خود بیان کریں ان سب سے فصیح و بلیغ اندازِ فضائل اللہ کی کتاب کا ہے۔ قرآن مجید کی دو آیات پیش کر کے آپ علیہ السلام نے اپنے فضائل کے نمونے پیش کئے۔

﴿وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾۔

"قرابتدار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں"۔ [2]

کتاب اللہ کو اپنی قرابت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل قرار دیا۔ اور

﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ

[1] [نہج البلاغہ، افکار، مکتوب ۲۸، ص ۷۰۴]

[2] سورۂ انفال: آیہ ۷۵۔

اٰمَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ﴿۶۸﴾۔

”ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ حق دار وہ لوگ تھے جو ان کے پیروکار تھے اور یہ نبیؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ ایمان والوں کا سرپرست ہے“۔ [1]

کو مطیع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے لحاظ سے اپنی فضیلت شمار کیا۔ اور ان آیات کے ذریعہ اپنے فضائل بیان کر کے یہ بھی واضح فرمایا کہ خلافت کے معیار کو اگر ان دو لحاظ سے پرکھا جائے جیسا کہ سقیفہ میں مہاجرین و انصار ان دو کو پیش کر رہے تھے تو ہم خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

قرآن اور اہل بیتؑ کا باہمی تعلق

{بِهِمْ عُلِمَ الْكِتَابُ وَ بِهٖ عَلِمُوْا وَ بِهِمْ قَامَ الْكِتَابُ وَ بِهٖ قَامُوْا}۔

”ان کے ذریعہ سے قرآن کا علم حاصل ہوا، قرآن کے ذریعہ سے ان کا علم ہوا، اور ان کے ذریعہ سے کتاب خدا محفوظ اور وہ اس کے ذریعہ سے برقرار ہیں“۔ [2]

چونکہ اولیاء خدا کا مظہر بارز اور اولین مصداق اہل بیت علیہم السلام ہیں تو یہ فرمانِ امیرالمومنین علیہ السلام قرآنِ مجید و اہل بیت علیہم السلام دونوں کی باہمی وابستگی کو بیان کرتا ہے اور اہل بیت علیہم السلام ہی حقیقی معلمِ قرآن اور مفسر کلامِ الٰہی ہیں۔

☆☆☆☆☆

---

[1] سورۂ آل عمران: آیہ ۶۸۔

[2] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۴۳۲، ص۹۶۱]

مبحث سوم:

قرآن
اور
مومنین

قرآن اور مومنین

قرآن مجید پر حقیقی ایمان لانے والوں اور اس پر عمل پیرا ہونے والوں کا بھی امیر المومنین علیہ السلام نے مختلف مقامات پر تعارف کروایا ہے۔ کلامِ امیرالمؤمنین علیہ السلام کی روشنی میں متمسکین بالقرآن کے ذیل میں نہج البلاغہ میں انسانوں کی درج ذیل اصناف کا ذکر فرمایا گیا ہے:

عالم باعمل

عالم باعمل اور عالمِ ربانی کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے معصوم علیہ السلام نے ایک صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{قَدْ اَمْكَنَ الْكِتَابَ مِنْ زِمَامِهِ، فَهُوَ قَآئِدُهٗ وَ اِمَامُهٗ، يَحُلُّ حَيْثُ حَلَّ ثَقَلُهٗ، وَ يَنْزِلُ حَيْثُ كَانَ مَنْزِلُهٗ}۔

"اس نے اپنی باگ ڈور قرآن کے ہاتھوں میں دے دی ہے۔ وہی اس کا رہبر اور وہی اس کا پیشوا ہے۔ جہاں اس کا بارِ گراں اترتا ہے وہیں اس کا سامان اترتا ہے اور جہاں اس کی منزل ہوتی ہے وہیں یہ بھی اپنا پڑاؤ ڈال دیتا ہے"۔ [1]

امام علیہ السلام نے اس خطبہ میں اولیاء اللہ اور خُدا کے محبوب بندوں کی چالیس کے قریب صفات بیان فرمائیں اور اِس انداز سے یہ اوصاف بیان ہوئے کہ اہل سنّت کے مشہور عالم نہج البلاغہ کے شارح ابن ابی الحدید لکھتے ہیں: واضح رہے کہ اہل طریقت و حقیقت نے اسی کلام سے علم حاصل کیا ہے۔ اسی خطبہ میں عارف کے حالات اور اللہ کے ہاں اُس کے مقام و منزلت کی تصریح و وضاحت بیان ہوئی ہے۔ [2]

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۸۵، ص ۲۷۷]

[2] شرح ابن ابی الحدید ج ۶ ص ۳۸۱۔

اس کے بعد ابن ابی الحدید نے اولیاء اللہ کے تین طبقات بیان کیے۔ عابد۔ زاہد اور عارف۔ پھر ان کی وضاحت بیان کی۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ آپ نے عارف کے حالات کی تشریح میں جو اوصاف، شرائط اور تعریف لکھی ہے اُس سے خود کو مراد لیا ہے۔

اولیاء اللہ کے اِن اوصاف کے اختتام پر امام علیہ السلام نے قرآن سے اس کے تعلق کو یُوں بیان فرمایا کہ اس نے اپنی باگ ڈور قرآن کے ہاتھوں میں دے دی ہے۔ وہی اس کا رہبر اور وہی اس کا پیشوا ہے۔ جہاں اس کا بارِ گراں اترتا ہے وہیں اس کا سامان اترتا ہے اور جہاں اس کی منزل ہوتی ہے وہیں یہ بھی اپنا پڑاؤ ڈال دیتا ہے۔ گویا مکمل طور پر اُس نے اپنی زندگی کو قرآن کے مطابق ڈھال لیا ہے اور اُس کا ہر قدم اللہ کی کتاب کے مطابق ہے۔ قرآن پر عمل کرنے والا ہی محبوب خُدا بن سکتا ہے۔

ایک عالمِ دین کی حقیقی شان یہی ہے کہ مسائل اس کی نگاہ میں روزِ روشن کی طرح واضح رہیں اور وہ کتابِ خداوندی کا اتباع کرے اور اخلاصِ نیت کے ساتھ احکام کا استنباط کرے۔

شیخ محمد جواد مغنیہ، اس خطبہ کی شرح میں مومن صادق کا کردار بیان کرتے ہوئے، رقمطراز ہیں؛

”وَلَا يَقِيْسُ اَیُّ عَمَلٍ مِنْ اَعْمَالِهٖ، اَوْ قَوْلٌ مِنْ اَقْوَالِهٖ بِغَيْرِ الْقُرْاٰنِ فَهُوَ وَحْدُهٗ قَائِدُهٗ وَ الْاٰخِذُ بِزِمَامِهٖ“۔

”مومنِ صادق اپنے اعمال میں سے کسی عمل یا اقوال میں سے کسی قول کو غیر قرآن پر قیاس نہیں کرتا بلکہ صرف قرآن مجید اس کا قائد ہوتا ہے اور اس کی باگ ڈور سنبھالنے والا ہوتا ہے“۔ [1]

یعنی ہر جگہ اور ہر وقت اور ہر چیز میں قرآن اس کا رہنما و پیشوا ہوتا ہے اس کی حرکات وسکنات قرآن مجید سے ہم آہنگ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے سامنے بلا قید وشرط اس طرح سرِ تسلیم خم

---

[1] جواد مغنیہ، فی ظلال نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۲۱۷، ۲۱۸۔

کئے ہوئے ہے کہ گویا قرآن مجید کو اپنا رہبر و پیشوا قرار دیتا ہے۔

قرآن اور شیعان علی علیہ السلام

امیر المومنین علیہ السلام اپنے مخلص شیعہ کو یاد کرتے ہوئے اور سرد آہ بھرتے ہوئے ان کی ایک نشانی یہ بیان فرماتے ہیں:

{اَیْنَ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ دُعُوْا اِلَی الْاِسْلَامِ فَقَبِلُوْهُ؟ وَ قَرَاُوا الْقُرْاٰنَ فَاَحْکَمُوْهُ؟}۔

"وہ لوگ کہاں ہیں کہ جنہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے اسے قبول کرلیا اور قرآن کو پڑھا تو اس پر عمل بھی کیا"۔ [1]

اس خطبہ کے حاشیہ میں علاّمہ مفتی جعفر حسینؒ رقم طراز ہیں: امیر المومنین علیہ السلام کے پرچم کے نیچے جنگ کرنے والے آپ علیہ السلام ہی کی جماعت شمار ہوتے تھے مگر جن کی آنکھوں میں آنسو، چہرے پر زردی، زبانوں پر قرآنی نغمہ، دلوں پر ایمانی ولولہ، پیروں میں ثبات و قرار، روح میں عزم و ہمت اور نفس میں صبر و استقامت کا جوہر ہوتا تھا انہی کو صحیح معنوں میں شیعان علی علیہ السلام کہا جا سکتا ہے اور یہی وہ لوگ تھے جن کی جدائی میں امیر المومنین علیہ السلام کے دل کی بے تابیاں آہ بن کر زبان سے نکل رہی ہیں اور آتش فراق کے لوکے قلب و جگر کو پھونکے دے رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو دیوانہ وار موت کی طرف لپکتے تھے اور بچ رہنے پر انہیں مسرت و شادمانی نہ ہوتی تھی بلکہ ان کے دل کی آواز یہ ہوتی تھی کہ "شرمندہ ماندہ ایم کہ چرا زندہ ماندہ ایم"۔

جس انسان میں ان صفات کی تھوڑی بہت جھلک ہوگی وہی متبع آل محمد علیہم السلام اور شیعہ علی علیہ السلام کہلا سکتا ہے ورنہ یہ ایک ایسا لفظ ہوگا جو اپنے معنی کو کھو چکا ہو اور بے محل استعمال ہونے کی وجہ سے اپنی عظمت کو گنوا چکا ہو۔ [2]

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۱۹، ص ۳۶۳]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، ص ۳۶۴]

قرآن کے قاری

{اَوِّهِ عَلَى اِخْوَانِيَ الَّذِيْنَ تَلَوُا الْقُرْاٰنَ فَاَحْكَمُوْهُ، وَ تَدَبَّرُوا الْفَرْضَ فَاَقَامُوْهُ، اَحْيَوُا السُّنَّةَ، وَ اَمَاتُوا الْبِدْعَةَ، دُعُوْا لِلْجِهَادِ فَاَجَابُوْا، وَ وَثِقُوْا بِالْقَائِدِ فَاتَّبَعُوْهُ}۔

”آہ! میرے وہ بھائی کہ جنہوں نے قرآن کو پڑھا تو اسے مضبوط کیا، اپنے فرائض میں غور و فکر کیا تو انہیں ادا کیا، سنت کو زندہ کیا اور بدعت کو موت کے گھاٹ اتارا، جہاد کیلئے انہیں بلایا گیا تو انہوں نے لبیک کہی اور اپنے پیشوا پر یقین کامل کے ساتھ بھروسا کیا تو اس کی پیروی بھی کی“۔ [1]

زندگی کی آخری خطبہ میں وقت کے حکمران اور خلیفہ پتھر پر کھڑے ہیں۔ اونی قبا زیب تن کی ہوئی ہے۔ کھجور کے پتوں کے بنے ہوئے جوتے پہنے ہوئے ہیں۔ کھجور کے پتوں ہی کے بنے نیام میں ذوالفقار اٹھائے ہوئے ہیں اور ہزاروں کی فوج سے خطاب فرما رہے ہیں۔ اللہ کی ایسی عظمت بیان فرمائی کہ امیر المومنین علیہ السلام ہی بیان فرما سکتے ہیں۔ ایک ایک جملے میں رب کے قُرب کی راہیں روشن فرمائیں۔ ہر صفت کا بیان عقیدہ کی کڑیوں کو مضبوط کر رہا ہے۔

ایک مقام پر فرمایا:

”اُسے کوئی سوال کرنے والا (دوسرے سائلوں سے) غافل نہیں بناتا اور نہ بخشش و عطا سے اُس کے ہاں کچھ کمی آتی ہے“۔ [2]

اس خطبہ میں امام علیہ السلام نے اپنا تعارف کروایا مگر جنگ میں کسی فتح و کامرانی یا تلوار کی روانی سے نہیں بلکہ فرمایا:

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۸۰، ص ۵۰۴]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۸۰، ص ۵۰۱]

"اے لوگو میں نے تمہیں اسی طرح نصیحتیں کی ہیں جس طرح کی انبیاء اپنی امتوں کو کرتے چلے آئے ہیں"۔ [1]

خطاب کو جاری رکھتے ہوئے صفین کے گلگوں کفن ساتھیوں کو یاد کرنا شروع کیا۔ عمّار، ابن تیہان، اور ذوالشہادتین کو نام لے کر یاد کیا اور باقی مجاہدوں کے اوصاف بیان فرمائے۔ وقت کے حاکم، اسلامی حکومت کے سربراہ، ہزاروں کی فوج کے سپہ سالار نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر رونا شروع کیا اور دیر تک روتے رہے۔ پھر درج بالا جملے ارشاد فرمائے۔

ان جملات میں اپنے پیاروں کی چار صفات بیان فرمائیں جن میں سے سرفہرست اُن کا قرآن سے تعلّق بیان فرمایا۔ قرآن کو پڑھا اور اُسے محکم و مضبوط کیا یعنی اُس کے احکام کو بجا لائے۔ اُس کے حلال کو حلال اور اُس کے حرام کو حرام جانا۔ اُس کی بتائی ہوئی حدود کی پاسبانی کی۔

صادقین وابرار

اپنے مشہور و معروف خطبہ قاصعہ کے آخر میں ارشاد فرماتے ہیں:

{وَ اِنِّیْ لَمِنْ قَوْمٍ لَّا تَاْخُذُهُمْ فِي اللهِ لَوْمَةُ لَآئِمٍ، سِيْمَاهُمْ سِيمَا الصِّدِّيْقِيْنَ، وَ كَلَامُهُمْ كَلَامُ الْاَبْرَارِ، عُمَّارُ اللَّيْلِ، وَمَنَارُ النَّهَارِ، مُتَمَسِّكُوْنَ بِحَبْلِ الْقُرْاٰنِ، يُحْيُوْنَ سُنَنَ اللهِ وَ سُنَنَ رَسُوْلِهٖ}۔

"(جو چاہیں کہیں) میں تو اس جماعت میں سے ہوں کہ جن پر اللہ کے بارے میں کوئی ملامت اثر انداز نہیں ہوتی۔ وہ جماعت ایسی ہے جن کے چہرے سچوں کی تصویر اور جن کا کلام نیکوں کے کلام کا آئینہ دار ہے، وہ شب زندہ دار، دن کے روشن

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۸۰، ص ۵۰۳]

مینار اور خدا کی رسی سے وابستہ ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے فرمانوں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو زندگی بخشتے ہیں"۔ [1]

صادقین اور ابرار کی اس جماعت کے اولین مصداق اہل بیت علیہم السلام ہی ہیں اور پھر ان کے سچے پیروکار اور "تَمَسَّكَ بِحَبْلِ الْقُرْاٰنِ" اور احیاء سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا بنیادی وصف ہے۔

"حَبْلُ الْقُرْاٰنِ" سے تمسک سے مراد یہ ہے کہ انسان اس کے وسیلہ سے دنیا پرستی اور خواہش نفس کے کنویں سے باہر نکل آئے اور قرب خداوندی کی منزل پر پہنچ جائے اور دنیاوی زندگی کی خطرناک راہوں میں قرآن مجید سے تمسک کرتے ہوئے گمراہی کی کھائی میں گرنے سے نجات حاصل کی جائے کیونکہ قرآن ہی "اَلْحَبْلُ الْمَتِيْنُ" اور "اَلْعِصْمَةُ لِلْمُتَمَسِّكِيْنَ" ہے۔

"يُحْيُوْنَ سُنَنَ اللهِ" سے مراد یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالی کے بیان کردہ واجبات پر نہ فقط عمل کرنا ہے بلکہ عام لوگوں کو ان واجبات کی بجا آوری کی طرف بلانا بھی لازم ہے۔

قرآن اور متقین

صاحبانِ تقوی کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{اَمَّا اللَّيْلَ فَصَافُّوْنَ اَقْدَامَهُمْ، تَالِيْنَ لِاَجْزَآءِ الْقُرْاٰنِ يُرَتِّلُوْنَهٗ تَرْتِيْلًا، يُحَزِّنُوْنَ بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ، وَ يَسْتَثِيْرُوْنَ بِهٖ دَوَآءَ دَآئِهِمْ، فَاِذَا مَرُّوْا بِاٰيَةٍ فِيْهَا تَشْوِيْقٌ رَكَنُوْۤا اِلَيْهَا طَمَعًا، وَ تَطَلَّعَتْ نُفُوْسُهُمْ اِلَيْهَا شَوْقًا، وَ ظَنُّوْا اَنَّهَا نُصْبُ اَعْيُنِهِمْ، وَ اِذَا مَرُّوْا بِاٰيَةٍ فِيْهَا تَخْوِيْفٌ اَصْغَوْۤا اِلَيْهَا مَسَامِعَ قُلُوْبِهِمْ، وَ ظَنُّوْا اَنَّ زَفِيْرَ جَهَنَّمَ وَ

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۹۰، ص ۵۶۱]

شَهِيْقَهَا فِيْٓ اُصُوْلِ اٰذَانِهِمْ، فَهُمْ حَانُوْنَ عَلٰٓى اَوْسَاطِهِمْ، مُفْتَرِشُوْنَ لِجِبَاهِهِمْ وَ اَكُفِّهِمْ وَ رُكَبِهِمْ، وَ اَطْرَافِ اَقْدَامِهِمْ، يَطْلُبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ فَكَاكِ رِقَابِهِمْ }۔

"رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں، جس سے اپنے دلوں میں غم و اندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈتے ہیں۔ جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں (جنت کی) ترغیب دلائی گئی ہو تو اس کے طمع میں ادھر جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پر کیف) منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے کہ جس میں (دوزخ سے) ڈرایا گیا ہو تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ پکار ان کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے۔ وہ (رکوع میں) اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں) اپنی پیشانیاں، ہتھیلیاں، گھٹنے اور پیروں کے کنارے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے ہیں اور اللہ سے گلوخلاصی کیلئے التجائیں کرتے ہیں"۔ [1]

اس خطبہ میں امام علیہ السلام نے متقین کے سو سے زیادہ اوصاف بیان فرمائے۔ ان اوصاف میں سے ایک متقین کا رات گزارنے کا طریقہ ہے۔ اُن کی رات نمازِ شب و تلاوت میں گزرتی ہے۔ تلاوت قرآن کے وقت متقی کی حالت کی خوبصورت انداز میں تصویر کشی کی ہے۔ یہ منظر تب ہی بنتا ہے جب تلاوت کے وقت ذہن میں رہے کہ قرآن اُس کے لیے نازل ہوا ہے اور آیات میں غور و فکر کرے۔ ساتھ ہی یہ اوصاف بیان فرما کر دوسروں کو قرآن پڑھنے و سننے کے طرف راغب

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۹۱، ص ۵۶۷]

کیا ہے۔

اس خطبہ کے حاشیہ میں علامہ ذیشان حیدر جوادیؒ یوں رقمطراز ہیں:

یوں تو تلاوتِ قرآن مجید کا سلسلہ گھروں سے لے کر مسجدوں تک اور گلدستہ اذان سے لے کر ٹی وی اسٹیشن تک ہر جگہ حاوی ہے اور حسن قرأت کے مقابلوں میں اللہ اللہ کی آواز بھی سنائی دیتی ہے لیکن کہاں ہیں وہ تلاوت کرنے والے جن کی شان مولائے کائنات علیہ السلام نے بیان کی ہے کہ ہر آیت ان کے کردار کا ایک حصہ بن جائے اور ہر فقرہ دردِ زندگی کے لیے ایک علاج کی حیثیت پیدا کرے۔ آیتِ نعمت پڑھیں تو جنت کا نقشہ نگاہوں میں کھنچ آئے اور تمنائے موت میں بے قرار ہو جائیں اور آیتِ غضب کی تلاوت کریں تو جہنم کے شعلوں کی آواز کانوں میں گونجنے لگے اور سارا وجود تھرتھرا جائے۔

درحقیقت یہ امیر المومنین علیہ السلام ہی کی زندگی کا نقشہ ہے جسے حضرت علیہ السلام نے متقین کے نام سے بیان کیا ہے ورنہ دیدۂ تاریخ ایسے متقین کی زیارت کے لیے سراپا اشتیاق ہے۔ [1]

قرآن اور زاہدین

اپنے مخلص صحابی نوف ابن فضالہ بکالی کو وعظ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{يَا نَوْفُ! اَ رَاقِدٌ اَنْتَ اَمْ رَامِقٌ؟ فَقُلْتُ: بَلْ رَامِقٌ يَآ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، قَالَ: يَا نَوْفُ! طُوْبٰى لِلزَّاهِدِيْنَ فِي الدُّنْيَا، الرَّاغِبِيْنَ فِي الْاٰخِرَةِ، اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ اتَّخَذُوا الْاَرْضَ بِسَاطًا، وَ تُرَابَهَا فِرَاشًا، وَ مَآءَهَا طِيْبًا، وَ الْقُرْاٰنَ شِعَارًا، وَ الدُّعَآءَ دِثَارًا }۔

”اے نوف! سوتے ہو یا جاگ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ یا امیر المومنین علیہ السلام! جاگ رہا ہوں۔ فرمایا: اے نوف! خوشا نصیب ان کے کہ جنہوں نے دنیا میں زہد

---

[1] نہج البلاغہ، مترجم علامہ سید ذیشان حیدر جوادیؒ ص: ۴۰۱۔

اختیار کیا، اور ہمہ تن آخرت کی طرف متوجہ رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے زمین کو فرش، مٹی کو بستر اور پانی کو شربت خوش گوار قرار دیا۔ قرآن کو سینے سے لگایا اور دُعا کو سپر بنایا"۔ [1]

نوف بکالی امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھی و شیعہ کہتے ہیں کہ ایک رات آپ علیہ السلام بستر سے اٹھے۔ مجھے بُلایا کہ اے نوف! سوتے ہو یا جاگ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ یا امیر المومنین علیہ السلام! جاگ رہا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے ستاروں پر ایک نظر ڈالی اور مجھے مخاطب ہو کر پند و موعظہ شروع کیا۔ اے نوف! خوش قسمت ہیں وہ زاہد و پارسا افراد اور اُن کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا جنہوں نے قرآن کو اپنا شعار بنایا۔

شعار عربی میں اس کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم سے بغیر واسطے کے متصل ہوتا ہے جیسے بنیان گویا ان زاہدین نے قرآن کے دستورات کو دل و جان اور روح و قلب سے جوڑ لیا ہے۔ قرآن کو اس لباس سے تشبیہ دے کر آپ علیہ السلام متوجہ فرما رہے ہیں کہ جیسے جسم کی زینت کپڑا ہوتا ہے اسی طرح روح کی زینت قرآن ہے جس طرح لباس جسم کو سردی و گرمی سے بچانے کا ذریعہ ہے اسی طرح روح کی حفاظت کا وسیلہ قرآن ہے۔ قرآن اُن زاہدین کی زندگی کا حصّہ ہے۔

علامہ جواد مغنیہ رقمطراز ہیں؛

"اَلشِّعَارُ كِنَايَةٌ عَنْ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ سِرًّا لِاَنَّ اَصْلَ الشِّعَارِ مَا يَلِي الْبَدَنَ مِنَ اللِّبَاسِ. وَ الدِّثَارُ كِنَايَةٌ مِنَ الدُّعَاءِ جَهْرًا لِاَنَّهٗ مَا ظَهَرَ مِنَ الثِّيَابِ"۔

قرآن مجید کو "شعار" کہنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ لوگ آہستہ آہستہ خفیہ طریقے سے تلاوت کرتے ہیں اور اس کا اشتہار نہیں کرتے ہیں اور دعا کو "دثار"

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۱۰۴، ص ۸۵۴]

بنانے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ علی الاعلان دعا کرتے ہوئے شرماتے نہیں ہیں اور اپنی عاجزی اور کمزوری کا احساس رکھتے ہیں۔ کیونکہ شعار لباس کے اندرونی حصہ کو کہتے ہیں اور دثار بیرونی حصہ کو جو ظاہر ہوتا ہے۔ [1]

قرآن اور اولیاء اللہ

{اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللهِ هُمُ الَّذِیْنَ نَظَرُوْآ اِلٰی بَاطِنِ الدُّنْیَا اِذَا نَظَرَ النَّاسُ اِلٰی ظَاهِرِهَا، وَ اشْتَغَلُوْا بِاٰجِلِهَا اِذَا اشْتَغَلَ النَّاسُ بِعَاجِلِهَا. فَاَمَاتُوْا مِنْهَا مَا خَشُوْآ اَنْ یُّمِیْتَهُمْ وَ تَرَکُوْا مِنْهَا مَا عَلِمُوْآ اَنَّهٗ سَیَتْرُکُهُمْ، وَ رَاَوُا اسْتِکْثَارَ غَیْرِهِمْ مِنْهَا اسْتِقْلَالًا، وَ دَرَکَهُمْ لَهَا فَوْتًا. اَعْدَآءُ مَا سَالَمَ النَّاسُ، وَ سِلْمُ مَا عَادَی النَّاسُ! بِهِمْ عُلِمَ الْکِتَابُ وَ بِهٖ عُلِمُوْا وَ بِهِمْ قَامَ الْکِتَابُ وَ بِهٖ قَامُوْا. لَا یَرَوْنَ مَرْجُوًّا فَوْقَ مَا یَرْجُوْنَ، وَ لَا مَخُوْفًا فَوْقَ مَا یَخَافُوْنَ}۔

”دوستان خدا وہ ہیں کہ جب لوگ دنیا کے ظاہر کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کے باطن پر نظر کرتے ہیں اور جب لوگ اس کی جلد میسر آجانے والی نعمتوں میں کھو جاتے ہیں، تو وہ آخرت میں حاصل ہونے والی چیزوں میں منہمک رہتے ہیں اور جن چیزوں کے متعلق انہیں یہ کھٹکا تھا کہ وہ انہیں تباہ کریں گی، انہیں تباہ کر کے رکھ دیا اور جن چیزوں کے متعلق انہوں نے جان لیا کہ وہ انہیں چھوڑ دینے والی ہیں انہیں انہوں نے خود چھوڑ دیا اور دوسروں کے دنیا زیادہ سمیٹنے کو کم خیال کیا، اور اسے حاصل کرنے کو کھونے کے برابر جانا۔ وہ ان چیزوں کے دشمن ہیں جن سے دوسروں کی دوستی ہے اور ان

---

[1] فی ظلال نہج البلاغہ، ج ۶، ص ۱۴۸۔

چیزوں کے دوست ہیں جن سے اوروں کو دشمنی ہے۔ان کے ذریعہ سے قرآن کا علم حاصل ہوا، قرآن کے ذریعہ سے ان کا علم ہوا، اور ان کے ذریعہ سے کتاب خدا محفوظ اور وہ اس کے ذریعہ سے برقرار ہیں۔ وہ جس چیز کی امید رکھتے ہیں، اس سے کسی چیز کو بلند نہیں سمجھتے اور جس چیز سے خائف ہیں اس سے زیادہ کسی شے کو خوفناک نہیں جانتے"۔ [1]

اس فرمان میں امام علیہ السلام نے اولیاء اللہ کے بارہ اوصاف بیان فرمائے۔ آٹھویں اور نویں صفت یہ ارشاد فرمائی کہ اُن کے ذریعہ سے قرآن کا علم حاصل ہوتا اور قرآن کے ذریعہ سے اُن کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اِن کے ذریعہ سے قرآن کا حاصل ہونا

﴿فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾۔

"اگر تم لوگ نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لو"۔ [2]

جیسی آیات اس کی شاہد ہیں اور حق کے متلاشی اور علم کی جستجو کرنے والے اِن اولیاء سے ہی حقائق قرآن اخذ کرتے ہیں اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان" اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا "۔"میں شہر علم ہُوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں"۔

اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اُن کی معرفت قرآن کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے۔ مباہلہ و تطہیر اور مودّت و ولایت جیسی کل آیات ان کے مقام کو بیان کرتی ہیں۔ دسویں اور گیارہویں صفت یہ بیان فرمائی کہ کتابِ خُدا اُن کے ذریعہ سے محفوظ ہے یعنی قرآن کی تبلیغ و تفسیر ان کے سبب سے ہے اور قرآن کے اوامر و نواہی پر عمل اِن کی سیرت سے باقی اور ظاہر ہے۔ عام افراد کے لیے قرآن پر عمل کا نمونہ کامل یہ ہیں اور قرآن کی صداقت کی قطعی دلیل و حجت یہ ہیں۔ اور یہ قرآن سے باقی ہیں یعنی قرآن ان کے عمل و کردار اور سیرت و رفتار کو بیان کرتا ہے جس کی وجہ

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۴۳۲، ص ۹۶۰]

[2] سورۂ نحل: آیہ ۴۳۔

سے ان کا ذکر بھی عام ہے۔ قرآن مجید میں ان کی زکات وسخاوت اور قربانی و ایثار کے تذکرے باقی ہیں تو گویا قرآن اِن کی بقاء کا ضامن ہے۔ نہج البلاغہ میں کئی مقامات پر اس انداز سے اپنا تعارف کرانا امیر المومنین علیہ السلام کی روش رہی ہے۔

یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اس صفت کے اولین اور خصوصی مصداق حقیقی اولیاء خدا اہل بیت علیہم السلام ہیں اور عمومی مصداق حقیقی متبعین اہل بیت علیہم السلام ہیں جن کی زندگی سیرت معصومین علیہم السلام کا عملی اظہار اور کردار کا پرتو نظر آتی ہے۔

آداب تلاوت قرآن مجید

اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مذکورہ بالا صفات متقین میں آدابِ تلاوت بھی ضمنا بیان ہو گئے ہیں تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان کا اجمالی تذکرہ بھی کر دیا جائے۔

آدابِ تلاوتِ قرآن مجید دو قسم کے ہیں؛

(الف) آدابِ ظاہری:

یہ کہ قرآن مجید درست پڑھا جائے، تجوید کے ساتھ پڑھا جائے، لحنِ عرب میں پڑھا جائے، باوضو تلاوت کی جائے، قبلہ رخ بیٹھ کر پڑھا جائے وغیرھم۔

(ب) آدابِ باطنی:

آدابِ باطنی بہت سارے ہیں۔

درج بالا خطبہ میں درج ذیل آدابِ باطنی ذکر ہوئے ہیں؛

(۱) حضورِ قلب

(۲) توجہ وتدبر

(۳) فہم معانی

(۴) خود کو قرآن مجید کا مخاطب سمجھا جائے۔

(۵) معارف و مواعظ سے سبق حاصل کیا جائے۔

(۶) قرآنی احکام کے مطابق زندگی کو ڈھالا جائے۔

(۷) قرآن کی بشارت پر قلبی راحت محسوس کی جائے۔

(۸) نذارت پر رنجیدگی کا عالم ہو۔

(۹) اخلاقی و معنوی دردوں کا علاج کیا جائے۔

(۱۰) اخروی زندگی کو چشمِ بصیرت سے دیکھا جائے۔

☆☆☆☆☆

مبحث چہارم:

قرآن
اور
اہل دنیا

قرآن اور اہل دنیا

مختلف مقامات پر امیر المومنین علیہ السلام نے قرآن مجید کے ساتھ اہلِ دنیا کا رویہ اور ان کی بے رغبتی کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس ذیل میں انسانوں کی درج ذیل اصناف کا ذکر فرمایا:

مبغوض اور بدترین خلائق

مبغوض اور بدترین لوگوں کا تعارف کرواتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{اِلَی اللّٰہِ اَشْکُوْ مِنْ مَّعْشَرٍ یَّعِیْشُوْنَ جُھَّالًا، وَ یَمُوْتُوْنَ ضُلَّالًا، لَیْسَ فِیْھِمْ سِلْعَۃٌ اَبْوَرُ مِنَ الْکِتَابِ اِذَا تُلِیَ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ، وَلَا سِلْعَۃٌ اَنْفَقُ بَیْعًا وَّ لَا اَغْلٰی ثَمَنًا مِّنَ الْکِتَابِ اِذَا حُرِّفَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ، وَلَا عِنْدَھُمْ اَنْکَرُ مِنَ الْمَعْرُوْفِ، وَلَا اَعْرَفُ مِنَ الْمُنْکَرِ}۔

”اللہ ہی سے شکوہ ہے ان لوگوں کا جو جہالت میں جیتے ہیں اور گمراہی میں مرجاتے ہیں۔ ان میں قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہیں، جبکہ اسے اس طرح پیش کیا جائے جیسا پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں، اس وقت جب کہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے۔ ان کے نزدیک نیکی سے زیادہ کوئی برائی اور برائی سے زیادہ کوئی نیکی نہیں“۔ [1]

یہ خطبہ اُن افراد کی مذمّت میں ہے جو نااہل ہونے کے باوجود مسندِ قضاوت پر بیٹھتے ہیں یا جاھل ہونے کے باوجود خود کو عالم ظاہر کرتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے اللہ سے ایسے افراد کی شکایت بیان فرمائی، ایسے افراد کی نشانی یہ ہے کہ وہ خود کو عالم سمجھتے ہیں جبکہ عالم ہیں نہیں، تو سیکھنے کی کوشش نہیں کرتے اس لئے اُن کی زندگی اُسی جہالت میں گزر جاتی ہے اور اسی جہالت و گمراہی میں اُن کی زندگی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اِن کے ہاں قرآن مجید موجود ہے مگر قرآن کی تلاوت کا جو حق ہے

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۷، ص ۱۵۹]

اُسے ادا کیا جائے، تلاوت کے وقت اُس میں غور وفکر کیا جائے اور قرآن کے حلال وحرام اور صحیح و غلط پر توجہ دی جائے تو یہ انداز اُن کو پسند نہیں اور وہ اِس انداز سے قرآن کو اہمیت نہیں دیتے اور کم قیمت سمجھتے ہیں۔

اور یہی قرآن اگر غلط تفسیر کر کے اُن کی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے پڑھا جائے اور تفسیر کی جائے تو اِس سے قیمتی اور پسندیدہ چیز کوئی نہیں۔ یعنی وہ ایسا قرآن اہم جانتے ہیں جو اُن کی خواہشوں کے مطابق ڈھالا جائے۔ ان کے ہاں اچھائی و برائی کا معیار اُن کی خواہش و مرضی ہوتی ہے۔ جو اُن کی مرضی کے مطابق ہے وہ نیکی واچھائی ہے اور جو اُن کی مرضی کے مخالف ہے وہ حقیقی نیکی ہونے کے باوجود بُرائی ہے۔ گویا قرآن کو اپنے تابع بناتے ہیں نہ کہ خود قرآن کی اطاعت کرتے ہیں۔ اگر کوئی قرآن سے یہ برتاؤ کرے تو امیر المومنین علیہ السلام اللہ سے اُس کی شکایت کرتے ہیں۔

گویا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے دو قسم کے لوگوں کو اللہ تعالی کے نزدیک مبغوض اور بدترین خلائق قرار دیا ہے؛

(۱): ایک وہ جو سرے سے اصولِ عقائد ہی میں گمراہ ہیں اور گمراہی کی نشر و اشاعت میں لگے رہتے ہیں۔

(۲): دوسرے وہ جو قرآن وسنت کو پس پشت ڈال کر اپنے قیاس اور رائے سے احکام گھڑ لیتے ہیں اور اپنے مقلدین کا ایک حلقہ پیدا کر کے ان میں قیاس پر مبنی خودساختہ شریعت کی ترویج کرتے رہتے ہیں۔ شیخ محمد عبدہ رقمطراز ہے:

"وَمَا اَشْبَهَ حَالَ هٰذَا الْمَعْشَرِ بِالْمُعَاشِرِ مِنْ اَهْلِ هٰذَا الزَّمَانِ"۔
"ایسے لوگ ہمارے زمانے میں بکثرت پائے جاتے ہیں"۔ [1]

---

[1] نہج البلاغہ۔ مطبعۃ الاستقامۃ (محمد عبدہ)، ج ا ص ۵۰۔

عالم بے عمل

بے عمل عالم اور خودساختہ دانشور کا تعارف کرواتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{وَ اٰخَرُ قَدْ تَسَمّٰى عَالِمًا وَّ لَيْسَ بِهٖ، فَاقْتَبَسَ جَهَآئِلَ مِنْ جُهَّالٍ وَّ اَضَالِيْلَ مِنْ ضُلَّالٍ، وَ نَصَبَ لِلنَّاسِ اَشْرَاكًا مِّنْ حَبَآئِلِ غُرُوْرٍ، وَ قَوْلِ زُوْرٍ، قَدْ حَمَلَ الْكِتَابَ عَلٰۤى اٰرَآئِهٖ}۔

"(اس کے علاوہ) ایک دوسرا شخص ہوتا ہے جس نے (زبردستی) اپنا نام عالم رکھ لیا ہے، حالانکہ وہ عالم نہیں۔ اس نے جاہلوں اور گمراہوں سے جہالتوں اور گمراہیوں کو بٹور لیا ہے اور لوگوں کیلئے مکروفریب کے پھندے اور غلط سلط باتوں کے جال بچھا رکھے ہیں۔ قرآن کو اپنی رائے پر اور حق کو اپنی خواہشوں پر ڈھالتا ہے"۔ [1]

اس خطبہ کے پہلے حصہ میں امام علیہ السلام نے اولیاء اللہ اور مخلص علماء کے متعدد اوصاف بیان فرمائے۔ ان جملات میں آپ علیہ السلام نے گمراہ اور عالم نما افراد کی دس نشانیاں بتائیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کو اپنی مرضی اور رائے کے مطابق تفسیر کرتے ہیں اور اپنے غلط اور گمراہ عقائد و نظریات کو جہالت یا خودغرضی کی وجہ سے آیات کے ذریعہ منوانا چاہتے ہیں۔ گویا علماء صالح اور سوء میں فرق کے لیے قرآن کو میزان قرار دیا گیا ہے اگر اللہ کی کتاب کو اپنے لیے راہنما سمجھتے ہیں تو حق پرست و علماء صالح ہیں اور اگر اپنی رائے و خواہش کو اللہ کی کتاب کے لیے راہنما بنا لیتے ہیں تو گمراہ اور علماء سوء ہیں۔ بعض افراد اِس دوسرے حصہ کو علماء کے خلاف استعمال کرتے ہیں جبکہ حقیقت میں امام علیہ السلام نے ان جملات سے علماء کی پہچان کا طریقہ بتایا ہے۔

"قَدْ تَسَمّٰى" کی تعبیر بتلاتی ہے کہ پڑھے لکھے لوگ بھی اسے عالم نہیں سمجھتے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی وہ عالم نہیں ہے بلکہ وہم و گمان میں خود آپ کو عالم سمجھ بیٹھا ہے اور جھوٹے دعوؤں

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۸۵، ص ۲۷۷]

کے ذریعے جاہلوں کی ایک ٹولی کو اپنے ساتھ لیے پھرتا ہے۔خود کو قرآن مجید کا پیشوا قرار دیتا ہے اور تفسیر بالرائے اور باطل توجیہات کے ذریعے قرآن مجید کو اپنی خواہشات پر منطبق کرتا ہے۔

قرآن اور آخری زمانے کے لوگ

امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

{وَ اِنَّهٗ سَيَاْتِيْ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِيْ زَمَانٌ لَّيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ اَخْفٰى مِنَ الْحَقِّ، وَ لَاۤ اَظْهَرَ مِنَ الْبَاطِلِ، وَ لَاۤ اَكْثَرَ مِنَ الْكَذِبِ عَلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ، وَ لَيْسَ عِنْدَ اَهْلِ ذٰلِكَ الزَّمَانِ سِلْعَةٌ اَبْوَرَ مِنَ الْكِتَابِ اِذَا تُلِيَ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ، وَ لَاۤ اَنْفَقَ مِنْهُ اِذَا حُرِّفَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ}۔

”میرے بعد تم پر ایک ایسا دور آنے والا ہے جس میں حق بہت پوشیدہ اور باطل بہت نمایاں ہوگا اور اللہ و رسولؐ پر افترا پردازی کا زور ہوگا۔اس زمانہ والوں کے نزدیک قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہ ہوگی جبکہ اسے اس طرح پیش کیا جائے جیسے پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں ہوگی اس وقت جبکہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے“۔ [1]

امام علیہ السلام یہاں ایک ایسے زمانے کا تذکرہ فرما رہے ہیں جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور مقصد بعثت کو بھلا دیا جائے گا۔اُس زمانے کی ایک نشانی یہ بیان فرمائی کہ قرآن مجید کو اگر صحیح معانی کے ساتھ پڑھا جائے اور اُس کے اصل احکام اور اوامر و نواہی کو مدّ نظر رکھا جائے تو قرآن اُن کے ہاں بے قیمت ہوگا اور اگر قرآن مجید کی تحریف کر دی جائے اور اُن کی آراء کے مطابق اُس کی تفسیر کی جائے تو اُس وقت قرآن بہت مہم و قیمتی ہوگا۔قرآن کا معیار اُن کی مرضی و خواہش پر منحصر ہے۔

---

[1] [نہج البلاغہ،افکار،خطبہ ۱۴۵،ص ۴۱۵]

قرآن اور وارثانِ قرآن کی غربت

{فَقَدْ نَبَذَ الْكِتَابَ حَمَلَتُهُ، وَ تَنَاسَاهُ حَفَظَتُهُ، فَالْكِتَابُ يَوْمَئِذٍ وَ أَهْلُهُ مَنْفِيَّانِ طَرِيدَانِ، وَ صَاحِبَانِ مُصْطَحِبَانِ فِي طَرِيقٍ وَاحِدٍ لَا يُؤْوِيهِمَا مُؤْوٍ، فَالْكِتَابُ وَ أَهْلُهُ فِي ذٰلِكَ الزَّمَانِ فِي النَّاسِ وَ لَيْسَا فِيهِمْ، وَ مَعَهُمْ وَ لَيْسَا مَعَهُمْ! لِأَنَّ الضَّلَالَةَ لَا تُوَافِقُ الْهُدٰى وَ إِنِ اجْتَمَعَا}۔

"چنانچہ قرآن کا بار اٹھانے والے اسے پھینک کر الگ کریں گے اور حفظ کرنے والے اس کی (تعلیم) بھلا بیٹھیں گے اور قرآن اور قرآن والے (اہلبیت علیہ السلام) بے گھر اور بے در ہوں گے اور ایک ہی راہ میں ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے۔ انہیں کوئی پناہ دینے والا نہ ہوگا۔ وہ (بظاہر) لوگوں میں ہوں گے مگر ان سے الگ تھلگ۔ ان کے ساتھ ہوں گے مگر بے تعلق۔ اس لئے کہ گمراہی ہدایت سے سازگار نہیں ہوسکتی اگرچہ وہ یک جا ہوں"۔ [1]

خود کو ظاہری طور پر قرآن کے پیرو کہلوانے والے اور صاحبان قرآن شمار ہونے والے اُسے خود سے دور پھینک دیں گے اور اُس کے محافظ و حافظ کہلانے والے اُسے بھلا دیں گے۔ نہ قرآن کے الفاظ یاد رہیں گے اور نہ قرآن کا احترام ذہن میں رہے گا۔ قرآن اور معلّمان قرآن (اہل بیت علیہم السلام) اور قرآن کے پیروکاروں کو نہ کوئی جائے پناہ ملے گی اور نہ کوئی ذریعہ حفاظت ہوگا۔

لوگ اُس زمانے میں دونوں کو خود سے دور کر چکے ہوں گے۔ البتہ سب مشکلات کے باوجود قرآن اور اُس کے پیروکار ایک ساتھ ہوں گے اور ایک ہی راہ پر ہوں گے اگرچہ اُنہیں کوئی پناہ دینے والا نہ ہوگا۔ لوگوں کی قرآن و اہل قرآن سے بے توجہی کو دوسرے الفاظ میں یُوں دہرایا کہ

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۴۵، ص ۴۱۵]

وہ بظاہر تو لوگوں میں ہوں گے۔ قرآن گھروں میں ہوگا، منبروں پر ہوگا۔ قرائت وحفظ کے مقابلے ہوں گے اور انعامات ملیں گے۔ قرآن چوما جائے گا اور خوبصورت جلد بنائی جائے گی مگر یہی قرآن عملاً لوگوں کی شخصی اور اجتماعی زندگی میں نظر نہیں آئے گا۔ اس مظلومیت کی ایک وجہ یہ ہوگی کہ قرآن کتابِ ہدایت ہے وہ کبھی گمراہی وضلالت کے ساتھ مل نہیں سکتی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگ اختلافات پر اکٹھے ہو گئے ہر کسی کو اختلافات میں دلچسپی ہے اور قرآن کتابِ ہدایت واتحاد ہے اس لیے وہ اس لئے دور ہو گئے۔ قرآن سینے سے بھی لگاتے ہوں گے مگر حقیقت میں قرآن اُن کے ساتھ نہیں ہوگا۔

کس زمانے کا اس خطبہ میں ذکر کیا گیا ہے، امام علیہ السلام کس دور کی جانب اشارہ کر رہے ہیں، کیا ان کا مقصود کوئی مخصوص زمانہ ہے؟ یا کلام کا مفہوم عام ہے اور مختلف ادوار یہاں تک کہ ہمارا دور بھی اس میں شامل ہے؟ شارحینِ نہج البلاغہ نے اس سلسلہ میں مختلف آراء کو اختیار کرتے ہوئے درج بالا دونوں احتمال بیان کیے ہیں:

(۱):۔ ''سَیَأْتِیْ'' کا جملہ چونکہ عام طور پر مستقبل قریب میں رونما ہونے والے کسی واقعہ کی اطلاع کے لئے لایا جاتا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد تو اموی حکومت کا ظالمانہ و تاریک دور ہے جس میں مذکورہ بالا حالات و واقعات ہمیں بکثرت دیکھنے کو ملتے ہیں۔

(۲):۔ یہ صرف اس دور تک محدود نہیں، مختلف ادوار میں یہ عمل دہرایا گیا حتی کہ ہمیں موجودہ دور میں بھی اسی عمل کے نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔

لوگ قرآن کے پیشوا بن بیٹھیں گے

{فَاجْتَمَعَ الْقَوْمُ عَلَى الْفُرْقَةِ وَ افْتَرَقُوْا عَنِ الْجَمَاعَةِ، كَاَنَّهُمْ اَئِمَّةُ الْكِتَابِ وَ لَيْسَ الْكِتَابُ اِمَامَهُمْ. فَلَمْ يَبْقَ عِنْدَهُمْ مِنْهُ اِلَّا اسْمُهٗ، وَ لَا يَعْرِفُوْنَ اِلَّا خَطَّهٗ وَ زَبْرَهٗ، وَ مِنْ قَبْلُ مَا مَثَّلُوْا بِالصَّالِحِيْنَ كُلَّ

مُثْلَةٍ، وَ سَمَّوْا صِدْقَهُمْ عَلَى اللهِ فِرْيَةً، وَ جَعَلُوْا فِي الْحَسَنَةِ عُقُوْبَةَ السَّيِّئَةِ}۔

لوگوں نے تفرقہ پردازی پر تو اتفاق کرلیا ہے اور جماعت سے کٹ گئے ہیں۔ گویا کہ وہ کتاب کے پیشوا ہیں کتاب ان کی پیشوا نہیں۔ ان کے پاس تو صرف قرآن کا نام رہ گیا ہے اور صرف اس کے خطوط و نقوش کو پہچان سکتے ہیں۔ اس آنے والے دور سے پہلے وہ نیک بندوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا چکے ہوں گے اور اللہ کے متعلق ان کی سچی باتوں کا نام بھی بہتان رکھ دیا ہوگا اور نیکیوں کے بدلہ میں انہیں بری سزائیں دی ہوں گی۔ [1]

قرآن اللہ کی طرف سے ایک ایسی رسی ہے جو دوسروں کو جوڑنے کا سبب ہے مگر اُس زمانے میں لوگ جُدائی و افتراق میں پڑے ہوں گے اتحاد و اتفاق قرآن سے سیکھنے کے بجائے اختلافات و افتراق کے لئے قرآن کی آیتیں استعمال کریں گے۔ آج یہی کچھ ہو رہا ہے ہر کوئی اپنی مرضی اور اپنے نظریے کے حق میں قرآن کو استعمال کر رہا ہے۔ حالت ایسی ہوگی گویا قرآن اُن کا راہنما نہیں بلکہ وہ قرآن کے امام و راہنما ہیں۔ امام علیہ السلام کا یہ فرمان بہت اہمیت کا حامل ہے کہ دیکھا جائے قرآن میں حقیقت تلاش کی جا رہی ہے یا اپنی ضد قرآن سے منوائی جا رہی ہے۔

آخری دو جملوں میں امام علیہ السلام نے ایک خاص موضوع کی طرف متوجہ کیا کہ اُس زمانے میں لوگوں کے سامنے قرآن کی تعلیمات نہیں ہوں گی بلکہ فقط قرآن کا نام لے رہے ہوں گے۔ اور قرآن کا دستور العمل اور ہدایات جاننے کے بجائے اُس کی خطاطی اور زبر زیر کی بحثوں میں مشغول ہوں گے اور اس کو قرآن کی بڑی خدمت شمار کرتے ہوں گے۔ سونے کا پانی حروف پر چڑھایا جا رہا ہوگا۔ پھول اور کلیاں بنائی جا رہی ہوں گی۔ [2]

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۴۵، ص ۴۱۶]

[2] شرح نہج البلاغہ پیام امام کے مطابق۔

قرآن اُن کے درمیان ایسا ہوگا جیسے خوبصورت شیشی میں کوئی قیمتی دوا رکھی ہو اور مریض اُسے استعمال کرنے کے بجائے قیمتی کاغذ میں لپیٹے رکھے اور لوگوں کو شیشی دکھاتا پھرے، یا خود دیکھتا رہے، تعریف کرتا رہے۔ آخری تین جملوں میں قرآن کے پیروکاروں اور معلّمین کی حالت کو بیان کیا کہ قرآن کو دور کرنے سے پہلے وہ قرآن والوں پر ظلم کر کے اُنہیں کچھ کہنے سے روکنے کی کوشش کر چکے ہیں۔ امام علیہ السلام نے یہاں کونسا زمانہ مراد لیا ہے اِس پر اکثر شارحین کی رائے ہے کہ امام علیہ السلام کے فوراً بعد شروع ہونے والا بنوامیّہ کا دور مراد ہے اور اُس دور کے بعد آج تک یہ سلسلہ ہر دور میں چل رہا ہے۔ اس خطبہ کے حاشیہ میں قبلہ سید ذیشان حیدر جوادی مرحوم رقمطراز ہیں: ”حیرت کی بات ہے کہ جب مسلمانوں کے سامنے امامت کا مسئلہ آتا ہے تو یہ کہہ کر جان بچا لیتے ہیں کہ امام سے مراد قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کے ہوتے ہوئے کسی امام کی ضرورت نہیں ہے لیکن جب قرآن مجید پر عمل کرنے کی باری آتی ہے تو قرآن مجید ماموم بن جاتا ہے اور خود قرآن مجید کا امام بننے کی صلاحیت کا اعلان کرنے لگتے ہیں“۔ [1]

قرآن کے صرف نقوش

کلماتِ قصار میں امیر المومنین علیہ السلام نے ایک اور زمانے کے متعلق ارشاد فرمایا:

{يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يَبْقٰى فِيْهِمْ مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ، وَ مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ}۔

”لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا جب ان میں صرف قرآن کے نقوش اور اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا“۔ [2]

امام علیہ السلام نے اس فرمان میں فتنوں اور گناہوں سے بھرے زمانے کی خبر دی۔ یہ کون سا زمانہ ہے اس کے بارے میں شارحین نے مختلف نظریے بیان کئے۔ امام علیہ السلام کے فوراً بعد سے یہ

---

[1] نہج البلاغہ، مترجم سید ذیشان حیدر جوادی، ص ۲۷۲۔

[2] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۳۶۹، ص ۹۴۲]

حالات شروع ہوئے اور آج بھی اکثر معاشرے اس میں مبتلا ہیں۔ امام علیہ السلام نے پہلے دو جملوں میں اُن حالات کا خلاصہ بیان فرمادیا کہ قرآن کے فقط خط ونقوش رہ جائیں گے اور اسلام کا فقط نام لیا جائے گا۔

خوبصورت خطاطی میں تحریر کیا جائے گا، صفحات کے کناروں اور جلدوں کو مزین کیا جائے گا، خوبصورت لحن سے انفرادی واجتماعی صورت میں تلاوت کی جائے گی مگر عمل میں کوسوں دور ہوں گے۔ آج کا دور امیر المومنین علیہ السلام کے دور سے کوئی زیادہ مختلف نہیں ہے اور شاید اس فریاد کا منشا بھی یہی تھا کہ ہر دور کا حاکم اس آواز کو سن لے۔ لیکن افسوس کہ جن کانوں کو مصالح اور دنیاوی منافع نے بہرا بنادیا ہو وہ کوئی آوازِ حق نہیں سکتے اور یہ حالات شاید اس دور سے بھی کچھ زیادہ واضح ہو چکے ہیں۔ بس انتظار اس وارثِ علی علیہ السلام کا ہے جو صورتحال کو تبدیل کرے اور ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے معمور کرے۔ جس کے زمانے کے بارے میں خود امیر المومنین علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں ارشاد فرمایا:

{وَ يَعْطِفُ الرَّأْىَ عَلَى الْقُرْاٰنِ اِذَا عَطَفُوا الْقُرْاٰنَ عَلَى الرَّاْيِ}۔

"ان کی رایوں کو قرآن کی طرف پھیرے گا جب کہ انہوں نے قرآن کو (توڑ مروڑ کر) قیاس ورائے کے ڈھرے پر لگالیا ہوگا"۔ [1]

اور اس خطبہ کے آخر میں ارشاد فرمایا:

{فَيُرِيْكُمْ كَيْفَ عَدْلُ السِّيْرَةِ وَ يُحْيِيْ مَيِّتَ الْكِتَابِ وَ السُّنَّةِ}۔

"چنانچہ وہ تمہیں دکھائے گا کہ حق وعدالت کی روش کیا ہوتی ہے اور وہ دم توڑ چکنے والی کتاب وسنت کو پھر سے زندہ کردے گا"۔ [2]

☆☆☆☆☆

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۳۶، ص ۳۹۹]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۳۶، ص ۴۰۰]

مبحث پنجم:

قرآن

کے متعلق

احکام ونصائح

قرآن مجید کے متعلق احکام ونصائح

جہاں امیر المومنین علیہ السلام نے قرآنِ مجید کی عظمت وفضیلت کو بیان فرمایا ہے وہیں جابجا قرآنِ مجید کے متعلق کچھ اوامر واحکام ارشاد فرمائے اور قرآنِ مجید کے متعلق مختلف نصائح بیان فرمائے جو درج ذیل ہیں:

احکامِ قرآن کی حفاظت کرو

{فَاللّٰهَ اللّٰهَ اَيُّهَا النَّاسُ! فِيْمَا اسْتَحْفَظَكُمْ مِنْ كِتَابِهٖ، وَ اسْتَوْدَعَكُمْ مِّنْ حُقُوْقِهٖ}۔

"اے لوگو! اللہ نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کی حفاظت تم سے چاہی ہے اور جو حقوق تمہارے ذمے کئے ہیں، ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو"۔ [1]

مراد یہ ہے کہ لوگ قرآن مجید اور اس کے احکامات کی حفاظت کے پابند ہیں تو لازم ہے کہ بندے کسی بھی قیمت پر قرآن مجید اور اس کے حقوق کی حفاظت کی ذمہ داریوں سے کوتاہی نہ کریں۔ بعض شارحین کے مطابق خود قرآن مجید کے حقوق کی ادائیگی پر زور دیا۔ قرآن کے احکام وحقوق کے بعد واضح فرمایا کہ آپ کو بے مقصد نہیں پیدا کیا گیا اور مقصدِ حیات وہی ہے جو قرآن نے اپنے احکام میں بیان کردیا۔

قرآن اور اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کرو

{بَلْ كَيْفَ تَعْمَهُوْنَ وَ بَيْنَكُمْ عِتْرَةُ نَبِيِّكُمْ؟ وَ هُمْ اَزِمَّةُ الْحَقِّ، وَ اَعْلَامُ الدِّيْنِ، وَ اَلْسِنَةُ الصِّدْقِ! فَاَنْزِلُوْهُمْ بِاَحْسَنِ مَنَازِلِ

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۸۴، ص ۲۷۴]

الْقُرْاٰنِ، وَرِدُوْهُمْ وُرُوْدَ الْهِيْمِ الْعِطَاشِ}۔

"کیوں ادھر ادھر بھٹک رہے ہو؟ جبکہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت علیہم السلام تمہارے اندر موجود ہے جو حق کی باگیں، دین کے پرچم اور سچائی کی زبانیں ہیں۔ جو قرآن کی بہتر سے بہتر منزل سمجھ سکو وہیں انہیں بھی جگہ دو اور پیاسے اونٹوں کی طرح ان کے سرچشمہ ہدایت پر اترو۔"[1]

قرآن مجید کی بہترین منزل وہ ہے جب زبان اور عمل سے آگے بڑھ کر قرآن مجید انسان کے جسم وروح کی گہرائیوں میں جاگزیں ہوتا ہے اور انسان کے تمام وجود کو روشن کرتا ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جیسے قرآن مجید کی بہترین جگہ تمہارے جسم وروح ہیں ویسے ہی اہل بیت پیغمبر علیہم السلام کی محبت کو بھی اپنی روح وجان کی گہرائیوں میں جگہ دو۔

اس جملے میں بھی حدیث ثقلین کی طرح اہل بیت علیہم السلام کو عدیل قرآن قرار دیا گیا ہے اور تمام مسلمانوں کو ان دونوں یعنی قرآن مجید اور اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کی دعوت دی گئی ہے۔

صفات خداوندی کی معرفت قرآن سے حاصل کرو

خدا تعالیٰ کی صفات کے متعلق دریافت کرنے والوں کے جواب میں خطبہ اشباح میں فرمایا:

{فَانْظُرْ اَيُّهَا السَّآئِلُ: فَمَا دَلَّكَ الْقُرْاٰنُ عَلَيْهِ مِنْ صِفَتِهٖ فَائْتَمَّ بِهٖ وَ اسْتَضِئْ بِنُوْرِ هِدَايَتِهٖ}۔

"اے (اللہ کی صفتوں کو) دریافت کرنے والے دیکھو! کہ جن صفتوں کا تمہیں قرآن نے پتہ دیا ہے (ان میں) تم اس کی پیروی کرو اور اسی کے نور ہدایت سے کسب ضیا کرتے رہو۔"[2]

گویا صفاتِ خداوندی کے سلسلہ میں سبھی لوگوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ان صفات کی

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۸۵، ص ۲۷۸]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۸۹، ص ۲۸۶]

معرفت قرآن اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی سنت اور تعلیمات سے حاصل کریں اور معرفتِ خداوندی کے مسئلہ میں ذاتی رائے اور محدود انسانی افکار پر اعتماد کرنا وسوسہ شیطانی قرار پائے گا۔

قرآن سیکھو کیوں کہ وہ شفاء وہدایت کا ذریعہ ہے

{وَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ اَحْسَنُ الْحَدِيْثِ، وَ تَفَقَّهُوْا فِيْهِ فَاِنَّهٗ رَبِيْعُ الْقُلُوْبِ، وَ اسْتَشْفُوْا بِنُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ شِفَآءُ الصُّدُوْرِ، وَ اَحْسِنُوْا تِلَاوَتَهٗ فَاِنَّهٗ اَنْفَعُ الْقَصَصِ}۔

"اور قرآن کا علم حاصل کرو کہ وہ بہترین کلام ہے اور اس میں غور وفکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے اور اس کے نور سے شفا حاصل کرو کہ سینوں (کے اندر چھپی ہوئی بیماریوں) کیلئے شفا ہے اور اس کی خوبی کے ساتھ تلاوت کرو کہ اس کے واقعات سب واقعات سے زیادہ فائدہ رساں ہیں"۔ [1]

"اَحْسَنُ الْحَدِيْثِ" سے مراد یہ ہے کہ قرآن فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے بھی بہترین کلام ہے اور مفہوم کے اعتبار سے بھی۔

"رَبِيْعُ الْقُلُوْبِ" سے مراد ہے کہ اس کے معنی ومفاہیم پر غور کر کے دلوں کو جلا بخشو۔

"اَنْفَعُ الْقَصَصِ" میں قرآن مجید کے عملی آثار ونتائج مدنظر ہیں تا کہ اس کے احکامات اور دیئے ہوئے ضابطہ حیات کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

"نور" اور "شفاء" میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ روحانی بیماریوں کے علاج کا یقینی اور مجرب نسخہ ہے اور یہ اس پر عمل کی طرف حکم ہے۔ دراصل ان چار احکامات میں امام علیہ السلام نے قرآن حکیم کے متعلق لوگوں کی ذمہ داریوں کو بیان فرمایا ہے تا کہ صرف وہ حسن قرأت کی بجائے قرآن کی اصل روح اور مقصد کی طرف بھی لوگ متوجہ ہوں۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۰۸، ص ۳۴۴]

کتاب خدا پر عمل کرو

{وَ عَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللهِ، فَاِنَّهُ الْحَبْلُ الْمَتِيْنُ}۔

"تمہیں کتاب خدا پر عمل کرنا چاہیے۔اس لئے کہ وہ ایک مضبوط رسی ہے"۔ [1]

کتاب خدا پر عمل کرو کیونکہ انفرادی و اجتماعی مشکلات کا حل قرآن مجید میں موجود ہے اور قرآن مجید کے ساتھ تمسک اختیار کرنے کا حکم دینے کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے اس کی اہمیت کو گیارہ پر معنی تشبیہات کے ساتھ، قرآن مجید کی گیارہ خصوصیات کا اس خطبے میں ذکر فرمایا ہے۔

اپنے مسائل کا حل قرآن سے پوچھو

{فَجَآءَهُمْ بِتَصْدِيْقِ الَّذِیْ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَ النُّوْرِ الْمُقْتَدٰى بِهٖ. ذٰلِكَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَنْطِقُوْهُ، وَلَنْ يَّنْطِقَ، وَلٰكِنْ اُخْبِرُكُمْ عَنْهُ}۔

"چنانچہ آپؐ ان کے پاس پہلی کتابوں کی تصدیق (کرنے والی کتاب) اور ایک ایسا نور لے کر آئے کہ جس کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ قرآن ہے۔اس کتاب سے پوچھو لیکن یہ بولے گی نہیں، البتہ میں تمہیں اس کی طرف سے خبر دیتا ہوں"۔ [2]

جب قرآن مجید واضح اور روشن زبان میں نازل ہوا ہے تو یہ کیوں فرمایا گیا کہ" وَ لَنْ يَّنْطِقَ "؟اس سے مراد ومقصود قرآن مجید کا باطن اور اس میں پوشیدہ اسرار ہیں گویا کہ حکم دیا گیا ہے کہ خود اس سے باتیں کرو یہ تم سے بولے گا لیکن اگر اس کے اسرار و رموز اور غوامض و بواطن تک رسائی چاہتے ہو تو ان کا علم معلمینِ قرآن، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے جانشینوں کی دسترس میں ہے۔ان حقائق سے آگاہی کے لیے تمہیں اہل بیت علیہم السلام کے دروازے پر آنا ہوگا۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۵۴، ص ۴۳۷]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۵۶، ص ۴۴۳]

قرآن کو ہادی بناؤ

{إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ أَنْزَلَ كِتَابًا هَادِيًا بَيَّنَ فِيهِ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ، فَخُذُوا نَهْجَ الْخَيْرِ تَهْتَدُوا}۔

"اللہ تعالیٰ نے ایسی ہدایت کرنے والی کتاب نازل فرمائی ہے کہ جس میں اچھائیوں اور برائیوں کو (کھول کر) بیان کیا ہے۔تم بھلائی کا راستہ اختیار کروتا کہ ہدایت پا سکو"۔ [1]

قرآن مجید کو ہادی بناؤ کیونکہ یہ اسلامی تعلیمات کا منبع و ماخذ ہے اور اس میں نیکی و بدی، واجبات ومحرمات، فضائل ورذائل، صحیح وانحرافی عقائد اوران سب امور کے اصول وضوابط بیان ہوئے ہیں۔تبھی تو یہ ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ کی مصداق کتاب ہے۔

قرآنی احکامات کی حفاظت کرو

{وَاسْتَتِمُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلَىٰ طَاعَةِ اللّٰهِ وَالْمُحَافَظَةِ عَلَىٰ مَا اسْتَحْفَظَكُمْ مِنْ كِتَابِهِ}۔

"اطاعت خدا پر صبر کرکے اور جن چیزوں کی اس نے اپنی کتاب میں تم سے حفاظت چاہی ہے ان کی حفاظت کر کے اس سے نعمتوں کی تکمیل چاہو"۔ [2]

اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت، قرآن کا احترام اوراس کی ہدایات پر عمل پیرا ہونا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بقا اور تسلسل کے اسباب میں سے ہے گویا کہ اگر نعماتِ الٰہی میں دوام اور تسلسل چاہتے ہوتو احکاماتِ قرآن کی حفاظت کرو۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۶۵، ص ۴۰۷]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۷۱، ص ۴۷۸]

قرآن کے وسیلہ سے شفا اور مدد مانگو

{ فَاسْتَشْفُوْهُ مِنْ اَدْوَآئِكُمْ ، وَ اسْتَعِيْنُوْا بِهٖ عَلٰى لَاْوَآئِكُمْ ، فَاِنَّ فِيْهِ شِفَآءً مِنْ اَكْبَرِ الدَّآءِ ، وَ هُوَ الْكُفْرُ وَ النِّفَاقُ ، وَ الْغَيُّ وَ الضَّلَالُ }۔

”اس (قرآن مجید) سے اپنی بیماریوں کی شفا چاہو اور اپنی مصیبتوں پر اس سے مدد مانگو۔ اس میں کفر و نفاق اور ہلاکت و گمراہی جیسی بڑی بڑی مرضوں کی شفا پائی جاتی ہے“۔[1]

اگرچہ قرآن مجید جسمانی بیماریوں کے لیے بھی معالج اور شفا بخش ہے لیکن یہاں معنوی روحانی اور اخلاقی بیماریوں سے شفاء کا نسخہ قرآن کو بیان کیا جا رہا ہے اور وہ چار عظیم روحانی بیماریاں کفر، نفاق، جہل اور گمراہی ہیں یہاں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اخلاقی معاشرتی اور اعتقادی بیماریوں سے قرآن مجید تب باعث شفا ہے جب توسل قرآن عمل سے مزین ہو اور اس کی آیات کے مضامین سے آگاہی حاصل کر کے اور ان پر عمل پیرا ہو کر اپنی شفاء کا ذریعہ وسیلہ بنایا جائے۔

قرآن کو اللہ سے مانگنے کا وسیلہ بناؤ

{ فَاسْئَلُوا اللّٰهَ بِهٖ ، وَ تَوَجَّهُوْٓا اِلَيْهِ بِحُبِّهٖ }۔

”اس کے وسیلہ سے اللہ سے مانگو اور اس کی دوستی کو لئے ہوئے اس کا رخ کرو“۔[2]

کیونکہ بندوں کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے متوجہ ہونے کا قرآن مجید جیسا کوئی اور ذریعہ نہیں۔ اس پر عمل پیرا ہو کر اسے وسیلہ نجات اور نعمات الٰہی کے حصول کا ذریعہ بناؤ۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۷۴، ص ۴۸۷]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۷۴، ص ۴۸۷]

قرآن کو لوگوں سے مانگنے کا ذریعہ نہ بناؤ

اسی خطبہ میں ارشاد فرمایا:

{وَلَا تَسْئَلُوْا بِهِ خَلْقَهُ}۔

"اسے لوگوں سے مانگنے کا ذریعہ نہ بناؤ"۔ [1]

یعنی قرآن مجید بہترین وسیلہ نجات اور عنایات الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اسے خودنمائی لوگوں کی توجہ حاصل کرنے اور دنیوی اور مادی مفادات کے حصول کا ذریعہ نہ بناؤ. امام علیہ السلام فرماتے ہیں قرآن مجید کو لوگوں سے مفاد حاصل کرنے کے لئے استعمال نہ کریں۔ بہت سے افراد قرآن سے حکمرانوں کی مرضی کی تفسیر پیش کر کے یا خود کو قاری و حافظ کے طور پر پیش کر کے رزق و روزی کماتے ہیں جس سے امام علیہ السلام نے یہاں ممانعت فرمائی۔

قرآن کے پیرو بنو، پیشوا نہ بنو

{فَكُوْنُوْا مِنْ حَرَثَتِهِ وَ اَتْبَاعِهِ، وَ اسْتَدِلُّوْهُ عَلٰى رَبِّكُمْ، وَ اسْتَنْصِحُوْهُ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ، وَاتَّهِمُوْا عَلَيْهِ اٰرَآءَكُمْ، وَاسْتَغِشُّوْا فِيْهِ اَهْوَآءَكُمْ}۔

"لٰہذا تم قرآن کی کھیتی بونے والے اور اس کے پیروکار بنو اور اپنے پروردگار تک پہنچنے کیلئے اسے دلیل راہ بناؤ اور اپنے نفسوں کیلئے اس سے پند و نصیحت چاہو اور اس کے خلاف اپنی رایوں پر بھروسا نہ کرو اور اس کے مقابلہ میں اپنی خواہشوں کو غلط و فریب خوردہ سمجھو"۔ [2]

ان کلمات میں قرآن مجید کے برکات و آثار کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے کیونکہ

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۷۴، ص ۴۸۷]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۷۴، ص ۴۸۷]

قرآن مجید جہاں دنیاوی اور مادی ومعنوی برکات کے حصول کا ذریعہ ہے وہاں آخرت کی کامیابی کا بھی ذریعہ ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ دنیا ایک کھیتی کی مانند ہے یہاں قرآنی آیات کا بیج بویا جائے کیونکہ وہی فصل آخرت کے لئے ثمر آور ہے جس کی کاشت قرآنی اصولوں پر ہو اور یہاں تین حکم ارشاد فرمائے:

(۱) تمہارا عقیدہ قرآن سے ماخوذ ہو۔

(۲) پروردگار کی شناخت کے لئے قرآن مجید سے استدلال کرو۔

(۳) حق وباطل پرکھنے کا معیار قرآن مجید کو بناؤ۔

"اٰراۤءَ"؛ قرآن مجید کے مخالف اعتقادات کی طرف اشارہ ہے۔

"اَھْوَآءَ"؛ قرآن مجید کے خلاف نفسانی خواہشات کی طرف اشارہ ہے۔

قرآن پر عمل کرنے میں غیر تم پر سبقت نہ لے جائیں

امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو اپنی آخری وصیت میں ارشاد فرمایا:

{وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي الْقُرْاٰنِ، لَا يَسْبِقُكُمْ بِالْعَمَلِ بِهِ غَيْرُكُمْ}۔

"قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم پر سبقت لے جائیں"۔ [۱]

امام علیہ السلام ابن ملجم کی ضربت سے زخمی ہیں اور اپنے بیٹوں کو وصیت فرما رہے ہیں۔ اُن میں سے تیسری وصیت قرآن مجید کے بارے میں ہے۔ خُدارا، خُدارا قرآن کا خیال رکھنا۔ فقط قرآن کی تلاوت، تجوید اور علمی ابحاث پر اکتفا نہ کرنا بلکہ قرآن پر عمل کا خیال رکھنا۔ دوسرے قرآن کے احکامات پر عمل کرنے میں آگے نہ ہوں۔ مسلمانوں اور قرآن کی محافل سجانے والے ممالک کی نسبت حقوق انسانی، امانت داری، سچ بولنے جیسے احکام میں غیر مسلم ممالک آپ سے

---

[۱] [نہج البلاغہ، افکار، وصیت ۴۷، ص ۷۵۹]

آگے نہ ہوں۔ شخصی زندگی میں نظم وضبط، وفائے عہد جیسے احکام قرآنی میں دوسرے آپ سے آگے نہ ہُوں۔ یہ امام علیہ السلام کی قرآن کے بارے حسرت ہے جو ہم تک بھی اس تحریر کے ذریعہ پہنچ چکی ہے۔

احکامِ قرآن کی اتباع کرو

{أَمَرَهُ بِتَقْوَى اللهِ، وَ إِيْثَارِ طَاعَتِهِ وَ اتِّبَاعِ مَآ أَمَرَ بِهِ فِيْ كِتَابِهِ: مِنْ فَرَآئِضِهِ وَ سُنَنِهِ، الَّتِيْ لَا يَسْعَدُ أَحَدٌ إِلَّا بِاتِّبَاعِهَا، وَ لَا يَشْقٰى إِلَّا مَعَ جُحُوْدِهَا وَ إِضَاعَتِهَا}۔

"انہیں حکم ہے کہ اللہ کا خوف کریں، اس کی اطاعت کو مقدم سمجھیں اور جن فرائض و سنن کا اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے، ان کا اتباع کریں کہ انہی کی پیروی سے سعادت اور انہی کے ٹھکرانے اور برباد کرنے سے بدبختی دامنگیر ہوتی ہے"۔ [1]

امام علیہ السلام کے خطوط میں سے مشہور خط مالک اشتر کے نام ہے۔ یہ خود امام علیہ السلام نے جناب مالک اشتر کو مصر بطور گورنر بھیجتے ہوئے تحریر فرمایا۔ اس خط میں درجنوں ہدایات تحریر فرمائیں۔ خط کی ابتدا میں تقویٰ کی تاکید کی اور پھر فرمایا ہر شے سے اللہ کی اطاعت کو مقدم سمجھیں اور اللہ سبحانہ نے قرآن مجید میں جو احکام ارشاد فرمائے ہیں اُن کی اتباع کریں۔ یہ بھی واضح فرمایا کہ اگر کسی کو عزت و سعادت نصیب ہوتی ہے تو اللہ کی اتباع میں اور شقاوت و بدبختی کا سامنا اُنہی کو کرنا پڑتا ہے جو قرآن کے احکام کا انکار کرتے ہیں اور اُنہیں ضائع کرتے ہیں۔

ان جملوں سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کے احکام کی پیروی کے بغیر نہ علم باعث سعادت بن سکتا ہے اور نہ حکومت دوسرے الفاظ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ سعادت کا معیار قرآن ہے اور قرآن دنیوی و اخروی دونوں زندگیوں کی سعادت کا ضامن ہے۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، مکتوب ۵۳، ص ۷۶۴]

مشکلات میں قرآن کی طرف رجوع کرو

{وَ ارْدُدْ اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ مَا یُضْلِعُكَ مِنَ الْخُطُوْبِ، وَ یَشْتَبِهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاُمُوْرِ، فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِقَوْمٍ اَحَبَّ اِرْشَادَهُمْ: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾. فَالرَّدُّ اِلَی اللّٰهِ الْاَخْذُ بِمُحْكَمِ كِتَابِهٖ، وَ الرَّدُّ اِلَی الرَّسُوْلِ الْاَخْذُ بِسُنَّتِهِ الْجَامِعَةِ غَیْرِ الْمُفَرِّقَةِ}۔

”جب ایسی مشکلیں تمہیں پیش آئیں کہ جن کا حل نہ ہو سکے اور ایسے معاملات کہ جو مشتبہ ہو جائیں تو ان میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرو، کیونکہ خدا نے جن لوگوں کو ہدایت کرنا چاہی ہے ان کیلئے فرمایا ہے: ”اے ایمان دارو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اور ان کی جو تم میں سے صاحبان امر ہوں، اور اگر تم میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرو“، تو اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کتاب کی محکم آیتوں پر عمل کیا جائے، اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے ان متفق علیہ ارشادات پر عمل کیا جائے جن میں کوئی اختلاف نہیں“۔[1]

عہد نامہ کے اس حصّہ امام علیہ السلام نے مالک اشتر کو مشکل و مشتبہ کاموں میں اللہ اور رسول اور اولی الامر کی طرف پلٹنے اور رجوع کا کہا۔ آیت اطاعت کو پیش کر کے فرمایا کہ اللہ کی طرف پلٹنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی کتاب قرآن مجید کی محکم آیات کی طرف رجوع کیا جائے اور قرآن کے اُن محکم اصولوں پر عمل کیا جائے۔ اس فرمان سے قرآن مجید کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کی مشکلات کا حل قرآن مجید میں موجود ہے اور انہی جملوں سے یہ بھی روشن ہوا کہ امام علیہ السلام کا اندازِ تفسیر کیا تھا۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، مکتوب ۵۳، ص ۷۷۴]

قرآنی فرائض واحکام کی پیروی کرو

{وَ الْوَاجِبُ عَلَيْكَ اَنْ تَتَذَكَّرَ مَا مَضٰى لِمَنْ تَقَدَّمَكَ، مِنْ حُكُوْمَةٍ عَادِلَةٍ، اَوْ سُنَّةٍ فَاضِلَةٍ، اَوْ اَثَرٍ عَنْ نَبِيِّنَا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اَوْ فَرِيْضَةٍ فِیْ كِتَابِ اللهِ، فَتَقْتَدِیَ بِمَا شَاهَدْتَهٗ مِمَّا عَمِلْنَا بِهٖ فِيْهَا}۔

"اور تمہیں لازم ہے کہ گزشتہ زمانہ کی چیزوں کو یاد رکھو، خواہ کسی عادل حکومت کا طریق کار ہو، یا کوئی اچھا عمل درآمد ہو، یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث ہو، یا کتاب اللہ میں درج شدہ کوئی فریضہ ہو، تو ان چیزوں کی پیروی کرو جن پر عمل کرتے ہوئے ہمیں دیکھا ہے"۔ [1]

عہد نامہ کے آخر میں امام علیہ السلام نے مالک اشتر کو مزید وسعت نظر کی دعوت دی کہ عہد نامہ میں آپ کے لئے تفصیل لکھی گئی مگر آپ پھر بھی گزشتہ عادل حکومتوں پر نظر رکھیں۔ جیسے حضرت سلمان علیہ السلام وحضرت یوسف علیہ السلام جیسی حکومتیں یا خود جناب امیر المومنین علیہ السلام کی حکومت سے اب تک مالک اشتر جو دیکھ چکے ہیں۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کو مدنظر رکھیں اور اپنی حکومت کے لیے اسے استعمال کریں۔ یا اللہ کی کتاب میں جو فرائض حکمرانوں کے لئے اور عام انسانوں کے لیے بیان ہوئے ہیں اُنہیں یاد رکھیں۔ یقیناً اِس حکم میں سرفہرست اللہ کی کتاب میں موجود فرائض پر عمل کرنا ہے۔ عادل حکومتیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں بھی اُسی کے مطابق ہیں اور خود امام علیہ السلام کی زندگی اور حکومت قرآنی فرائض کے مطابق ہی ہے۔

قرآن سے متمسک ہو کر پند و نصیحت حاصل کرو

حارث ہمدانی کو خط میں تحریر فرمایا؛

{وَ تَمَسَّكْ بِحَبْلِ الْقُرْاٰنِ وَ انْتَصِحْهُ، وَ اَحِلَّ حَلَالَهٗ وَ حَرِّمْ

[1] [نہج البلاغہ، افکار، مکتوب ۵۳، ص ۷۸۸]

حَرَامَهٗ، وَصَدِّقْ بِمَا سَلَفَ مِنَ الْحَقِّ}۔

"قرآن کی رسی مضبوطی سے تھام لو، اس سے پند ونصیحت حاصل کرو، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو اور گزشتہ حق کی باتوں کی تصدیق کرو۔" [1]

یہ خط امام علیہ السلام کے مخصوص صحابی جناب حارث ہمدانی کے نام ہے۔ اس میں چالیس کے قریب دستور العمل ارشاد فرمائے۔ سب سے پہلے قرآن سے تمسک کی تاکید فرمائی۔ امام علیہ السلام نے قرآن کی رسی کا لفظ استعمال کیا جس میں بہت سی باریک چیزوں کا ذکر شامل ہے۔ رسی گہرائی سے پانی یا اسی طرح کی دوسری چیزیں اوپر لائی جاتی ہیں گرے ہوئے انسانوں کو بھی رسی کا سہارا دیکھ کر بلند کیا جاتا ہے اور پہاڑ جیسی بلندی کو عبور کرنے کے لئے بھی رسی استعمال ہوتی ہے۔ امام علیہ السلام نے قرآن کو رسی سے تشبیہ دے کر اِن تمام چیزوں کو سمیٹ لیا۔ اور اپنے پیارے کو اس سے چمٹے رہنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی قرآن کو نصیحت کرنے والا قرار دے کر اُس سے پند ونصیحت حاصل کرنے کی تاکید کی۔

دوسرے جملے میں ارشاد فرمایا کہ زندگی میں جو جو کام کرتے ہیں اُن کے صحیح و غلط یا حلال و حرام ہونے کا معیار اللہ کی کتاب کو بنائیں جسے قرآن حلال کہے اُسے حلال اور جسے حرام کہے اُسے حرام سمجھیں۔ بظاہر تو امام علیہ السلام کی زندگی میں یہ تحریر جناب حارث ہمدانی کے لیے لکھی گئی تھی لیکن یہ آج بھی ہر محبّ علی علیہ السلام کے لئے مشعلِ راہ ہے اس لیے ہر شخص کو قرآن سے جڑے رہنے اور اُس کے احکام کو زندگیوں میں اپنانے کی تلقین ہے۔ ابن ابی الحدید معتزلی ان جملوں کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں؛

خبر مرفوع میں آیا ہے کہ جب ثقلین کا ذکر فرمایا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ایک کتاب خدا ہے جو آسمان سے زمین کی طرف اللہ تعالی کی ایک رسی ہے جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں۔

[1] [نہج البلاغہ، افکار، مکتوب ۶۹، ص ۸۱۲]

"اِنْتَصِحُوْهُ" کا مطلب ہے کہ قرآن مجید کے اوامر ونواہی کو اپنا خیر خواہ سمجھو۔

"وَ اَحِلَّ حَلَالَهٗ وَ حَرِّمْ حَرَامَهٗ" کا مطلب ہے کہ لوگوں کے درمیان نص قرآنی کے مطابق حلال وحرام کا فیصلہ کرو۔

"وَ صَدِّقْ بِمَا سَلَفَ مِنَ الْحَقِّ" کا مطلب ہے کہ گزشتہ امتوں کی اطاعت و نافرمانی کے نتیجے میں ان کو درپیش آنے والے جو احوال قرآن میں بیان کئے ہیں ان کی تصدیق کرو۔ [1]

حدیث کے بغیر صرف قرآن کی رو سے بحث مت کرنا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو خوارج سے مناظرہ کرنے کے لیے بھیجتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{لَا تُخَاصِمْهُمْ بِالْقُرْاٰنِ، فَاِنَّ الْقُرْاٰنَ حَمَّالٌ ذُوْ وُجُوْهٍ، تَقُوْلُ وَ يَقُوْلُوْنَ، وَلٰكِنْ حَاجِجْهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَاِنَّهُمْ لَنْ يَّجِدُوْا عَنْهَا مَحِيْصًا}

"تم ان سے قرآن کی رو سے بحث نہ کرنا، کیونکہ قرآن بہت سے معانی کا حامل ہوتا ہے اور بہت سی وجہیں رکھتا ہے، تم اپنی کہتے رہو گے، وہ اپنی کہتے رہیں گے، بلکہ تم حدیث سے استدلال کرنا، وہ اس سے گریز کی کوئی راہ نہ پا سکیں گے" [2]

قرآن مجید کو موضوع بنا کر امیر المومنین علیہ السلام کی مخالفت میں ایک گروہ تشکیل پایا جو بعد میں خوارج کہلایا۔ جنگ صفین میں جب حکمین منتخب ہوئے تو اس گروہ نے قرآن مجید کو اس آیۃ ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ [3]۔ "اقتدار تو صرف اللہ ہی کا ہے"۔ کو نعرے کے طور پر استعمال کیا اور امیر المومنین علیہ السلام کے خلاف سخت نازیبا الفاظ استعمال کیے کہ حکم فقط اللہ ہی لگا سکتا ہے علی علیہ السلام نے معاذ اللہ قرآن کی مخالفت کی اور غیر اللہ کو فیصلہ کرنے والا بنا دیا۔ امام علیہ السلام اِس گروہ کو سمجھانے کے لیے خود بھی گئے اور بہت سے لوگ امام علیہ السلام کی بات سمجھ گئے اور اُس گروہ سے علیحدگی اختیار

---

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۱۸، ص ۴۶

[2] [نہج البلاغہ، افکار، مکتوب ۷۷، ص ۸۱۹]

[3] سورہ یوسف: آیہ ۴۰۔

کر لی۔ امام علیہ السلام نے اس گروہ کی طرف کے جناب عبداللہ بن عباس کو بطور نمائندہ بھیجا تو اُن کے لیے یہ ہدایات جاری فرمائیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا قرآن سے بحث نہ کرنا چونکہ قرآن کی بعض آیات جو متشابہات کہلاتی ہیں کے کئی معانی کیے جاسکتے ہیں جیسے خوارج نے ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ کی آیت سے اپنی مرضی کا مفہوم لیا۔ اس کے بجائے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واضح احادیث کو پیش کریں۔ ابن ابی الحدید ان جملوں کی شرح میں لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام گویا فرما رہے ہیں کہ "عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ" جیسی روایات پیش کرنا۔ جن کے سامنے اُن کے پاس کوئی عذر نہیں رہے گا۔ امام علیہ السلام بارہا فرما چکے ہیں کہ خودغرض افراد اور جن کے دل زنگ آلود ہوتے ہیں وہ قرآن مجید کی اپنی آراء وخواہشات کے مطابق توجیہہ وتفسیر کر لیتے ہیں جو ایک بڑا جرم ہے مگر بہت سے لوگ اس جرم کو جسے تفسیر بالرائی بھی کہا جاتا ہے، وہ کر رہے ہیں۔ ابن ابی الحدید رقم طراز ہیں:

"هٰذَا الْكَلَامُ لَا نَظِيْرَ لَهٗ فِيْ شَرَفِهٖ وَ عُلُوِّ مَعْنَاهُ، وَ ذٰلِكَ اَنَّ الْقُرْآنَ كَثِيْرُ الْاِشْتِبَاهِ فِيْهِ مَوَاضِعُ يُظَنُّ فِي الظَّاهِرِ اَنَّهَا مُتَنَاقِضَةٌ مُتَنَافِيَةٌ"۔

"یہ کلام اپنے شرف اور معنوی بلندی میں بے مثال ہے کیونکہ قرآن میں کافی متشابہ مقامات موجود ہیں اور کچھ ایسے مقامات ہیں کہ جن کے ظاہر سے ایسا گمان ہوتا ہے کہ اس میں تناقض پایا جاتا ہے"۔ [1]

کیونکہ قرآن مجید میں محکم آیات بھی ہیں اور متشابہ بھی، مطلق بھی ہیں اور مقید بھی، خاص بھی ہیں اور عام بھی، ناسخ بھی ہیں اور منسوخ بھی اور ان سب کا علم بغیر حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اقوالِ معصومین علیہم السلام کے ممکن نہیں ہے۔

---

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۱۸، ص ۷۴۔

آیات کا مذاق نہ اڑاؤ

{وَمَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ فَهُوَ مِمَّنْ كَانَ يَتَّخِذُ اٰيَاتِ اللهِ هُزُوًا}

"جو شخص قرآن کی تلاوت کرے پھر مر کر دوزخ میں داخل ہو تو ایسے ہی لوگوں میں سے ہوگا، جو اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے"۔ [1]

قرآن اور آخرت کا گہرا تعلق ہے اور اس تعلّق و رشتے کو اسی دُنیا میں سنوارا یا بگاڑا جا سکتا ہے۔ امام علیہ السّلام کے فرمان کے مطابق کچھ قرآن پڑھنے والے دوزخ کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔ وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ قرآن کو پڑھ تو رہے ہوں گے مگر قرآن کے احکامات کو کم اہمیت سمجھ کر یُوں ترک کر دیں گے جیسے اُنہیں کچھ حکم دیا ہی نہیں جا رہا۔ غیبت جیسے گناہ کی سزا اور برائی کو پڑھ رہے ہوں گے مگر خود غیبت کر رہے ہوں گے یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کی بات کو مذاق میں اڑا دیا جائے۔ اس لیے قرآن سے جس کا ایسا برتاؤ ہوگا قیامت میں اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔

اپنی اولادوں کو قرآن کی تعلیم دو

اولاد کے حقوق کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{وَ حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ اَنْ يُّحَسِّنَ اسْمَهٗ، وَ يُحَسِّنَ اَدَبَهٗ، وَ يُعَلِّمَهُ الْقُرْاٰنَ}۔

"اور فرزند کا باپ پر یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا تجویز کرے، اچھے اخلاق و آداب سے آراستہ کرے، اور قرآن کی اسے تعلیم دے"۔ [2]

☆☆☆☆☆

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۲۲۸، ص ۸۹۲]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۳۹۹، ص ۹۵۱]

مبحث ششم:

حکمیت قرآن
اور
نہج البلاغہ

حکمیت قرآن مجید اور نہج البلاغہ

قرآن مجید چونکہ کلام الٰہی ہے اور اس کا امر و نہی، حکمِ الٰہی ہے۔ اگر کہیں امت یا افراد کے مابین کوئی اختلافِ فکری و نظری پیدا ہو جائے تو اس کا واحد حل "رجوع الی القرآن" ہے اور قرآن حکیم کو "حَکَم" ماننے سے ہی وحدتِ امت ممکن ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"عَلَيْكُمْ بِالْقُرْآنِ، فَاتَّخِذُوْهُ اِمَامًا وَ قَائِدًا"۔

"قرآن مجید کو لازم پکڑو، پس اسے اپنا امام اور راہنما بناؤ"۔ [1]

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

مَنْ جَعَلَهٗ اَمَامَهٗ قَادَهٗ اِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ جَعَلَهٗ خَلْفَهٗ قَادَهٗ اِلَى النَّارِ۔

"جس نے قرآن کو اپنا امام قرار دیا تو وہ اسے جنت کی طرف لے جائے گا اور جس نے قرآن کو ٹھکرا دیا وہ اسے جہنم کی طرف لے جائے گا"۔ [2]

فتنہ و فساد کے اسباب و عوامل

{اِنَّمَا بَدْءُ وُقُوْعِ الْفِتَنِ اَهْوَآءٌ تُتَّبَعُ، وَ اَحْكَامٌ تُبْتَدَعُ، يُخَالَفُ فِيْهَا كِتَابُ اللّٰهِ، وَ يَتَوَلّٰى عَلَيْهَا رِجَالٌ رِّجَالًا، عَلٰى غَيْرِ دِيْنِ اللّٰهِ}۔

"فتنوں کے وقوع کا آغاز وہ نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں جنکی پیروی کی جاتی ہے اور وہ نئے ایجاد کردہ احکام کہ جن میں قرآن کی مخالفت کی جاتی ہے اور جنہیں فروغ دینے کیلئے کچھ لوگ دین الٰہی کے خلاف باہم ایک دوسرے کے مددگار ہو جاتے ہیں"۔ [3]

---

[1] کنز العمال، ج ۲، ص ۲۹۰، ح ۴۰۲۹۔

[2] کنز العمال، ج ۲، ص ۲۸۹، ح ۴۰۲۷

[3] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۵۰، ص ۲۲۰]

امام علیہ السلام نے اس خطبہ میں معاشرے میں انجام پانے والے فتنہ وفساد کے اسباب وعوامل کو بیان فرمایا۔ ان فتنوں کی بنیاد دو چیزوں کو قرار دیا۔ ھوائے نفس کی پیروی اور قرآن کے مخالف نئے نئے احکامات اور بدعتیں ایجاد کرنا۔ پھر اُنہی خلافِ قرآن اور دینِ الٰہی کے متضاد احکام پر لوگوں کا جمع ہو جانا فتنوں میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ اس لیے اگر قرآنی احکام وقوانین کا اجراء عمل میں آئے تو فتنے پیدا نہ ہوں گے۔ قرآن کی اپنی مرضی کی تفسیر کے بجائے قرآن کے احکام کی پیروی ہو تو فتنہ وفساد سے بچا جا سکتا ہے۔

قرآن میزانِ عمل

ہر قسم کے مشتبہ امور میں بھی قرآن مجید کی حکمیت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{أَنَا حَجِيجُ الْمَارِقِينَ، وَ خَصِيمُ الْمُرْتَابِينَ، وَ عَلَى كِتَابِ اللهِ تُعْرَضُ الْأَمْثَالُ، وَ بِمَا فِي الصُّدُورِ تُجَازَى الْعِبَادُ!}۔

میں (ان) بے دینوں پر حجت لانے والا اور (دین میں) شک وشبہ کرنے والوں کا فریق مخالف ہوں اور قرآن پر پیش ہونا چاہیے تمام مشتبہ باتوں کو اور بندوں کو جیسی ان کی نیت ہوگی ویسا ہی پھل ملے گا۔ [1]

ان جملات میں امام علیہ السلام نے اپنے اوپر لگائے جانے والے الزامات کو رد کیا۔ قرآن کو میزان قرار دیتے ارشاد فرمایا کہ کسی پر بہتان وتہمت لگانے اور جھوٹی وغلط باتیں منسوب کرنے سے قرآن نے منع کیا ہے اِس لحاظ سے قرآن کے احکام کو مدّنظر رکھنا چاہئے۔ اور اگر کوئی بات مشتبہ ہو جائے اور سمجھ نہ آئے تو بھی قرآن ہی سے مسائل کو پرکھنا چاہیے۔ ساتھ ہی اپنے خلاف شور وغوغا برپا کرنے والوں کے لیے فرمایا کہ وہ یہ سب کچھ کس لئے کر رہے ہیں اُسے اللہ جانتا ہے اور اللہ اُن کی نیتوں کے مطابق ہی اُن کا حساب وکتاب کرے گا۔ ان الزامات پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے امام علیہ السلام نے اس خطبہ کے پہلے حصہ میں فرمایا: میرے متعلق سب کچھ جاننے بوجھنے نے

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۷۳، ص ۲۵۰]

بھی بنی امیہ کو مجھ پر افترا پردازیوں سے باز نہیں رکھا اور نہ میری سبقت ایمانی اور دیرینہ اسلامی خدمات نے ان جاہلوں کو اتہام لگانے سے روکا اور جو اللہ نے (کذب وافتراء کے متعلق) انہیں پند ونصیحت کی ہے وہ میرے بیان سے کہیں بلیغ ہے۔

قرآن کو حاکم بناؤ

{اَیْنَ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ دُعُوْٓا اِلَی الْاِسْلَامِ فَقَبِلُوْہُ؟ وَ قَرَاُوا الْقُرْاٰنَ فَاَحْکَمُوْہُ؟}۔

”وہ لوگ کہاں ہیں کہ جنہیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی تو انہوں نے اسے قبول کرلیا اور قرآن کو پڑھا تو اس پر عمل بھی کیا“۔ [1]

مشکل وقت میں انسان کو اپنے پیارے اور قدردان یاد آتے ہیں۔ یہاں امام علیہ السلام اپنے پیاروں کو یاد فرمارہے ہیں مگر نام کے بجائے اُن کے اوصاف بیان فرمائے اُن کا دوسرا وصف یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کو پڑھتے تھے تو اُس کو مضبوط کیا۔ اُسے یقینی طور پر اللہ سے سمجھا، اُسے پڑھا، اُس کے معانی میں غور کیا اور اُس پر عمل کیا اور اسی قرآن کو اپنی زندگی کا حکمران بنایا۔

قرآن اور حقِ اہل بیتؑ

{اِنَّا لَمْ نُحَکِّمِ الرِّجَالَ، وَ اِنَّمَا حَکَّمْنَا الْقُرْاٰنَ وَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ اِنَّمَا ھُوَ خَطٌّ مَّسْتُوْرٌ بَیْنَ الدَّفَّتَیْنِ، لَا یَنْطِقُ بِلِسَانٍ، وَ لَا بُدَّ لَهٗ مِنْ تَرْجُمَانٍ، وَ اِنَّمَا یَنْطِقُ عَنْهُ الرِّجَالُ،وَ لَمَّا دَعَانَا الْقَوْمُ اِلٰۤی اَنْ نُّحَکِّمَ بَیْنَنَا الْقُرْاٰنَ لَمْ نَکُنِ الْفَرِیْقَ الْمُتَوَلِّیَ عَنْ کِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾، فَرَدُّهٗۤ اِلَی اللّٰهِ اَنْ نَّحْکُمَ بِکِتَابِهٖ، وَ رَدُّهٗۤ اِلَی الرَّسُوْلِ

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۱۹، ص ۳۶۳]

اَنْ نَّاْخُذَ بِسُنَّتِهٖ، فَاِذَا حُكِمَ بِالصِّدْقِ فِيْ كِتَابِ اللهِ فَنَحْنُ اَحَقُّ النَّاسِ بِهٖ، وَاِنْ حُكِمَ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَنَحْنُ اَوْلَاهُمْ بِهٖ}۔

"ہم نے آدمیوں کو نہیں بلکہ قرآن کو حکم قرار دیا تھا۔ چونکہ یہ قرآن دو دفتیوں کے درمیان ایک لکھی ہوئی کتاب ہے کہ جو زبان سے بولا نہیں کرتی۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کیلئے کوئی ترجمان ہو اور وہ آدمی ہی ہوتے ہیں جو اس کی ترجمانی کیا کرتے ہیں۔ جب ان لوگوں نے ہمیں یہ پیغام دیا کہ ہم اپنے درمیان قرآن کو حکم ٹھہرائیں تو ہم ایسے لوگ نہ تھے کہ اللہ کی کتاب سے منہ پھیر لیتے، جبکہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: "اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو (اس کا فیصلہ نپٹانے کیلئے) اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو"۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی کتاب کے مطابق حکم کریں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کی سنت پر چلیں۔ چنانچہ اگر کتابِ خدا سے سچائی کے ساتھ حکم لگایا جائے تو اس کی رُو سے سب لوگوں سے زیادہ ہم (خلافت کے) حقدار ہوں گے اور اگر سنتِ رسولؐ کے مطابق حکم لگایا جائے تو بھی ہم ان سے زیادہ اس کے اہل ثابت ہوں گے"۔ [1]

جنگ صفین میں معاویہ نے فوج کی شکست سے بچنے کے لیے نیزوں پر قرآن بلند کروا دیے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن سے فیصلہ ہوگا۔ امام علیہ السلام کی فوج میں سے ایک بڑی تعداد نے کہا ہم اب قرآن کے خلاف جنگ نہیں کریں گے۔ امام علیہ السلام نے بہت سمجھایا کہ شکست سے بچنے اور تمہیں دھوکا دینے کے لئے قرآن کو استعمال کیا گیا ہے جنگ نہ روکو۔ مگر فوج کے اُس بڑے گروہ نے کہا کہ آپ جنگ نہیں روکیں گے تو ہم آپ کے خلاف لڑیں گے۔ مجبوراً امام علیہ السلام کو جنگ روکنی پڑی اور شام والے قرآن کا نام امام علیہ السلام کے خلاف استعمال کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اب امام علیہ السلام نے بہت زور دیا کہ قرآن کے مطابق فیصلہ کرلیا جائے کہ جو بغاوت

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۲۳، ص ۳۷۶]

کرے اُس کے خلاف جنگ کرو۔ [1]

مگر یہ لوگ نہ مانے۔ طے یہ ہوا کہ ایک شخص شام والوں کی طرف سے اور ایک امام علیہ السلام کی طرف سے فیصلہ کرنے کے لئے چُنا جائے۔ امام علیہ السلام نے بہت کہا کہ عبداللہ بن عباس یا مالک اشتر کو بھیجا جائے مگر وہی گروہ جو جنگ روکنے پر زور دے رہا تھا اُنہوں نے کہا نہیں ابو موسیٰ اشعری کو فیصلہ کے لیے بھیجا جائے۔ یہی موسیٰ اشعری شام کے نمائندے عمرو بن عاص کے دھوکے میں آ گیا یہی دو افراد حکمین کہلائے امام علیہ السلام کی فوج کا یہ گروہ جو بعد میں خوارج کہلائے امام کے مخالف ہوئے کہ آپ نے اللہ کے حکم کے بجائے افراد کے حکم کو اہمیت دی تو اس گروہ کے سامنے امام علیہ السلام نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

امام علیہ السلام یہاں زور دے رہے ہیں کہ قرآن کو فیصلہ کرنا تھا تو قرآن کی ترجمانی کے لیے کچھ افراد ہوتے ہیں۔ اس جملہ سے امام علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ اگر آپ قرآن کے حقیقی ترجمان علی بن ابی طالب علیہ السلام کی بات مان لیتے تو نہ جیتی ہوئی جنگ رُکتی اور نہ ہی حکمیت کی باری آتی۔ امام کی بات نہ مان کر اس گروہ نے اللہ اور اللہ کے رسول کی مخالفت کی اور اس پر امام اُن کی مذمّت کر رہے ہیں۔ کربلا میں عاشور کے دن امام حسین علیہ السلام نے بھی ایسے ہی الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔

"یَا قَوْمُ اَنَّ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ کِتَابُ اللّٰہِ وَ سُنَّةُ جَدِّیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ"۔

"اے قوم میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے نانا کی سنّت بطور حاکم موجود ہے"۔ [2]

امیر المومنینؑ نے اس خطبہ کے آخری حصہ میں پھر خوارج کو قرآن کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا:

{فَاَیْنَ یُتَاهُ بِکُمْ! وَ مِنْ اَیْنَ اُتِیْتُمْ! اِسْتَعِدُّوْا لِلْمَسِیْرِ اِلٰی قَوْمٍ حَیَارٰی عَنِ الْحَقِّ لَا یُبْصِرُوْنَهٗ وَ مُوْزَعِیْنَ بِالْجَوْرِ لَا یَعْدِلُوْنَ بِهٖ،

[1] سورۂ حجرات، آیہ ۹۔

[2] مقتل الحسین، مقرم، ص ۲۳۳۔

جُفَاةٍ عَنِ الْكِتَابِ، نُكُبٍ عَنِ الطَّرِيْقِ}۔

"تمہیں تو بھٹکایا جارہا ہے۔ آخر تم کہاں سے (شیطان کی راہ پر) لائے گئے ہو۔ تم اس قوم کی طرف بڑھنے کیلئے مستعد و آمادہ ہو جاؤ کہ جو حق سے منہ موڑ کر بھٹک رہی ہے کہ اسے دیکھتی ہی نہیں اور وہ بے راہ رویوں میں بہکا دیئے گئے ہیں کہ ان سے ہٹ کر سیدھی راہ پر آنا نہیں چاہتے یہ لوگ کتاب خدا سے الگ رہنے والے اور صحیح راستے سے ہٹ جانے والے ہیں"۔ [1]

لشکر شام نے نیزوں پر قرآن مجید بلند کئے تو قوم نے آواز بلند کر دی کہ ہم قرآن مجید سے فیصلہ چاہتے ہیں اور جب امیر المومنین علیہ السلام نے قرآن مجید کی حاکمیت کا فیصلہ کر دیا تو اسے یکسر نظر انداز کر دیا گیا اور صرف مکر و فریب کی بنیاد پر فیصلہ کر دیا تو امیر المومنین علیہ السلام نے اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ اگرچہ اسلام کا بنیادی مدرک قرآن مجید ہے لیکن اسے سمجھنے کے لئے افراد درکار ہیں یہ کام ہر شخص کے بس کا نہیں ہے ایسا ہوتا تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا قرآن مجید چھوڑ کر چلے جاتے اور قرآن مجید کے ساتھ ثقل اصغر عترت و اہل بیت علیہم السلام کا ذکر نہ کرتے۔ اہل بیت علیہم السلام کا ذکر اسی لیے کیا گیا کہ قرآن مجید کا سمجھنا ان کے علاوہ کسی کے بس کا کام نہیں۔

اتباعِ قرآن لازم ہے

اسی طرح ایک اور مقام پر خوارج اور حکمیت کے متعلق خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{وَ اِنَّمَا حُكِّمَ الْحَكَمَانِ لِيُحْيِيَا مَآ اَحْيَا الْقُرْاٰنُ، وَ يُمِيْتَا مَآ اَمَاتَ الْقُرْاٰنُ، وَ اِحْيَآؤُهُ الْاِجْتِمَاعُ عَلَيْهِ، وَ اِمَاتَتُهُ الْاِفْتِرَاقُ عَنْهُ. فَاِنْ جَرَّنَا الْقُرْاٰنُ اِلَيْهِمُ اتَّبَعْنَاهُمْ، وَاِنْ جَرَّهُمْ اِلَيْنَا اتَّبَعُوْنَا. فَلَمْ اٰتِ لَا اَبَا لَكُمْ بُجْرًا، وَ لَا خَتَلْتُكُمْ عَنْ اَمْرِكُمْ، وَ لَا لَبَّسْتُهٗ عَلَيْكُمْ،

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۲۳، ص ۳۷۷]

اِنَّمَا اجْتَمَعَ رَاْیُ مَلَئِکُمْ عَلَی اخْتِیَارِ رَجُلَیْنِ، اَخَذْنَا عَلَیْهِمَا اَنْ لَّا یَتَعَدَّیَا الْقُرْاٰنَ. فَتَاهَا عَنْهُ، وَ تَرَکَا الْحَقَّ وَ هُمَا یُبْصِرَانِهٖ، وَ کَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا فَمَضَیَا عَلَیْهِ، وَ قَدْ سَبَقَ اسْتِثْنَآؤُنَا عَلَیْهِمَا فِی الْحُکُومَةِ بِالْعَدْلِ، وَالصَّمْدِ لِلْحَقِّ۔ سُوْٓءَ رَاْیِهِمَا وَ جَوْرَ حُکْمِهِمَا}۔

”اور وہ دونوں حَکَم (ابوموسیٰ وعمر و ابن عاص) تو صرف اس لئے ثالث مقرر کئے گئے تھے کہ وہ انہی چیزوں کو زندہ کریں جنہیں قرآن نے زندہ کیا ہے اور انہی چیزوں کو نیست و نابود کریں جنہیں قرآن نے نیست و نابود کیا ہے۔ کسی چیز کے زندہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس پر یکجہتی کے ساتھ متحد ہوا جائے اور اس کے نیست و نابود کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔ اب اگر قرآن ہمیں ان لوگوں (کی اطاعت) کی طرف لے جاتا تو ہم ان کے پیرو بن جاتے اور اگر انہیں ہماری طرف لائے تو پھر انہیں ہمارا اتباع کرنا چاہیے۔ تمہارا بُرا ہو! میں نے کوئی مصیبت تو کھڑی نہیں کی اور نہ کسی بات میں تمہیں دھوکا دیا ہے اور نہ اس میں فریب کاری کی ہے۔ تمہاری جماعت ہی کی یہ رائے قرار پائی تھی کہ دو آدمی چن لئے جائیں جن سے ہم نے یہ اقرار لے لیا تھا کہ وہ قرآن سے تجاوز نہ کریں گے۔ لیکن وہ اچھی طرح دیکھنے بھالنے کے باوجود قرآن سے بہک گئے اور حق کو چھوڑ بیٹھے اور ان کے جذبات بے راہ روی کے مقتضی ہوئے۔ چنانچہ وہ اس روش پر چل پڑے (حالانکہ) ہم نے پہلے ہی ان سے شرط کر لی تھی کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے اور حق کا مقصد پیشِ نظر رکھنے میں بد نیتی و بے راہ روی کو دخل نہ دیں گے۔ (اگر ایسا ہوا تو وہ فیصلہ ہمارے لئے قابل تسلیم نہ ہوگا)“۔ [1]

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۲۵، ص ۳۷۹]

امام علیہ السلام کی زندگی کا ایک تلخ مقام وہ تھا جب صفین کی جنگ میں امام علیہ السلام کے مقابلے میں قرآن نیزوں پر بلند کر لیے گئے۔ امام علیہ السلام سے قرآن سیکھنے اور وہ مقام جو امام علیہ السلام کو قرآن نے دیا، دینے کے بجائے امام علیہ السلام کو قرآن کا مخالف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی اور امام علیہ السلام کی فوج میں موجود سادہ لوح افراد بھی اِس دھوکے میں آ گئے۔ امام علیہ السلام نے متعدد مقامات پر اس واقعہ پر افسوس کا اظہار کیا۔ اس خطبہ میں بھی خوارج کے ساتھ گفتگو میں ان جملوں کو دُہرایا۔ امام علیہ السلام بار بار متوجہ کرتے ہیں کہ ہم نے مجبور ہو کر جنگ روکی اور مجبور ہو کر ابو موسیٰ اشعری کو بطور حَکَم بھیجا۔ جنگ روکنے سے پہلے فوج کو قرآن کی حقیقت سے آگاہ کیا اور حَکَمین کو بھی قرآن پر عمل کی تلقین کی مگر نہ اُس وقت تم خوارج سمجھے اور نہ بعد میں حَکَمین نے قرآن کے مطابق فیصلہ کیا۔ یہی علی علیہ السلام کا افسوس ہے کہ جو معلّم قرآن تھا اُسی کو مخالف قرآن ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔

درحقیقت یہ ہے قرآن مجید کی حاکمیت اور قرآن مجید پر حقیقی عمل کرنا کہ اگر قرآن مجید دشمن کے حق میں بھی فیصلہ کر دے تو انسان اسے خوش دلی سے قبول کرے اور کسی قسم کا تکلف نہ کریں۔

اور علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل توجہ اور لائق فکر ہے کہ کس طرح استقلال اور یقین کامل کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام یہ پیغام پہنچا رہے ہیں کہ اگر تعصب کی عینک اتار کر قرآن مجید کو پڑھا جائے تو وہ ہمیشہ اہل بیت علیہ السلام کے دروازے پر ہی لے کر جائے گا اور قرآن مجید کی رو سے عترت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی قابلِ اطاعت قرار پائیں گے۔

قرآن سے تجاوز گمراہی کا سبب

اسی مفہوم کو ایک دوسرے مقام پر پر ایک اور انداز میں واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{فَاَجۡمَعَ رَاۡیُ مَلَئِکُمۡ عَلَی اَنِ اخۡتَارُوۡا رَجُلَیۡنِ، فَاَخَذۡنَا عَلَیۡهِمَا اَنۡ یُّجَعۡجِعَا عِنۡدَ الۡقُرۡاٰنِ، وَ لَا یُجَاوِزَاهُ، وَ تَکُوۡنَ اَلۡسِنَتُهُمَا مَعَهٗ وَ قُلُوۡبُهُمَا تَبَعَهٗ. فَتَاهَا عَنۡهُ، وَ تَرَکَا الۡحَقَّ وَ هُمَا یُبۡصِرَانِهٖ، وَ کَانَ الۡجَوۡرُ هَوَاهُمَا، وَ الۡاِعۡوِجَاجُ دَاۡبُهُمَا}۔

”تمہاری جماعت ہی نے دو شخصوں کے چن لینے کی رائے طے کی تھی۔ چنانچہ ہم نے ان دونوں سے یہ عہد لے لیا تھا کہ وہ قرآن کے مطابق عمل کریں اور اس سے سر مُو تجاوز نہ کریں اور ان کی زبانیں اس سے ہمنوا اور ان کے دل اس کے پیرو رہیں، مگر وہ قرآن سے بھٹک گئے اور حق کو چھوڑ بیٹھے، حالانکہ وہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ ظلم ان کی عین خواہش اور کجروی ان کی روش تھی۔“ [1]

صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے۔ شامی فوج نے قرآن نیزوں پر بلند کر لئے کہ اب جنگ روکیں اور قرآن سے فیصلہ کرائیں۔ امام علیہ السلام سمجھاتے رہے ہیں کہ یہ دھوکہ ہے جنگ جاری رکھیں مگر امام علیہ السلام کی ایک نہ سُنی گئی اور مجبوراً امام علیہ السلام کو جنگ روکنی پڑی۔ اب فیصلہ کرنے کے لیے شام والوں کی طرف سے عمرو بن العاص کا انتخاب ہوا۔ امام علیہ السلام عبد اللہ بن عباس یا مالک اشتر کا کہتے رہے مگر امام علیہ السلام کی فوج میں موجود افراد نے ابوموسیٰ اشعری پر ضد کی جس پر امام علیہ السلام یہ فرما کر خاموش ہو گئے کہ جو جی چاہے کرو۔

فیصلہ کے بعد امام علیہ السلام پر اعتراضات ہوئے جس کے جواب میں امام علیہ السلام نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ دونوں طرف کے افراد کو یہی کہا گیا تھا کہ وہ قرآن کے احکام کے سامنے سر جھکائیں گے اور قرآن سے تجاوز نہیں کریں گے۔ اُن کی زبانیں قرآن کے مطابق بات کریں گی اور دل قرآن کے تابع ہوں گے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام افسوس سے فرماتے ہیں کہ وہ گمراہ ہو گئے۔ قرآن سے رُخ موڑ لیا اور حق کو چھوڑ دیا جبکہ حق کو دیکھ رہے تھے۔ امام علیہ السلام کا درد یہی تھا کہ نہ میرے اور قرآن کے تعلّق کو دیکھا اور نہ قرآن نے میرے جس مقام کو بیان کیا اس کا لحاظ کیا۔ علی علیہ السلام کی مخالفت کی یعنی قرآن کی مخالفت کی۔

جب صفین میں لشکرِ شام نیزوں پر قرآن مجید کو بلند کیا کہ ہم قرآن مجید سے فیصلہ چاہتے ہیں تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا یہ محض ایک مکر اور دھوکا ہے ورنہ میں تو خود ہی قرآن ناطق ہوں۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۲۵، ص ۴۹۱]

بالآخر حضرت علیہ السلام نے اس شرط پر حَکَمْ مقرر کرنے کے عمل کو قبول کرلیا کہ کوئی بھی فیصلہ کرے لیکن احکامِ قرآن مجید اور اس کی حدود سے آگے نہ بڑھے کہ میں نے قرآن مجید کے نام پر ہی جنگ کو موقوف کیا ہے لیکن حَکَمَین کا فیصلہ آجانے کے بعد بھی آپ کا عذر واضح رہا کہ میں نے فیصلہ میں قرآن مجید پر عمل کرنے کی شرط رکھی تھی اور یہ فیصلہ قرآن مجید سے نہیں ہوا لہذا مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

قرآن کا حکم

حاکمِ شام کو ایک خط میں قرآن مجید کی اہمیت اور تحکیم کے متعلق تحریر فرمایا:

{وَ قَدْ دَعَوْتَنَا اِلٰی حُكْمِ الْقُرْاٰنِ وَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِهٖ وَ لَسْنَآ اِيَّاكَ اَجَبْنَا، وَ لٰكِنَّآ اَجَبْنَا الْقُرْاٰنَ فِيْ حُكْمِهٖ}۔

”اور تم نے ہمیں قرآن کے فیصلہ کی طرف دعوت دی حالانکہ تم قرآن کے اہل نہیں تھے، تو ہم نے تمہاری آواز پر لبیک نہیں کہی، بلکہ قرآن کے حکم پر لبیک کہی“۔ [1]

امام علیہ السلام نے یہ خط حاکمِ شام کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔ جنگ صفین میں شکست سے بچنے کیلئے قرآن نیزے پر اُٹھائے گئے اور پھر قرآن کے مطابق فیصلہ کی بات کی گئی۔ امامؑ نے یہاں حاکمِ شام کی حقیقت کو بھی واضح فرمایا کہ آپ کا قرآن سے کیا تعلق ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہم نے قرآن کے احترام کو مدنظر رکھا۔ صفین اور قرآن کے بارے متعدد بار لکھا جاچکا ہے۔

قرآن کی غلط تأویل قابل مذمت عمل

قرآن کے حکم سے انحراف اور اس کی من پسند تاویل وتفسیر کرنے والوں کے متعلق فرمایا:

{فَعَدَوْتَ عَلٰى طَلَبِ الدُّنْيَا بِتَاْوِيْلِ الْقُرْاٰنِ}۔

”مگر تم قرآن کی (غلط سلط) تاویلیں کرکے دنیا پر چھاپہ مارنے“۔ [2]

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، مکتوب ۴۸، ص ۷۶۰]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، مکتوب ۵۵، ص ۷۹۴]

اس خط میں حاکم شام کی طرف سے امام علیہ السلام پر لگائے گئے الزامات کے جوابات ہیں۔ اس جملے میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تم نے قرآن مجید کی غلط تأویل کر کے دنیا کو حاصل کرنا چاہا اور غلط تأویل حقیقت میں اُس الزام کی طرف اشارہ ہے کہ حاکمِ شام کو بھی معلوم تھا کہ حضرت عثمان کے قتل میں امام علیہ السلام کا کوئی دخل نہیں اور نہ ہی وہ شرعی وارث ہے کہ قصاص طلب کرے مگر پھر بھی دنیا سے فائدہ اٹھانے اور دنیا والوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے قرآن کی غلط تأویل کر کے حضرت عثمان کا وارث ظاہر کر کے حکومت حاصل کرنے کی کوشش کی۔

اس فرمان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بہت سے افراد قرآن مجید سے اپنے دُنیاوی فائدے اٹھانے کے لئے قرآن کی اپنی مرضی کی تفسیر و تاویل کرتے ہیں جو ایک قابل مذمت عمل ہے۔

قرآن سے فیصلہ

قصاص حضرت عثمان کے سلسلہ میں بھی قرآن کو حَکَم قرار دینے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

{وَ قَدْ اَکْثَرْتَ فِیْ قَتَلَةِ عُثْمَانَ، فَادْخُلْ فِیْمَا دَخَلَ فِیْهِ النَّاسُ، ثُمَّ حَاكِمِ الْقَوْمَ اِلَیَّ، اَحْمِلْكَ وَ اِیَّاهُمْ عَلٰی کِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی}۔

”اور تم نے عثمان کے قاتلوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے تو پہلے میری بیعت میں داخل ہو جاؤ جس میں سب داخل ہو چکے ہیں۔ پھر میری عدالت میں ان لوگوں پر مقدمہ دائر کرنا، تو میں کتاب خدا کی رو سے تمہارا اور ان کا فیصلہ کر دوں گا“۔ [1]

یہ خط امام علیہ السلام نے حاکم شام کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔ جس نے حضرت عثمان کے قتل کا بہانہ بنا کر اپنی حکومت کو مضبوط کرنے اور شام کے لوگوں کو امام علیہ السلام کے خلاف اُکسانے کی کوشش کی۔ آپ علیہ السلام نے اس خط میں اُسے بیعت کرنے پر قتلِ حضرت عثمان کا مقدمہ پیش کرنے کا کہا اور واضح فرمایا کہ جب مقدمہ ہمارے سامنے پیش ہوگا تو ہم اللہ کی کتاب کے مطابق ہی فیصلہ کریں گے۔ امام علیہ السلام نے قرآن کو معیار کے طور پر پیش فرمایا۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، مکتوب ۶۴، ص ۸۰۶]

انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک اور میدان جنگ سے لے کر کرسی عدالت تک امیر المومنین علیہ السلام نے ہر جگہ قرآن مجید کو حَکَم بنانے اور قرآن مجید کی رو سے فیصلہ کرنے کا ذکر کر کے قرآن کی حاکمیت کو کس قدر کھول کر بیان فرمایا ہے۔

قرآن پر ثابت قدمی

اہل یمن اور قبیلہ ربیعہ کے مابین بطور معاہدہ ایک خط تحریر کرتے ہوئے فرمایا:

{هٰذَا مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ اَهْلُ الْيَمَنِ، حَاضِرُهَا وَ بَادِيْهَا، وَ رَبِيْعَةُ، حَاضِرُهَا وَ بَادِيْهَا، اَنَّهُمْ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ يَدْعُوْنَ اِلَيْهِ، وَ يَأْمُرُوْنَ بِهٖ، وَ يُجِيْبُوْنَ مَنْ دَعَا اِلَيْهِ وَ اَمَرَ بِهٖ، لَا يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا، وَ لَا يَرْضَوْنَ بِهٖ بَدَلًا، وَ اَنَّهُمْ يَدٌ وَّاحِدَةٌ عَلٰى مَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ وَ تَرَكَهٗ، اَنْصَارٌ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ، دَعْوَتُهُمْ وَاحِدَةٌ، لَا يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ لِمَعْتَبَةِ عَاتِبٍ، وَ لَا لِغَضَبِ غَاضِبٍ، وَ لَا لِاسْتِذْلَالِ قَوْمٍ قَوْمًا، وَ لَا لِمَسَبَّةِ قَوْمٍ قَوْمًا، عَلٰى ذٰلِكَ شَاهِدُهُمْ وَ غَآئِبُهُمْ، سَفِيْهُهُمْ وَ عَالِمُهُمْ، وَ حَلِيْمُهُمْ وَ جَاهِلُهُمْ. ثُمَّ اِنَّ عَلَيْهِمْ بِذٰلِكَ عَهْدَ اللّٰهِ وَ مِيْثَاقَهٗ، اِنَّ عَهْدَ اللّٰهِ كَانَ مَسْؤُلًا}۔

"یہ ہے وہ عہد جس پر اہل یمن نے، وہ شہری ہوں یا دیہاتی اور قبیلہ ربیعہ نے، وہ شہر میں آباد ہوں یا بادیہ نشین، اتفاق کیا ہے کہ وہ سب کے سب کتاب اللہ پر ثابت قدم رہیں گے، اسی کی طرف دعوت دیں گے، اسی کے ساتھ حکم دیں گے، اور جو اس کی طرف دعوت دے گا اور اس کی رو سے حکم دے گا اس کی آواز پر لبیک کہیں گے۔ نہ اس کے عوض کوئی فائدہ چاہیں گے اور نہ اس کے کسی بدل پر راضی ہوں گے، اور جو کتاب اللہ کے خلاف چلے گا اور اسے چھوڑ دے گا اس کے مقابلہ میں متحد

ہو کر ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں گے، ان کی آواز ایک ہوگی اور وہ کسی سرزنش کرنے والے کی سرزنش کی وجہ سے، کسی غصہ کرنے والے کے غصہ کی وجہ سے اور ایک گروہ کے دوسرے گروہ کو ذلیل کرنے کی وجہ سے، اور ایک جماعت کے دوسری جماعت کو گالی دینے سے اس عہد کو نہیں توڑیں گے، بلکہ حاضر یا غیر حاضر، کم عقل، عالم، بردبار، جاہل، سب اس کے پابند رہیں گے۔ پھر اس عہد کی وجہ سے ان پر اللہ کا عہد و پیمان بھی لازم ہو گیا ہے اور اللہ کا عہد پوچھا جائے گا"۔ [1]

یہ تحریر امام علیہ السلام نے یمن کے دو قبیلوں کے درمیان ایک معاہدے کے طور پر لکھی گئی ہے۔ اس میں آپ علیہ السلام نے دونوں قبیلوں کو قرآن کا پابند رہنے کی تاکید کی اور قرآن مجید کے سائے میں اتفاق واتحاد سے زندگی بسر کرنے کا فرمایا۔ امام علیہ السلام نے قرآن مجید سے متمسک رہنے کے لیے پانچ مراحل بیان فرمائے۔ امام علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ قرآن مجید کی تلاوت ہی کافی نہیں ہوگی بلکہ اُس کے مطابق زندگی گزارنی ہوگی۔ اور پھر قرآن کے مطابق پانچ تعلیمات کی یاد دہانی کرائی۔ یہ تحریر اگرچہ یمن کے دو قبیلوں کے درمیان معاہدے کے طور پر لکھی گئی ہے مگر ہر دور میں معاشرتی زندگی کو سنوارنے کے لیے مہم اصولوں کو بیان کیا گیا ہے۔ فردی و اجتماعی معاہدوں اور تعلقات میں ان اصولوں پر عمل کیا جائے تو زندگی پرسکون ہوسکتی ہے۔

گویا کہ آپ اس طرف متوجہ فرما رہے ہیں کہ حقیقت شناسی کا بہترین معیار کتاب خدا ہے۔ پس تمام اختلافات کا واحد حل قرآن مجید کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر قرآن مجید کے فیصلوں کو خوش دلی سے قبول کرنے میں ہے اور یہی اتحاد امت کا واحد ذریعہ ہے اور اگر باہمی مناقشات میں کتاب خدا کو ہی فصل الخطاب قرار دیا جائے اور قرآن مجید کی حاکمیت پر ہی اتفاق کیا جائے تو یہی صراط مستقیم ہے اور وحدت امت کا ذریعہ ہے اور دنیوی واخروی نجات کی ضمانت ہے۔

☆☆☆☆☆

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، مکتوب ۷۴، ص ۸۱۷]

مبحث ہفتم:

تعلیم وتدریسِ قرآن

تعلیم وتدریس قرآن

قرآن مجید شیریں اور حیات بخش چشمہ ہے۔قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان کے فرائض میں شامل ہے ہر مومن کو چاہیے کہ خود قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرے اور اپنے بچوں کے لئےتعلیم وتدریسِ قرآن کا انتظام کرے اور امیر المومنین علیہ السلام نے اسے حقِ اولاد گردانا ہے۔اس سلسلہ میں درج ذیل احکامات ارشاد فرمائے:

قرآن کی تعلیم حاصل کرو

{وَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ اَحْسَنُ الْحَدِيْثِ، وَ تَفَقَّهُوْا فِيْهِ فَاِنَّهٗ رَبِيْعُ الْقُلُوْبِ، وَ اسْتَشْفُوْا بِنُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ شِفَآءُ الصُّدُوْرِ، وَ اَحْسِنُوْا تِلَاوَتَهٗ فَاِنَّهٗ اَنْفَعُ الْقَصَصِ}۔

”اور قرآن کا علم حاصل کرو کہ وہ بہترین کلام ہے اور اس میں غور وفکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے اور اس کے نور سے شفا حاصل کرو کہ سینوں (کے اندر چھپی ہوئی بیماریوں) کیلئے شفا ہے اور اس کی خوبی کے ساتھ تلاوت کرو کہ اس کے واقعات سب واقعات سے زیادہ فائدہ رساں ہیں“۔ [1]

اس حصہ میں امام علیہ السلام نے قرآن مجید کے بارے میں چار احکامات ارشاد فرمائے۔ ان مختصر جملات میں قرآن مجید سے تعلّق کا مکمل دستور بیان فرمایا۔ پہلا حکم یہ کہ قرآن مجید کا علم حاصل کرو اور ساتھ قرآن کی تعریف میں فرمایا کہ یہ بہترین کلام ہے۔ یہ الفاظ قرآن مجید کی اس آیت سے لیے گئے:

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۰۸، ص ۳۴۴]

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ﴾۔

"اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے"۔ [1]

دوسرے جملے میں قرآن مجید کو گہرائی سے سمجھنے کی رہنمائی کی اور اس گہرائی میں اُترنے کو دلوں کی بہار قرار دیا۔ یعنی قرآن میں غور وفکر ہوگی تو انسان کے دِل معرفتِ الٰہی اور اخلاقی فضائل کے پھول یوں کھلیں گے جیسے بہار کے موسم میں باغوں میں پھول کھلتے ہیں۔ تیسرے فرمان میں امام علیہ السلام نے قرآن مجید کو نور سے تشبیہ دی اور واضح فرمایا کہ قرآن سے دِل منوّر رہوں گے تو انسان گمراہی سے محفوظ رہے گا۔ چوتھے فرمان میں قرآن مجید کی بہترین انداز میں تلاوت کا حکم فرمایا اور واضح فرمایا کہ قرآن مجید بہترین ومفید ترین واقعات پر مشتمل ہے۔ پہلے تین مراحل کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر تلاوت ہوگی تو قرآن مجید میں موجود تعلیمات و واقعات انسان کی زندگی کو سنوارنے کا بہترین ذریعہ بنیں گے۔ اس خطبہ کی شرح میں علّامہ جواد مغنیہ مرحوم فرماتے ہیں:

اللہ سبحانہ نے قرآن مجید اس لیے نازل نہیں فرمایا کہ اُس کا ظرف بن جاؤ یا اُسے چھاپتے رہو اور خوبصورت جلد بناتے رہو بلکہ قرآن اس لیے نازل ہوا ہے کہ ہم اُس کی دعوت پر کان دھریں اور اُس کی بتائی ہوئی راہ پر چلیں۔ [2]

اس فرمانِ ذیشان سے واضح ہوتا ہے کہ تعلیمِ قران لازم وضروری ہے اور صرف تعلیم نہیں بلکہ مضامینِ آیات اور معارف ومفاہیمِ قرآن میں تفقہ اور تفکر وتدبر بھی لازمی ہے۔

اولاد کے لئے تعلیم قرآن کا بندوبست کرنے کی اہمیت

جنگِ صفین سے واپسی پر امام حسن علیہ السلام کو تعلیم کردہ وصیت نامہ جو کہ پند ونصیحت کا ایک خزانہ اور حکمت سے بھرپور ہے، میں امام حسن علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

اور چونکہ مجھے تمہاری ہر بات کا اتنا ہی خیال ہے جتنا ایک شفیق باپ کو ہونا چاہیے اور تمہاری

---

[1] سورۂ زمر: آیہ ۲۳۔

[2] فی ظلال نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۱۶۳۔

اخلاقی تربیت بھی پیشِ نظر ہے، لہٰذا مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ تعلیم وتربیت اس حالت میں ہو کہ تم نو عمر اور بساطِ دہر پر تازہ وارد ہو اور تمہاری نیت کھری اور نفس پاکیزہ ہے۔اس کے بعد فرمایا:

{وَاَنْ اَبْتَدِئَكَ بِتَعْلِيْمِ كِتَابِ اللّٰهِ وَتَاْوِيْلِهٖ، وَشَرَآئِعِ الْاِسْلَامِ وَ اَحْكَامِهٖ، وَحَلَالِهٖ وَحَرَامِهٖ}۔

”اور میں نے چاہا تھا کہ پہلے کتابِ خدا، احکامِ شرع اور حلال وحرام کی تعلیم دوں“۔[1]

امیر المومنین علیہ السلام کے اس کلام سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ ہر باپ اور سربراہ خاندان کا یہ شرعی فریضہ ہے کہ اپنے بچوں، اولاد اور متعلقین کی قرآن آموزی اور دین آموزی کیلئے عملی اقدامات کرے، ورنہ اگر وہ اپنی اولاد کی دینی تربیت کو نظر انداز کرے گا تو مخالفِ حق نظریات اس پر اثر انداز ہوں گے۔

اولاد کو قرآن مجید کی تعلیم دو

اسی طرح اولاد کو قرآن مجید کی تعلیم دینا بھی اولیاء خدا کا وظیفہ ہے اور اسے معصوم علیہ السلام نے والدین اور اولاد کے باہمی حقوق وفرائض میں شمار کیا ہے۔ارشاد فرمایا:

{وَحَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ اَنْ يُّحَسِّنَ اسْمَهٗ، وَيُحَسِّنَ اَدَبَهٗ، وَيُعَلِّمَهُ الْقُرْاٰنَ}

”اور فرزند کا باپ پر یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا تجویز کرے، اچھے اخلاق وآداب سے آراستہ کرے، اور قرآن کی اسے تعلیم دے“۔[2]

درج بالا فرامینِ امیر المومنینؑ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ بچوں کی دینی تعلیم وتربیت قرآن مجید کو بنیادی اور اساسی حیثیت حاصل ہے اور ہمارے آئمہ معصومین علیہم السلام اور ہادیانِ برحق نے اپنے زریں اقوال اور اپنی عملی سیرت کے ذریعے یہ پیغام ہم تک پہنچایا ہے۔

☆☆☆☆☆

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، مکتوب ۳۱، ص ۷۱۶]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۳۹۹، ص ۹۵۷]

مبحث ہشتم:

قرآن اور نہج البلاغہ

سیرتِ واحدہ

قرآن مجید اور نہج البلاغہ سیرت واحدہ

قرآن مجید اور نہج البلاغہ ہر زمانے میں سیرت واحدہ کی حامل کتابیں رہی ہیں اور اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو ہمیں قرآن مجید اور نہج البلاغہ میں درج ذیل مشترکات نظر آتے ہیں:

تشکیک کے لحاظ سے

کہنے والوں نے قرآن کے متعلق بھی کہا کہ یہ اللہ تعالی کا کلام نہیں ہے اور نہج البلاغہ کے متعلق بھی کہا گیا کہ یہ کلام امیر المومنین علیہ السلام نہیں ہے بلکہ سید رضیؒ کا وضع کلام ہے۔ قرآن اور نہج البلاغہ کے مابین اسرار و رموز اور فصاحت و بلاغت کے تماثل اور تشابہ کے لحاظ سے یہ بعید نہیں کہ دونوں پر ایک جیسی تہمت کا ادعا کیا گیا۔

اس اعتراض کا جواب ہر دور میں علماء و محققین نے بالتفصیل ادلہ کے ساتھ دیا ہے۔ ان میں سے چند اہم کتب درج ذیل ہیں:

مَا هُوَ نَهْجُ الْبَلَاغَة؟	ہبۃ الدین شہرستانی،
اسناد و مدارک نہج البلاغہ	محمد دشتی،
نہج البلاغہ لمن؟	شیخ محمد حسن آل یاسین،
مدارک نہج البلاغہ	ہادی کاشف الغطاء،
مصادر نہج البلاغہ و اسانیدہ	عبدالزہراء،
مصادر نہج البلاغہ و اسانیدہ	عبداللہ نعمۃ،
استناد نہج البلاغہ	امتیاز خان عرشی،
نہج البلاغہ کا استناد	سیّد علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر،

منہاج نہج البلاغہ سید سبط الحسن الہنسوی۔

تفصیل کے خواہشمند حضرات ان کتب کی طرف رجوع کریں۔

وحدت موضوعات کے لحاظ سے

ہدایت بشریت اور تربیت انسان کے موضوعات کے لحاظ سے قرآن اور نہج البلاغہ میں بہت زیادہ مماثلت اور اشتراک پایا جاتا ہے اور جیسا کہ خود امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"هٰذَا كِتَابُ اللهِ الصَّامِتُ وَاَنَا كِتَابُ اللهِ النَّاطِقُ"۔

"یہ اللہ کی خاموش کتاب اور میں اللہ کی بولتی ہوئی کتاب ہوں"۔ [1]

اور یہ کہنا مبالغہ آمیزی نہیں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کی شخصیت قرآن کے تمام اسرار و رموز کی حامل شخصیت ہے اور کوئی ایسا قرآنی امر اور پہلو نہیں ہے جو قرآن ناطق علی علیہ السلام سے مخفی اور پوشیدہ ہو۔

استفادہ عمومی کے لحاظ سے

حکمتِ قرآن کا تقاضہ ہے کہ جو بھی قرآن تلاوت کرے گا وہ اس سے استفادہ کرے گا اسی طرح نہج البلاغہ بھی وہ حکمت بھرا کلام ہے جو بھی اس کی تلاوت کرے گا وہ ضرور استفادہ کرے گا۔ اور امیر المومنین علیہ السلام کا کلام مختلف مقامات پر اپنی حکمتِ بالغہ اور رشد و ہدایت کا سبب بنتا ہے۔

کشف اسرار و رموز

جیسے جیسے علوم ترقی کرتے جا رہے ہیں ویسے ویسے قرآن حکیم کے نئے نئے اسرار و رموز سے عالمِ بشریت کو آگاہی حاصل ہوتی جا رہی ہے یہی کیفیت نہج البلاغہ کے حوالے سے بھی ہے۔ دو سو (۲۰۰) سے زیادہ شروحات تحریر کی جا چکی ہیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس کتابِ حکمت

---

[1] وسائل الشیعہ، ج۲، ص۱۸۔

کے نئے نئے پہلو اجاگر ہو رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ نہج البلاغہ نورِ علی علیہ السلام کی ایک شعاع ہے۔ وہ علی علیہ السلام جو نفس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اسرارِ الہیہ کے حامل ہیں جنہیں فصل الخطاب عطا کیا گیا۔

اور یہ وہ حقیقت واضحہ ہے جو روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ شکوک وشبہات اور جدال و مراء کے بادل اس کی روشنی کو چھپا نہیں سکتے اور یہ وہ طودشامخ ہے کہ تشکیک کے تیر اس تک پہنچ نہیں سکتے۔

وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ:

كِتَابٌ كَأَنَّ اللهَ رَصَّعَ لَفْظَهُ   بِجَوْهَرِ آيَاتِ الْكِتَابِ الْمُنَزِّلُ

حَوٰى حِكَمًا كَالدُّرِّ يَنْطِقُ صَادِقًا   فَلَا فَرْقَ اِلَّا اَنَّهُ غَيْرَ مُنْزِلُ

نہج البلاغہ ایسی کتاب ہے گویا اللہ تعالی نے اس کے لفظوں کو آسمان سے اتاری ہوئی کتاب (قرآن مجید) کی آیات کے جواہر کے ساتھ مرصع کر دیا ہے۔ اس (نہج البلاغہ) نے موتی جیسی حکمتوں کو جمع کیا ہے جو سچ کے ساتھ گویا ہوتی ہیں۔ بس کتاب اللہ اور نہج البلاغہ میں صرف یہی فرق ہے کہ قرآن آسمان سے نازل کردہ ہے اور نہج البلاغہ نازل کردہ نہیں ہے۔

وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ:

كَلَامُ عَلِيٍّ ، كَلَامٌ عَلِيٌّ   مَا قَالَهُ الْمُرْتَضٰى، مُرْتَضٰى

علی (بلند ہستی) کا کلام بھی (علی) بلند وارفع ہے۔ جو مرتضی نے فرمایا وہ کلام بھی مرتضی (پسندیدہ) ہے۔

☆☆☆☆☆

مبحث نہم:

تفسیرِ قرآن
اور
نہج البلاغہ

تفسیر قرآن اور نہج البلاغہ

اس میں کوئی شک وشبہ کرنے کی گنجائش نہیں کہ دین اسلام کی اصل واساس قرآن مجید ہی ہے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی احادیثِ شریفہ بھی گو شریعتِ اسلامی میں بنیادی حیثیت کی حامل ہیں۔ لیکن وہ اس لیے کہ ان کی زبان حق ترجمان، قرآن کریم ہی کا بیان تھی اور یہی وجہ ہے کہ کسی معصوم علیہ السلام سے اپنے بیان کی صداقت پیش کرنے کے لئے دلیل طلب کی جاتی تھی تو آپ علیہ السلام بلا تأمل وتاخیر قرآن مجید کی آیاتِ متعلقہ کو بطور استشہاد پڑھ دیا کرتے تھے اور جس مقام پر سامعین کو معصوم علیہ السلام کے کسی بیان کا مطابقِ قرآن ہونا معلوم ہوتا تھا تو خاموشی سے ارشاداتِ معصوم علیہ السلام کی سماعت کرتے تھے۔

ہمارے نزدیک قرآن اور اہل بیت علیہم السلام دونوں واجب الاتباع ہیں اور قرآن مجید کے حقیقی عالم صرف اہل بیت علیہم السلام ہی ہیں۔ ہمارا ایمان واعتقاد یہ ہے کہ جس طرح عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قرآن فہمی کے لیے ہمیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفسیر وتاویل کی احتیاج تھی اسی طرح دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر تا قیامِ قیامت ان کے صحیح جانشینوں کی توضیحات کے ہم محتاج ہیں۔

بروایت کافی امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے:

"مَا يَسْتَطِيعُ اَحَدٌ اَنْ يَّدَّعِيَ اَنَّ عِنْدَهُ جَمِيعَ الْقُرْآنِ كُلِّهِ ظَاهِرِهِ وَ بَاطِنِهِ غَيْرُ الْاَوْصِيَاءِ"۔

"قرآن مجید کے پورے ظاہر و باطن کے علم کا دعوی سوائے اوصیائے طاہرین علیہم السلام کے اور کوئی کر ہی نہیں سکتا"۔ [1]

[1] الکافی، ج۱ص ۲۲۸۔

ایک اور روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"نَحۡنُ الرَّاسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ ، وَ نَحۡنُ نَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗ"۔

"ہم راسخون فی العلم ہیں اور ہم اس کی تأویل کو جانتے ہیں"۔ [1]

اور قرآن مجید کے ساتھ ایک ایسے عالمِ قرآن کا ہونا بھی ضروری ہے جو قرآن مجید کے ظاہر و باطن بلکہ جملہ علوم پر بھی حاوی ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم کے مفسر اول ہیں جیسا کہ خود ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ﴾۔

"اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ذکر کو نازل ہے تاکہ لوگوں کے لئے ان احکام کو واضح کر دیں جو ان کی طرف نازل کئے گئے ہیں"۔ [2]

اور پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آئمہ اہل بیت علیہم السلام "رَاسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ" بھی ہیں اور خود فرمانِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق عالم و وارثِ قرآن بھی ہیں اور آئمہ علیہم السلام میں سے سب سے پہلی ہستی جنھوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تفسیرِ قرآن کو بیان فرمایا وہ امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں اور تمام مسلمانوں میں سب سے زیادہ کتابِ خدا کی تفسیر و تأویل کے عالم اور باب مدینۃ العلم ہیں۔

اور اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ اقوالِ اہل بیت علیہم السلام بھی سنت میں شامل ہیں اور تفسیرِ قرآن ان ہستیوں کے اقوال و فرامین کے بغیر ممکن نہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ "وعاۃ للقرآن" بتاتا ہے۔

شیخ یعقوب کلینی (متوفی ۳۲۹ھ) نے اپنی اسناد کے ساتھ سلیم بن قیس ہلالی (متوفی ۸۵ھ) سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے امیر المؤمنین علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

---

[1] الکافی، ج ۱ ص ۲۱۳۔

[2] سورۂ نحل، آیت ۴۴۔

"فَمَا نَزَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ آيَةٌ مِنَ الْقُرْآنِ اِلَّا اَقْرَاَنِيْهَا وَ اَمْلَاهَا عَلَيَّ فَكَتَبْتُهَا بِخَطِّيْ وَ عَلَّمَنِيْ تَاْوِيْلَهَا وَ تَفْسِيْرَهَا وَ نَاسِخَهَا وَ مَنْسُوْخَهَا وَ مُحْكَمَهَا وَ مُتَشَابِهَهَا وَ خَاصَّهَا وَ عَامَّهَا وَ دَعَا اللّٰهَ اَنْ يُعْطِيَنِيْ فَهْمَهَا وَ حِفْظَهَا فَمَا نَسِيْتُ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَ لَا عِلْمًا اَمْلَاهُ عَلَيَّ وَ كَتَبْتُهُ مُنْذُ دَعَا اللّٰهَ لِيْ بِمَا دَعَا وَ مَا تَرَكَ شَيْئًا عَلَّمَهُ اللّٰهُ مِنْ حَلَالٍ وَ لَا حَرَامٍ وَ لَا اَمْرٍ وَ لَا نَهْيٍ كَانَ اَوْ يَكُوْنُ وَ لَا كِتَابٍ مُنْزَلٍ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلَهُ مِنْ طَاعَةٍ اَوْ مَعْصِيَةٍ اِلَّا عَلَّمَنِيْهِ وَ حَفِظْتُهُ فَلَمْ اَنْسَ حَرْفًا وَاحِدًا"۔

"قرآن مجید کی کوئی آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل نہیں ہوتی مگر یہ کہ آپ اسے میرے لئے پڑھتے، مجھے لکھواتے اور میں اپنے ہاتھ سے اسے لکھ لیتا۔ آپ مجھے اس کی تاویل وتفسیر، ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ اور خاص و عام کی تعلیم دیتے۔ اور آپ نے اللہ سے دعا کی کہ وہ مجھے فہم وادارک اور قوت حافظہ عطا کرے۔ آپ کو اللہ نے حلال وحرام، امرونہی جو ہو چکا یا ہوگا، یا پہلے والوں پر جو کتابیں نازل ہو چکی ہیں اور ان میں اطاعت ومعصیت بتائی گئی، آپ نے مجھے ان سب کی تعلیم میں سے کسی چیز کو سکھائے بغیر نہیں چھوڑا اور میں نے ان تمام کو حفظ کر لیا، جس کا ایک حرف بھی مجھے نہیں بھولا"۔ [1]

پس اللہ تعالی نے امیر المؤمنین علیہ السلام کو قرآن کریم کے لئے "اذن الواعیۃ" بنایا اور آپ علیہ السلام راسخون فی العلم کے سید وسردار قرار پائے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ علیہ السلام کو ان علوم کے لیے خاص فرمایا جن پر تفسیرِ قرآن کی بنیادیں ہیں جیسے علم ناسخ ومنسوخ، محکم و متشابہ، خاص و عام وغیرھم اور جو اللہ تعالی نے آپ علیہ السلام کو دیگر علوم عطا فرمائے جن کی وجہ سے آپ علیہ السلام ان اہل

---

[1] الکافی، ج۱، ص۲۸۸۔

زبان میں سے سب سے زیادہ "افصح" قرار پائے جن پر قرآن نازل ہوا تھا اور ہمیں آپ علیہ السلام کے تعلیم کردہ وہ تفسیری علوم اور ان کے شواہد و امثال، امہات کتب تفسیر، مجموعہ احادیث اور تاریخی کتب میں ملتے ہیں۔

تو یہاں وہ تفسیری کلمات اور اصول بیان کیے جاتے ہیں جو بزبانِ قرآن ناطق، امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ کے خطبات، مکتوبات اور کلماتِ قصار و حِکَم میں موجود ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام کے قرآن کے متعلق تفسیری اور تشریحی فرامین و کلمات کو موضوع کے لحاظ سے ہم دو حصوں میں منقسم کرتے ہیں؛

(۱) علوم القرآن (۲) تفسیر القران

(۱) علوم القرآن

علوم القرآن میں تاریخِ قرآن، اعجازِ قرآن اور موضوعاتِ آیات (احکام و انواع، خاص و عام، وعدہ و وعید وغیرھم) کے لحاظ سے بیان کیا جاتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام کے کلام میں یہ دونوں پہلو بیان ہوئے ہیں۔ علوم قرآنی کے متعلق درج ذیل موضوعات ہمیں نہج البلاغہ میں ملتے ہیں؛

آغاز نزول وحی

قرآن حکیم کے نزول کے آغاز اور نزولِ وحی کے امیر المؤمنین علیہ السلام چشم دید گواہ اور شاہد ہیں اور آپ نے اس کو یوں بیان فرمایا:

{وَ لَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ بِحِرَآءَ. فَأَرَاهُ وَ لَا يَرَاهُ غَيْرِیْ، وَ لَمْ يَجْمَعْ بَيْتٌ وَّاحِدٌ يَّوْمَئِذٍ فِي الْاِسْلَامِ غَيْرَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ خَدِيْجَةَ وَ اَنَا ثَالِثُهُمَا. اَرٰى نُوْرَ الْوَحْيِ وَ الرِّسَالَةِ، وَ اَشُمُّ رِيْحَ النُّبُوَّةِ. وَ لَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّيْطٰنِ حِيْنَ نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا ھٰذِہِ الرَّنَّۃُ؟ فَقَالَ: ھٰذَا الشَّیْطٰنُ قَدْ اَیِسَ مِنْ عِبَادَتِہٖ، اِنَّکَ تَسْمَعُ مَآ اَسْمَعُ، وَ تَرٰی مَآ اَرٰی، اِلَّآ اَنَّکَ لَسْتَ بِنَبِیٍّ، وَ لٰکِنَّکَ وَزِیْرٌ، وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خَیْرٍ}۔

”اور ہر سال (کوہ) حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور (اُمّ المومنین) خدیجہ سلام اللہ علیہا کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا البتہ تیسرا ان میں مَیں تھا۔ میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی جس پر میں نے پوچھا کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ آواز کیسی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہوگیا ہے۔ (اے علی علیہ السلام!) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو“۔ [1]

قرآن اور احکام شرعیہ

نہج البلاغہ کے خطبوں اور مکاتیب وحکم میں قرآن مجید کی اہمیت اور عظمت وفضائل کا بارہا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید اسلام کے بنیادی قوانین بیان کرنے والی کتاب ہے۔ ان مسائل کے اصول بیان کرتا ہے تمام جزئیات کو ان کی ظاہری تعبیرات اور مثالوں کے ساتھ بیان نہیں کرتا۔ عبادت، عبادات کی شرائط، معاملات، قضاوت، شہادت، حدود وغیرہ جیسے مسائل کو تفصیل سے بیان کرنے کے لیے قرآن کے ترجمان اور معلم کی ضرورت ہے۔

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۹۰، ص ۵۵۹]

کتاب، حجتِ خدا

{وَ لَمْ يُخْلِ اللهُ سُبْحَانَهٗ خَلْقَهٗ مِنْ نَّبِيٍّ مُّرْسَلٍ، اَوْ كِتَابٍ مُّنْزَلٍ، اَوْ حُجَّةٍ لَّازِمَةٍ، اَوْ مَحَجَّةٍ قَآئِمَةٍ}۔

”اللہ سبحانہ نے اپنی مخلوق کو بغیر کسی فرستادہ پیغمبر علیہ السلام یا آسمانی کتاب یا دلیلِ قطعی یا طریقِ روشن کے کبھی یونہی نہیں چھوڑا“۔ [1]

نہج البلاغہ کا یہ خطبہ بہت سے موضوعات پر مشتمل ہے۔ اوصاف پروردگار، خلقتِ کائنات، خلقتِ ملائکہ و آدم علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا۔ انبیاء کی بعثت کی تفصیل اور بعثت کے مقاصد کو واضح فرمایا۔ آسمانی کتابوں کے اور قرآن مجید کے نزول کو بیان فرمایا۔

مذکورہ جملوں میں چار مہم موضوعات کی طرف اشارہ کیا اور یہ ذکر اُس پروردگار کے لطف کی جھلک ہے۔ ان جملوں میں واضح فرمایا کہ خلقِ خُدا کبھی ہدایت و راہنمائی کے بغیر نہیں چھوڑی گئی۔ ہدایت کی چار مثالیں پیش کیں جن میں سے کوئی نہ کوئی امّت میں ضرور موجود ہوتی ہے۔ سب سے پہلے پیغمبرِ الٰہی یا اللہ کی طرف سے نازل کی گئی کتاب یا نبی کے بعد اُن کا وصی و نائب جسے حجتِ لازم قرار دیا اور چوتھی وہ روشن راہ جسے کتاب وسنّت یا نبی و امام کے ذریعہ روشن فرمایا۔

ان چار میں سے کتاب کا ذکر فرمایا۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ ہر دور میں اللہ کی نازل کردہ کتاب رہی۔ ظاہر ہے جس طرح انبیاء میں درجات بنائے اسی طرح کتابوں میں بھی مختلف درجے قائم کئے اور جب آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور سید الرسل بنایا تو اُن پر آنے والی کتاب بھی یقینا باقی کتابوں کی سردار اور اُن کی تکمیل کا ذریعہ ہوگی اور وہ کتاب اللہ کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید ہے۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱، ص ۹۶]

فریضہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

{وَ خَلَّفَ فِیْکُمْ مَا خَلَّفَتِ الْاَنْبِیَآءُ فِیْٓ اُمَمِهَا، اِذْ لَمْ یَتْرُکُوْهُمْ هَمَلًا، بِغَیْرِ طَرِیْقٍ وَّاضِحٍ، وَ لَا عَلَمٍ قَآئِمٍ}۔

"حضرت ؐتم میں اسی طرح کی چیز چھوڑ گئے جو انبیاء علیہ السلام اپنی اُمتوں میں چھوڑتے چلے آئے تھے۔اس لئے کہ وہ طریق واضح ونشانِ محکم قائم کئے بغیر یوں ہی بے قید وبند انہیں نہیں چھوڑتے تھے"۔ [1]

امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ کے اس حصہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت بیان کی اور پھر رحلت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا اور واضح فرمایا کہ کوئی نبی امّت کو راہ دکھائے بغیر اور علمِ ہدایت بلند کئے بغیر نہیں گیا۔طریق واضح وعلم قائم ۔چار الگ الگ انداز سے امام علیہ السلام نے بعد از رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت کے اہتمام کو بیان فرمایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ میں چھوڑیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جو چیز انبیاء اپنی امّتوں میں چھوڑتے رہے وہی چھوڑیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے انبیاء نے اپنی امّتوں کو بے قید و بند (ھَمَلًا) نہیں چھوڑا اور پھر بغیر واضح راہ اور واضح نشانی کے نہیں چھوڑا۔ان مفاہیم کو جمع کیا جائے تو یہ حقیقت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان حدیث ثقلین [2] کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کیا۔حدیث ثقلین میں بھی لفظ خلّف استعمال ہوا ہے اور تارک بھی۔

لفظ علَم جناب امیر المومنین علیہ السلام نے عترت نبی علیہم السلام کے لئے استعمال کیا۔

{وَکَیْفَ تَعْمَهُوْنَ وَ بَیْنَکُمْ عِتْرَةُ نَبِیِّکُمْ؟ وَ هُمْ اَزِمَّةُ الْحَقِّ، وَ اَعْلَامُ الدِّیْنِ}۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱، ص ۹۷]

[2] حدیث ثقلین، پیام امام، ج ۱، ص ۲۴۹۔

"جبکہ تمہارے نبی کی عترتؑ تمہارے اندر موجود ہے جو حق کی باگیں، دین کے پرچم ہیں"۔ [1]

یا فرمایا: (آل محمد علیہم السلام)

{أُولَٰئِكَ مَصَابِيحُ الْهُدَىٰ، وَأَعْلَامُ السُّرَىٰ}۔

"یہی لوگ تو ہدایت کے جگمگاتے چراغ اور شب پیمائیوں میں روشن نشان ہیں"۔ [2]

قرآن مجید کے لیے بھی لفظ عَلَم فرمایا۔

{وَأَعْلَامٌ لَّا يَعْمَىٰ عَنْهَا السَّائِرُونَ}۔

"وہ ایسا نشان ہے کہ چلنے والے کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا"۔ [3]

قرآن کا دقیق، متنوع اور جامع ہونا قرآن مجید کے معجزات میں شامل ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک پیراگراف کس طرح ایک مختصر گفتگو کے ذریعے قرآن کے اس اعجازی پہلو کو بیان فرمایا ہے اور کس طرح اجمالی طور پر احکامِ شریعت اور موضوعاتِ آیات کو بیان فرمایا ہے۔

قرآن مجید کے احکام

{كِتَابَ رَبِّكُمْ فِيكُمْ مُبَيِّنًا حَلَالَهُ وَحَرَامَهُ، وَفَرَائِضَهُ وَفَضَائِلَهُ، وَنَاسِخَهُ وَمَنْسُوخَهُ، وَرُخَصَهُ وَعَزَائِمَهُ، وَخَاصَّهُ وَعَامَّهُ، وَعِبَرَهُ وَأَمْثَالَهُ، وَمُرْسَلَهُ وَمَحْدُودَهُ، وَمُحْكَمَهُ وَمُتَشَابِهَهُ، مُفَسِّرًا مُجْمَلَهُ، وَمُبَيِّنًا غَوَامِضَهُ}۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۸۵، ص ۲۷۸]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۰۱، ص ۳۲۷]

[3] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۹۶، ص ۵۸۴]

"پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے پروردگار کی کتاب تم میں چھوڑی ہے۔ اس حالت میں کہ انہوں نے کتاب کے حلال وحرام، واجبات و مستحبات، ناسخ ومنسوخ، رخص و عزائم، خاص وعام، عبر وامثال، مقید و مطلق، محکم ومتشابہ کو واضح طور سے بیان کر دیا، مجمل آیتوں کی تفسیر کر دی، اس کی گتھیوں کو سلجھا دیا"۔ [1]

{بَيْنَ مَأْخُوذٍ مِّيثَاقُ عِلْمِهِ، وَ مُوَسَّعٍ عَلَى الْعِبَادِ فِيْ جَهْلِهِ، وَ بَيْنَ مُثْبَتٍ فِي الْكِتَابِ فَرْضُهُ، وَ مَعْلُومٍ فِي السُّنَّةِ نَسْخُهُ، وَ وَاجِبٍ فِي السُّنَّةِ أَخْذُهُ، وَ مُرَخَّصٍ فِي الْكِتَابِ تَرْكُهُ. وَ بَيْنَ وَاجِبٍ بِوَقْتِهِ، وَ زَائِلٍ فِيْ مُسْتَقْبَلِهِ، وَ مُبَايَنٍ بَيْنَ مَحَارِمِهِ، مِنْ كَبِيرٍ أَوْعَدَ عَلَيْهِ نِيرَانَهُ، أَوْ صَغِيرٍ أَرْصَدَ لَهُ غُفْرَانَهُ، وَ بَيْنَ مَقْبُولٍ فِيْ أَدْنَاهُ، وَ مُوَسَّعٍ فِيْ أَقْصَاهُ}۔

"اس میں کچھ آیتیں وہ ہیں جن کے جاننے کی پابندی عائد کی گئی ہے اور کچھ وہ ہیں کہ اگر اس کے بندے ان سے ناواقف رہیں تو مضائقہ نہیں۔ کچھ احکام ایسے ہیں جن کا وجوب کتاب سے ثابت ہے اور حدیث سے ان کے منسوخ ہونے کا پتہ چلتا ہے اور کچھ احکام ایسے ہیں جن پر عمل کرنا حدیث کی رُو سے واجب ہے لیکن کتاب میں ان کے ترک کی اجازت ہے۔ اس کتاب میں بعض واجبات ایسے ہیں جن کا وجوب وقت سے وابستہ ہے اور زمانہ آئندہ میں ان کا وجوب برطرف ہو جاتا ہے۔ قرآن کے محرمات میں بھی تفریق ہے: کچھ کبیرہ ہیں جن کیلئے آتش جہنم کی دھمکیاں ہیں اور کچھ صغیرہ ہیں جن کیلئے مغفرت کے توقعات پیدا کئے ہیں، کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا تھوڑا سا حصہ بھی مقبول ہے اور زیادہ سے زیادہ اضافہ کی گنجائش رکھی ہے"۔ [2]

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱، ص ۹۷]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱، ص ۹۸]

قرآن مجید کے احکام کے سلسلہ میں اس مختصر میں کلام امیر المومنین علیہ السلام نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کی تفصیل بیان کرنے کے لیے وہ حاشیہ ہی کافی ہے جو علاّمہ مفتی جعفر حسینؒ صاحب قبلہ نے تحریر فرمایا۔ جسے ہم من وعن نقل کرتے ہیں:

قرآن مجید کے احکام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

اس میں حلال وحرام کا بیان ہے، جیسے: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ اللہ نے خرید وفروخت کو جائز کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے"۔

اس میں فرائض و مستحبات کا ذکر ہے، جیسے: ﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ "جب نماز (خوف) ادا کر چکو تو اٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ کو یاد کرو اور جب (دشمن کی طرف سے) مطمئن ہو جاؤ تو پھر (معمول کے مطابق) نماز پڑھا کرو"۔ نماز فرض ہے اور دوسرے اذکار مستحب ہیں۔

اس میں ناسخ ومنسوخ بھی ہیں۔ "ناسخ" جیسے عدہ وفات میں: ﴿اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾ "چار مہینے دس دن" اور "منسوخ" جیسے: ﴿مَتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۴۰) جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدہ وفات ایک سال ہے۔

اس میں مخصوص مواقع پر حرام چیزوں کیلئے رخصت واجازت بھی ہے، جیسے: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ﴾ "اگر کوئی شخص بحالت مجبوری (حرام چیزوں میں سے) کچھ کھا لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، درآں صورتیکہ حدود شریعت کو توڑنا اور ان سے متجاوز ہونا نہ چاہتا ہو"۔

اس میں اٹل احکام بھی ہیں جیسے: ﴿وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ "چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے"۔

اس میں خاص وعام بھی ہیں۔ "خاص" وہ کہ جس کے لفظ میں وسعت ہو اور معنی مقصود کا دائرہ

محدود ہو، جیسے: ﴿وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ﴾ "اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں عالمین پر فضیلت دی ہے"۔ اس میں "عالمین" سے صرف انہی کا زمانہ مراد ہے، اگرچہ لفظ تمام جہانوں کو شامل ہے، اور "عام" وہ ہے جو اپنے معنی میں پھیلاؤ رکھتا ہو، جیسے: ﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ "اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے"۔

اس میں عبرتیں اور مثالیں بھی ہیں: "عبرتیں" جیسے ﴿فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰى﴾ "خدا نے اسے دنیا و آخرت کے عذاب میں دھر لیا، جو اللہ سے ڈرے اس کیلئے اس میں عبرت کا سامان ہے"۔ اور "مثالیں" جیسے: ﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ﴾ "جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس بیج کی سی ہے جس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں"۔

اس میں مطلق و مقید ہیں۔ "مطلق" وہ کہ جس میں کسی قسم کی تقیید و پابندی نہ ہو، جیسے: ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾ "اس موقعہ کو یاد کرو کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہیں اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم کوئی سی گائے ذبح کرو"۔ اور "مقید" وہ کہ جس میں تشخص و قیود کی پابندی ہو، جیسے: ﴿اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ﴾ "اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو جو نہ ہل میں جوتی گئی ہو اور نہ اس سے کھیتوں کو سینچا گیا ہو"۔

اس میں محکم و متشابہ بھی ہیں۔ "محکم" وہ کہ جس میں کوئی گنجلک نہ ہو جیسے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ "بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ اور "متشابہ" وہ کہ جس کے معنی الجھے ہوئے ہوں جیسے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ جس کے ظاہر مفہوم سے یہ توہم بھی ہوتا ہے کہ وہ جسمانی طور سے عرش پر برقرار ہے، لیکن مقصود غلبہ و تسلط ہے۔

اس میں بعض احکام مجمل ہیں، جیسے: ﴿وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ "نماز قائم کرو"۔

اس میں گہرے مطالب بھی ہیں جیسے وہ آیات کہ جن کے متعلق قدرت کا ارشاد ہے کہ: ﴿وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَہٗۤ اِلَّا اللّٰہُ ۘ وَ الرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ﴾ "ان کی تاویل کو اللہ اور رسولؐ اور علم کی گہرائیوں میں اترے ہوئے لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا"۔

پھر ایک دوسرے عنوان سے تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ:

اس میں کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری ہے، جیسے: ﴿فَاعۡلَمۡ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ "اس بات کو جانے رہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں"۔ اور کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری نہیں ہے، جیسے: ﴿الٓمّٓ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۱) وغیرہ۔

اور اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جو سنت پیغمبرؐ سے منسوخ ہو گئے ہیں، جیسے: ﴿وَالّٰتِیۡ یَاۡتِیۡنَ الۡفَاحِشَۃَ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ فَاسۡتَشۡہِدُوۡا عَلَیۡہِنَّ اَرۡبَعَۃً مِّنۡکُمۡ فَاِنۡ شَہِدُوۡا فَاَمۡسِکُوۡہُنَّ فِی الۡبُیُوۡتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰہُنَّ الۡمَوۡتُ﴾ "تمہاری عورتوں میں سے جو بدچلنی کی مرتکب ہوں ان کی بدکاری پر اپنے آدمیوں میں سے چار کی گواہی لو، اگر وہ گواہی دیں تو ایسی عورتوں کو گھروں میں بند کر دو، یہاں تک کہ موت ان کی زندگی ختم کر دے"۔ یہ سزا اوائل اسلام میں تھی لیکن بعد میں شوہر دار عورتوں کیلئے اس حکم کو حکم رجم سے منسوخ کر دیا گیا۔ اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جن سے سنت پیغمبرؐ منسوخ ہو گئی، جیسے: ﴿فَوَلِّ وَجۡہَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ﴾ "چاہئے کہ تم اپنا رخ مسجد حرام کی طرف موڑ لو"۔ اس سے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم منسوخ کر دیا گیا۔

اس میں ایسے احکام بھی ہیں جو صرف مقررہ وقت پر واجب ہوتے ہیں اور اس کے بعد ان کا وجوب باقی نہیں رہتا، جیسے: ﴿اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ﴾ "جب جمعہ کے دن نماز کیلئے پکارا جائے تو ذکر الٰہی کی طرف جلدی سے بڑھو"۔

اس میں حرام کردہ چیزوں کی تفریق بھی قائم کی گئی ہے، جیسے گناہوں کا صغیرہ وکبیرہ ہونا۔ صغیرہ جیسے: ﴿قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ﴾ "ایمان والوں سے کہو کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں"۔ اور کبیرہ جیسے: ﴿وَمَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیۡهَا﴾ "جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر مار ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا"۔

اس میں ان اعمال کا بھی ذکر ہے جنہیں تھوڑا سا بجالانا بھی کفایت کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ بجالانے کی بھی گنجائش ہے۔ جیسے: ﴿فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ﴾ "جتنا بآسانی قرآن پڑھ سکو اتنا پڑھ لیا کرو"۔ [1]

(۲) تفسیر القرآن

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر حقیقی مفسر قرآن امیر المومنین علیہ السلام نے مختلف آیات قرآنی اور الفاظ قرآنی کی تفسیر وتشریح بیان فرمائی۔ کہیں اجمال کو تفصیل سے بیان فرمایا، کسی مقام پر انصراف لفظی کو بیان فرمایا، کہیں آیات کے مصادیق بیان فرمائے۔

سورۂ فصلت کی آیت نمبر ۳۰ کی تفسیر

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡهِمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ﴾۔

کی تلاوت فرما کے استقامت کے معیار بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{وَقَدۡ قُلۡتُمۡ: ﴿رَبُّنَا اللّٰهُ﴾، فَاسۡتَقِیۡمُوۡا عَلٰی کِتَابِهٖ، وَ عَلٰی مِنۡهَاجِ اَمۡرِهٖ، وَ عَلَی الطَّرِیۡقَةِ الصَّالِحَةِ مِنۡ عِبَادَتِهٖ، ثُمَّ لَا تَمۡرُقُوۡا مِنۡهَا، وَ لَا تَبۡتَدِعُوۡا فِیۡهَا، وَ لَا تُخَالِفُوۡا عَنۡهَا، فَاِنَّ اَهۡلَ الۡمُرُوۡقِ مُنۡقَطَعٌ

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، ص ۱۰۳ تا ۱۰۵]

بِهِمْ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ}۔

"اب تمہارا قول تو یہ ہے کہ: "ہمارا پروردگار اللہ ہے" تو اب اس کی کتاب اور اس کی شریعت کی راہ اور اس کی عبادت کے نیک طریقہ پر جمے رہو اور پھر اس سے نکل نہ بھاگو اور نہ اس میں بدعتیں پیدا کرو اور نہ اس کے خلاف چلو۔ اس لئے کہ اس راہ سے نکل بھاگنے والے قیامت کے دن اللہ (کی رحمت) سے جدا ہونے والے ہیں" ۔[1]

تو اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں امیر المومنین علیہ السلام نے استقامت کے تین معیار بیان فرمائے ہیں؛

i. اللہ تعالی کی کتاب پر عمل

ii. شریعت الٰہی پر ثابت قدمی

iii. عبادت الٰہی کے نیک طریقے پر جمے رہنا

اور ان تین معیارات کے خلاف چلنے والا، ان سے نکل بھاگنے والا اور بدعتیں پیدا کرنے والا انسان استقامت اور اس کے اجر سے محروم رہے گا۔

﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾: کی تفسیر

قرآن مجید میں کئی مقامات پر اللہ تعالی نے ظلم کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس اجمال کی تفصیل درج ذیل انداز میں بیان فرمائیں:

{اَلَا وَ اِنَّ الظُّلْمَ ثَلَاثَةٌ: فَظُلْمٌ لَّا يُغْفَرُ، وَ ظُلْمٌ لَّا يُتْرَكُ، وَ ظُلْمٌ مَّغْفُوْرٌ لَّا يُطْلَبُ. فَاَمَّا الظُّلْمُ الَّذِىْ لَا يُغْفَرُ فَالشِّرْكُ بِاللّٰهِ. قَالَ اللّٰهُ

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۷۴، ص ۴۸۸]

تَعَالٰی: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ﴾، وَ اَمَّا الظُّلْمُ الَّذِیْ یُغْفَرُ فَظُلْمُ الْعَبْدِ نَفْسَهٗ عِنْدَ بَعْضِ الْهَنَاتِ، وَ اَمَّا الظُّلْمُ الَّذِیْ لَا یُتْرَكُ فَظُلْمُ الْعِبَادِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا. اَلْقِصَاصُ هُنَاكَ شَدِیْدٌ}۔

"دیکھو! ظلم تین طرح کا ہوتا ہے: ایک ظلم وہ جو بخشا نہیں جائے گا اور دوسرا ظلم وہ جس کا (مواخذہ) چھوڑا نہیں جائے گا، تیسرا وہ جو بخش دیا جائے گا اور اس کی باز پرس نہیں ہوگی۔ لیکن وہ ظلم جو بخشا نہیں جائے گا وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: "خدا اس (گناہ) کو نہیں بخشا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے"۔ اور وہ ظلم جو بخش دیا جائے گا وہ ہے جو بندہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کا مرتکب ہو کر اپنے نفس پر کرتا ہے۔ اور وہ ظلم کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنا ہے جس کا آخرت میں سخت بدلہ لیا جائے گا"۔ [1]

اگر اس فرمانِ معصوم علیہ السلام کو دقت نظری سے دیکھا جائے تو قرآن ناطق امام علیہ السلام نے یہاں "ظلم" کے اجمال کو آیت کے اشتہاد کے ذریعے تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

انصراف لفظی کا بیان

قرآن مجید کی دو آیات کی تلاوت فرماتے ہوئے ان میں دو الفاظ "استقراض" اور "استنصار" کی نسبت ذاتِ خدا کی طرف دینے کی حکمت اور مصلحت کو بیان فرمایا:

{فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: ﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾، وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ﴾. فَلَمْ یَسْتَنْصِرْكُمْ مِنْ ذُلٍّ، وَ لَمْ

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۷۴، ص ۴۹۰، ۴۹۱]

یَسْتَقْرِضُکُمْ مِنْ قُلٍّ، اسْتَنْصَرَکُمْ وَ لَهٗ ﴿جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ﴾ ﴿وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾. وَ اسْتَقْرَضَکُمْ وَ لَهٗ ﴿خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ وَ ﴿هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ﴾، وَ اِنَّمَا اَرَادَ اَنْ یَّبْلُوَکُمْ ﴿اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾}۔

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: "اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا"۔ اور (پھر) فرمایا کہ: "کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے، تو خدا اس کے اجر کو دگنا کر دے گا اور اس کیلئے عمدہ جزا ہے"۔ خدا نے کسی کمزوری کی بنا پر تم سے مدد نہیں مانگی اور نہ بے مائیگی کی وجہ سے تم سے قرض کا سوال کیا ہے۔ اس نے تم سے مدد چاہی ہے باوجودیکہ اس کے پاس سارے آسمان و زمین کے لشکر ہیں اور وہ غلبہ اور حکمت والا ہے۔ اور تم سے قرض مانگا ہے، حالانکہ آسمان و زمین کے خزانے اس کے قبضہ میں ہیں اور وہ بے نیاز و لائق حمد وثنا ہے۔ اس نے تو یہ چاہا ہے کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اعمال کے لحاظ سے کون بہتر ہے"۔ [1]

امیر المومنین علیہ السلام نے جہاں ان آیات کی تفسیر بیان فرمائی وہیں اصولِ تفسیر "انصراف لفظی" کو بھی بیان فرمادیا اور اس کی حکمت و مقصد کو بھی بیان فرمایا ہے اور استقراض و استنصار کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کے سبب کو بھی بیان فرمادیا ہے۔

﴿فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِیْنَ﴾: کی تفسیر

سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۱۵۷ ﴿فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِیْنَ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{اَیُّهَا النَّاسُ! اِنَّمَا یَجْمَعُ النَّاسَ الرِّضٰی وَ السُّخْطُ. وَ اِنَّمَا عَقَرَ نَاقَةَ

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۸۱ ص ۵۱۲، ۵۱۳]

ثَمُوْدَ رَجُلٌ وَّاحِدٌ فَعَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْعَذَابِ لَمَّا عَمُّوْهُ بِالرِّضٰى، فَقَالَ سُبْحَانَهٗ: ﴿فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ﴾، فَمَا كَانَ اِلَّآ اَنْ خَارَتْ اَرْضُهُمْ بِالْخَسْفَةِ خُوَارَ السِّكَّةِ الْمُحْمَاةِ فِي الْاَرْضِ الْخَوَّارَةِ}۔

"اے لوگو! (افعال واعمال چاہے مختلف ہوں مگر) رضا و ناراضگی کے جذبات تمام لوگوں کو ایک حکم میں لے آتے ہیں آخر قومِ ثمود کی اونٹنی کو ایک ہی شخص نے پے کیا تھا لیکن اللہ نے عذاب سب پر کیا، کیونکہ وہ سارے کے سارے اس پر رضا مند تھے۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے کہ:"انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے اور صبح کے وقت (جب عذاب کے آثار دیکھے تو اپنے کیئے پر) نادم و پریشان ہوئے"۔ (عذاب کی آمد یوں تھی) کہ زمین کے دھنسنے (اور زلزلوں کے جھٹکوں سے) ایسی گھڑگھڑاہٹ ہونے لگی جیسے نرم زمین میں ہل کی تپی ہوئی پھالی کے چلانے سے آواز آتی ہے"۔ [1]

امیر المومنین علیہ السلام نے تعمیم لفظ میں قبحِ فعل اور اس کی برائی کو بیان فرمادیا ہے کہ اگرچہ پاؤں ایک شخص نے کاٹے تھے لیکن پوری قوم چونکہ اس کے اس فعل پر راضی تھی تو اللہ تعالیٰ نے عموم کے ذریعے اس گناہ کی نسبت بھی پوری قوم کی طرف دی ہے اور عذاب بھی پوری قوم پر آیا۔

﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ کی تفسیر

قَالَهٗ بَعْدَ تِلَاوَتِهٖ: ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾.

امیر المومنین علیہ السلام نے آیت ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ، حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾:

"تمہیں قوم قبیلے کی کثرت پر اترانے نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبریں دیکھ

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۱۹۹، ص ۵۸۹، ۵۹۰]

ڈالیں" کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: [1]

{یَا لَهٗ مَرَامًا مَّا اَبْعَدَهٗ! وَ زَوْرًا مَّاۤ اَغْفَلَهٗ! وَ خَطَرًا مَّاۤ اَفْظَعَهٗ! لَقَدِ اسْتَخْلَوْا مِنْهُمْ اَیَّ مُدَّكِرٍ، وَ تَنَاوَشُوْهُمْ مِنْ مَّكَانٍ بَعِیْدٍ! اَ فَبِمَصَارِعِ اٰبَآئِهِمْ یَفْخَرُوْنَ! اَمْ بِعَدِیْدِ الْهَلْكٰى یَتَكَاثَرُوْنَ!}۔

"دیکھو تو (ان بوسیدہ ہڈیوں پر فخر کرنے والوں کا) مقصد کتنا دور از عقل ہے! اور یہ قبروں پر آنے والے کتنے غافل و بے خبر ہیں! اور یہ مہم کتنی سخت و دشوار ہے! انہوں نے مرنے والوں کو کیسی کیسی عبرت آموز چیزوں سے خالی سمجھ لیا! اور دور دراز جگہ سے انہیں (سرمایۂ افتخار بنانے کیلئے) لے لیا! کیا یہ اپنے باپ داداؤں کی لاشوں پر فخر کرتے ہیں؟ یا ہلاک کی تعداد سے اپنی کثرت میں اضافہ محسوس کرتے ہیں"۔

{یَرْتَجِعُوْنَ مِنْهُمْ اَجْسَادًا خَوَتْ، وَ حَرَكَاتٍ سَكَنَتْ، وَ لَاَنْ یَّكُوْنُوْا عِبَرًا اَحَقُّ مِنْ اَنْ یَّكُوْنُوْا مُفْتَخَرًا، وَ لَاَنْ یَّهْبِطُوْا بِهِمْ جَنَابَ ذِلَّةٍ اَحْجٰى مِنْ اَنْ یَّقُوْمُوْا بِهِمْ مَقَامَ عِزَّةٍ!}۔

"وہ ہونے والوں ان جسموں کو پلٹانا چاہتے ہیں جو بے روح ہو چکے ہیں اور ان جنبشوں کو لوٹانا چاہتے ہیں جو تھم چکی ہیں۔ وہ سببِ افتخار بننے سے زیادہ سامانِ عبرت بننے کے قابل ہیں۔ ان کی وجہ سے عجز و فروتنی کی جگہ پر اترنا، عزت و سرفرازی کے مقام پر ٹھہرنے سے زیادہ مناسب ہے"۔

{لَقَدْ نَظَرُوْۤا اِلَیْهِمْ بِاَبْصَارِ الْعَشْوَةِ، وَ ضَرَبُوْا مِنْهُمْ فِیْ غَمْرَةِ جَهَالَةٍ، وَ لَوِ اسْتَنْطَقُوْا عَنْهُمْ عَرَصَاتِ تِلْكَ الدِّیَارِ الْخَاوِیَةِ، وَ الرُّبُوْعِ الْخَالِیَةِ، لَقَالَتْ: ذَهَبُوْا فِی الْاَرْضِ ضُلَّالًا، وَ ذَهَبْتُمْ فِیْۤ اَعْقَابِهِمْ جُهَّالًا، تَطَـُٔوْنَ فِیْ هَامِهِمْ، وَ تَسْتَثْبِتُوْنَ فِیْۤ اَجْسَادِهِمْ، وَ

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۲۱۸، ص ۶۲۳]

تَرْتَعُوْنَ فِيْمَا لَفَظُوْا، وَ تَسْكُنُوْنَ فِيْمَا خَرَّبُوْا، وَ اِنَّمَا الْاَيَّامُ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ بَوَاكٍ وَّ نَوَائِحُ عَلَيْكُمْ}۔

”انہوں نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا اور ان سے (عبرت لینے کی بجائے) جہالت کے گہراؤ میں اتر پڑے۔ اگر وہ ان کی سرگزشت کو ٹوٹے ہوئے مکانوں اور خالی گھروں کے صحنوں سے پوچھیں تو وہ کہیں گے کہ: وہ گمراہی کی حالت میں زمین کے اندر چلے گئے اور تم بھی بے خبری و جہالت کے عالم میں ان کے عقب میں بڑھے جا رہے ہو، تم ان کی کھوپڑیوں کو روندتے ہو اور ان کے جسموں کی جگہ پر عمارتیں کھڑی کرنا چاہتے ہو، جس چیز کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے اس میں چر رہے ہو اور جسے وہ خالی چھوڑ کر چلے گئے ہیں اس میں آ بسے ہو اور یہ دن بھی جو تمہارے اور ان کے درمیان ہیں تم پر رو رہے ہیں اور نوحہ پڑھ رہے ہیں“۔

{اُولٰٓئِكُمْ سَلَفُ غَايَتِكُمْ، وَ فُرَّاطُ مَنَاهِلِكُمْ، الَّذِيْنَ كَانَتْ لَهُمْ مَقَاوِمُ الْعِزِّ، وَ حَلَبَاتُ الْفَخْرِ، مُلُوْكًا وَّ سُوَقًا، سَلَكُوْا فِيْ بُطُوْنِ الْبَرْزَخِ سَبِيْلًا سُلِّطَتِ الْاَرْضُ عَلَيْهِمْ فِيْهِ، فَاَكَلَتْ مِنْ لُّحُوْمِهِمْ، وَ شَرِبَتْ مِنْ دِمَآئِهِمْ، فَاَصْبَحُوْا فِيْ فَجَوَاتِ قُبُوْرِهِمْ جَمَادًا لَّا يَنْمُوْنَ، وَ ضِمَارًا لَّا يُوْجَدُوْنَ، لَا يُفْزِعُهُمْ وُرُوْدُ الْاَهْوَالِ، وَ لَا يَحْزُنُهُمْ تَنَكُّرُ الْاَحْوَالِ، وَ لَا يَحْفِلُوْنَ بِالرَّوَاجِفِ، وَ لَا يَاْذَنُوْنَ لِلْقَوَاصِفِ}۔

”تمہاری منزل منتہا پر پہلے سے پہنچ جانے والے اور تمہارے سرچشموں پر قبل سے وارد ہونے والے وہی لوگ ہیں جن کیلئے عزت کی منزلیں تھیں اور فخر و سربلندی کی فراوانی تھی، کچھ تاجدار تھے، کچھ دوسرے درجہ کے بلند منصب، مگر اب تو وہ برزخ کی گہرائیوں میں راہ پیما ہیں کہ جہاں زمین ان پر مسلط کر دی گئی ہے، جس نے ان کا گوشت کھا لیا اور لہو چوس لیا ہے، چنانچہ وہ قبر کے شگافوں میں نشو و نما کھو کر جماد کی

صورت میں پڑے ہیں اور یوں نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں کہ (ڈھونڈھے سے) نہیں ملتے۔ نہ پُر ہول خطرات کا آنا انہیں خوفزدہ کرتا ہے، نہ حالات کا انقلاب انہیں اندوہناک بناتا ہے، نہ زلزلوں کی پروا کرتے ہیں، نہ رعد کی کڑک پر کان دھرتے ہیں"۔

{غُيَّبًا لَّا يُنْتَظَرُوْنَ، وَ شُهُوْدًا لَّا يَحْضُرُوْنَ، وَ اِنَّمَا كَانُوْا جَمِيْعًا فَتَشَتَّتُوْا، وَ اُلَّافًا فَافْتَرَقُوْا، وَ مَا عَنْ طُوْلِ عَهْدِهِمْ، وَ لَا بُعْدِ مَحَلِّهِمْ، عَمِيَتْ اَخْبَارُهُمْ، وَ صَمَّتْ دِيَارُهُمْ، وَ لٰكِنَّهُمْ سُقُوْا كَاْسًا بَدَّلَتْهُمْ بِالنُّطْقِ خَرَسًا، وَ بِالسَّمْعِ صَمَمًا، وَ بِالْحَرَكَاتِ سُكُوْنًا، فَكَاَنَّهُمْ فِي ارْتِجَالِ الصِّفَةِ صَرْعٰى سُبَاتٍ}۔

"وہ ایسے غائب ہیں کہ جن کا انتظار نہیں کیا جاتا اور ایسے موجود ہیں کہ سامنے نہیں آتے، وہ مل جل کر رہتے تھے جو اَب بکھر گئے ہیں اور آپس میں میل محبت رکھتے تھے جو اَب جدا ہو گئے ہیں۔ ان کے واقعات سے بے خبری اور ان کے گھروں کی خاموشی امتداد زمانہ اور دوری منزل کی وجہ سے نہیں، بلکہ انہیں (موت کا) ایسا ساغر پلا دیا گیا ہے کہ جس نے ان کی گویائی چھین کر انہیں گونگا بنا دیا ہے اور قوت شنوائی سلب کر کے بہرا کر دیا ہے اور ان کی حرکت وجنبش کو سکون و بے حسی سے بدل دیا ہے۔ گویا کہ وہ سرسری نظر میں یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے نیند میں لیٹے ہوئے ہوں"۔

{جِيْرَانٌ لَّا يَتَاَنَّسُوْنَ، وَ اَحِبَّآءُ لَا يَتَزَاوَرُوْنَ، بَلِيَتْ بَيْنَهُمْ عُرَا التَّعَارُفِ، وَ انْقَطَعَتْ مِنْهُمْ اَسْبَابُ الْاِخَآءِ، فَكُلُّهُمْ وَحِيْدٌ وَّ هُمْ جَمِيْعٌ، وَ بِجَانِبِ الْهَجْرِ وَ هُمْ اَخِلَّآءُ، لَا يَتَعَارَفُوْنَ لِلَيْلٍ صَبَاحًا، وَ

لَا لِنَهَارٍ مَسَآء }۔

"وہ ایسے ہمسائے ہیں جو ایک دوسرے سے انس و محبت کا لگاؤ نہیں رکھتے اور ایسے دوست ہیں جو آپس میں ملتے ملاتے نہیں۔ ان کے جان پہچان کے رابطے بوسیدہ ہو چکے ہیں اور بھائی بندی کے سلسلے ٹوٹ گئے ہیں۔ وہ ایک ساتھ ہوتے ہوئے پھر اکیلے ہیں اور دوست ہوتے ہوئے پھر علیحدہ اور جدا ہیں۔ یہ لوگ شب ہو تو اس کی صبح سے بے خبر اور دن ہو تو اس کی شام سے نا آشنا ہیں"۔

{اَیُّ الْجَدِیْدَیْنِ ظَعَنُوْا فِیْهِ کَانَ عَلَیْهِمْ سَرْمَدًا، شَاهَدُوْا مِنْ اَخْطَارِ دَارِهِمْ اَفْظَعَ مِمَّا خَافُوْا، وَ رَاَوْا مِنْ اٰیَاتِهَآ اَعْظَمَ مِمَّا قَدَّرُوْا، فَکِلْتَا الْغَایَتَیْنِ مُدَّتْ لَهُمْ اِلٰی مَبَآءَةٍ، فَاَتَتْ مَبَالِغَ الْخَوْفِ وَ الرَّجَآءِ. فَلَوْ کَانُوْا یَنْطِقُوْنَ بِهَا لَعَیُوْا بِصِفَةِ مَا شَاهَدُوْا وَ مَا عَایَنُوْا }۔

"جس رات یا جس دن میں انہوں نے رختِ سفر باندھا ہے وہ ساعت ان پر ہمیشہ اور یکساں رہنے والی ہے۔ انہوں نے منزلِ آخرت کی ہولناکیوں کو اس سے بھی کہیں زیادہ ہولناک پایا جتنا انہیں ڈر تھا اور وہاں کے آثار کو اس سے عظیم تر دیکھا جتنا کہ وہ اندازہ لگاتے تھے۔ (مومنوں اور کافروں کی) منزل انتہا کو جائے بازگشت (دوزخ و جنت) تک پھیلا دیا گیا ہے وہ (کافروں کیلئے) ہر درجہ خوف سے بلند تر اور (مومنوں کیلئے) ہر درجہ امید سے بالاتر ہے۔ اگر وہ بول سکتے ہوتے جب بھی دیکھی ہوئی چیزوں کے بیان سے ان کی زبانیں گنگ ہو جاتیں"۔

{وَ لَئِنْ عَمِیَتْ اٰثَارُهُمْ، وَ انْقَطَعَتْ اَخْبَارُهُمْ، لَقَدْ رَجَعَتْ فِیْهِمْ اَبْصَارُ الْعِبَرِ، وَ سَمِعَتْ عَنْهُمْ اٰذَانُ الْعُقُوْلِ، وَ تَکَلَّمُوْا مِنْ غَیْرِ

جِهَاتِ النُّطقِ، فَقَالُوْا: كَلَحَتِ الْوُجُوْهُ النَّوَاضِرُ، وَ خَوَتِ الْاَجْسَادُ النَّوَاعِمُ، وَ لَبِسْنَاۤ اَهْدَامَ الْبِلٰى، وَ تَكَآءَدَنَا ضِيْقُ الْمَضْجَعِ، وَ تَوَارَثْنَا الْوَحْشَةَ، وَ تَهَكَّمَتْ عَلَيْنَا الرُّبُوْعُ الصُّمُوْتُ، فَانْمَحَتْ مَحَاسِنُ اَجْسَادِنَا، وَ تَنَكَّرَتْ مَعَارِفُ صُوَرِنَا، وَ طَالَتْ فِیْ مَسَاكِنِ الْوَحْشَةِ اِقَامَتُنَا، وَ لَمْ نَجِدْ مِنْ كَرْبٍ فَرَجًا، وَ لَا مِنْ ضِيْقٍ مُّتَّسَعًا!}۔

”اگرچہ ان کے نشانات مٹ چکے ہیں اور ان کی خبروں کا سلسلہ قطع ہو چکا ہے، لیکن چشم بصیرت انہیں دیکھتی اور گوش عقل و خرد ان کی سنتے ہیں۔ وہ بولے مگر نطق و کلام کے طریقہ پر نہیں، بلکہ انہوں نے زبان حال سے کہا: شگفتہ چہرے بگڑ گئے، نرم و نازک بدن مٹی میں مل گئے اور ہم نے بوسیدہ کفن پہن رکھا ہے اور قبر کی تنگی نے ہمیں عاجز کر دیا ہے، خوف و دہشت کا ایک دوسرے سے ورثہ پایا ہے، ہماری خاموش منزلیں ویران ہوگئیں، ہمارے جسم کی رعنائیاں مٹ گئیں، ہماری جانی پہچانی ہوئی صورتیں بدل گئیں، ان وحشت کدوں میں ہماری مدّت رہائش دراز ہوگئی، نہ بے چینی سے چھٹکارا نصیب ہے، نہ تنگی سے فراخی حاصل ہے“۔

{فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ بِعَقْلِكَ، اَوْ كُشِفَ عَنْهُمْ مَحْجُوْبُ الْغِطَآءِ لَكَ، وَ قَدِ ارْتَسَخَتْ اَسْمَاعُهُمْ بِالْهَوَامِّ فَاسْتَكَّتْ، وَ اكْتَحَلَتْ اَبْصَارُهُمْ بِالتُّرَابِ فَخَسَفَتْ، وَ تَقَطَّعَتِ الْاَلْسِنَةُ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ بَعْدَ ذَلَاقَتِهَا، وَ هَمَدَتِ الْقُلُوْبُ فِیْ صُدُوْرِهِمْ بَعْدَ يَقْظَتِهَا، وَ عَاثَ فِیْ كُلِّ جَارِحَةٍ مِّنْهُمْ جَدِيْدُ بِلًى سَمَّجَهَا، وَ سَهَّلَ طُرُقَ الْاٰفَةِ اِلَيْهَا، مُسْتَسْلِمَاتٍ فَلَاۤ اَيْدٍ تَدْفَعُ، وَ لَا قُلُوْبٌ تَجْزَعُ، لَرَاَيْتَ اَشْجَانَ قُلُوْبٍ، وَ اَقْذَآءَ

عُیُوْنٍ، لَهُمْ فِیْ كُلِّ فَظَاعَةٍ صِفَةُ حَالٍ لَّا تَنْتَقِلُ، وَ غَمْرَةٌ لَّا تَنْجَلِیْ، وَ كَمْ اَكَلَتِ الْاَرْضُ مِنْ عَزِیْزِ جَسَدٍ، وَ اَنِیْقِ لَوْنٍ، كَانَ فِی الدُّنْیَا غَذِیَّ تَرَفٍ، وَ رَبِیْبَ شَرَفٍ! یَتَعَلَّلُ بِالسُّرُوْرِ فِیْ سَاعَةِ حُزْنِهٖ، وَ یَفْزَعُ اِلَی السَّلْوَةِ اِنْ مُصِیْبَةٌ نَّزَلَتْ بِهٖ، ضَنًّا بِغَضَارَةِ عَیْشِهٖ، وَ شَحَاحَةً بِلَهْوِهٖ وَ لَعِبِهٖ!}۔

"اب اس عالم میں کہ جب کیڑوں کی وجہ سے ان کے کان سماعت کو کھو کر بہرے ہو چکے ہیں اور ان کی آنکھیں خاک کا سرمہ لگا کر اندر کو دھنس چکی ہیں اور ان کے منہ میں زبانیں طلاقت و روانی دکھانے کے بعد پارہ پارہ ہو چکی ہیں اور سینوں میں دل چوکنا رہنے کے بعد بے حرکت ہو چکے ہیں اور ان کے ایک ایک عضو کو نت نئی بوسیدگیوں نے تباہ کر کے بد ہیئت بنا دیا ہے اور اس حالت میں کہ وہ (ہر مصیبت سہنے کیلئے) بلا مزاحمت آمادہ ہیں، ان کی طرف آفتوں کا راستہ ہموار کر دیا ہے، نہ کوئی ہاتھ ہے جو ان کا بچاؤ کرے اور نہ (پسیجنے والے) دل ہیں جو بے چین ہو جائیں، اگر تم اپنی عقلوں میں ان کا نقشہ جماؤ، یا یہ کہ تمہارے سامنے سے ان پر پڑا ہوا پردہ ہٹا دیا جائے تو البتہ تم ان کے دلوں کے اندوہ اور آنکھوں میں پڑے ہوئے خس و خاشاک کو دیکھو گے کہ ان پر شدت و سختی کی ایسی حالت ہے کہ وہ بدلتی نہیں اور ایسی مصیبت و جان کاہی ہے کہ ہٹنے کا نام نہیں لیتی اور تمہیں معلوم ہوگا کہ زمین نے کتنے باوقار جسموں اور دلفریب رنگ روپ والوں کو کھا لیا، (جو دنیا میں ناز و نعمت کے پلے اور احترام و شرف کے پرورش یافتہ تھے)، جو رنج کی گھڑیوں میں بھی مسرت انگیز چیزوں سے دل بہلاتے تھے، اگر کوئی مصیبت ان پر آ پڑتی تھی تو اپنے عیش کی تازگیوں پر للچائے رہنے اور کھیل تفریح پر فریفتہ ہونے کی وجہ سے خوش

وقتیوں کے سہارے ڈھونڈتے تھے“۔

{فَبَیْنَا هُوَ یَضْحَكُ اِلَی الدُّنْیَا وَ تَضْحَكُ اِلَیْهِ فِیْ ظِلِّ عَیْشٍ غَفُوْلٍ، اِذْ وَطِئَ الدَّهْرُ بِهٖ حَسَكَهٗ، وَ نَقَضَتِ الْاَیَّامُ قُوَاهُ، وَ نَظَرَتْ اِلَیْهِ الْحُتُوْفُ مِنْ كَثَبٍ، فَخَالَطَهٗ بَثٌّ لَّا یَعْرِفُهٗ، وَ نَجِیُّ هَمٍّ مَّا كَانَ یَجِدُهٗ، وَ تَوَلَّدَتْ فِیْهِ فَتَرَاتُ عِلَلٍ، اٰنَسَ مَا كَانَ بِصِحَّتِهٖ، فَفَزِعَ اِلٰی مَا كَانَ عَوَّدَهُ الْاَطِبَّآءُ مِنْ تَسْكِیْنِ الْحَارِّ بِالْقَارِّ، وَ تَحْرِیْكِ الْبَارِدِ بِالْحَارِّ، فَلَمْ یُطْفِئْ بِبَارِدٍ اِلَّا ثَوَّرَ حَرَارَةً، وَ لَا حَرَّكَ بِحَارٍّ اِلَّا هَیَّجَ بُرُوْدَةً، وَ لَا اعْتَدَلَ بِمُمَازِجٍ لِّتِلْكَ الطَّبَآئِعِ اِلَّاۤ اَمَدَّ مِنْهَا كُلَّ ذَاتِ دَآءٍ، حَتّٰی فَتَرَ مُعَلِّلُهٗ، وَ ذَهَلَ مُمَرِّضُهٗ، وَ تَعَایَاۤ اَهْلُهٗ بِصِفَةِ دَآئِهٖ. وَ خَرِسُوْا عَنْ جَوَابِ السَّآئِلِیْنَ عَنْهُ، وَ تَنَازَعُوْا دُوْنَهٗ شَجِیَّ خَبَرٍ یَّكْتُمُوْنَهٗ. فَقَآئِلٌ یَّقُوْلُ: هُوَ لِمَا بِهٖ، وَ مُمَنٍّ لَّهُمْ اِیَابَ عَافِیَتِهٖ، وَ مُصَبِّرٌ لَّهُمْ عَلٰی فَقْدِهٖ، یُذَكِّرُهُمْ اُسَی الْمَاضِیْنَ مِنْ قَبْلِهٖ}۔

”اسی دوران میں کہ وہ غافل و مدہوش کرنے والی زندگی کی چھاؤں میں دنیا کو دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے اور دنیا انہیں دیکھ دیکھ کر قہقہے لگا رہی تھی کہ اچانک زمانہ نے انہیں کانٹوں کی طرح روند دیا اور ان کے سارے زور توڑ دیئے اور قریب ہی سے موت کی نظریں ان پر پڑنے لگیں اور ایسا غم واندوہ ان پر طاری ہوا کہ جس سے وہ آشنا نہ تھے اور ایسے اندرونی قلق میں مبتلا ہوئے کہ جس سے کبھی سابقہ نہ پڑا تھا اور اس حالت میں کہ وہ صحت سے بہت زیادہ مانوس تھے ان میں مرض کی کمزوریاں پیدا ہوگئیں، تو اب انھوں نے انھی چیزوں کی طرف رجوع کیا جن کا طبیبوں نے انہیں عادی بنا رکھا تھا کہ گرمی کے زور کو سرد دواؤں سے فرو کیا جائے اور سردی کو گرم

دواؤں سے ہٹایا جائے، مگر سرد دواؤں نے گرمی کو بجھانے کی بجائے اور بھڑکا دیا اور گرم دواؤں نے ٹھنڈک کو ہٹانے کی بجائے اس کا جوش اور بڑھا دیا اور نہ ان طبیعتوں میں مخلوط ہونے والی چیزوں سے ان کے مزاج نقطہ اعتدال پر آئے، بلکہ ان چیزوں نے ہر عضوِ ماؤف کا آزار اور بڑھا دیا، یہاں تک کہ چارہ گر سست پڑ گئے، تیمار دار (مایوس ہوکر) غفلت برتنے لگے، گھر والے مرض کی حالت بیان کرنے سے عاجز آ گئے اور مزاج پرسی کرنے والوں کے جواب سے خاموشی اختیار کر لی اور اس سے چھپاتے ہوئے اس اندوہناک خبر کے بارے میں اختلاف رائے کرنے لگے۔ ایک کہنے والا یہ کہتا تھا کہ اس کی حالت جو ہے سو ظاہر ہے اور ایک صحت و تندرستی کے پلٹ آنے کی امید دلاتا تھا اور ایک اس کی (ہونے والی) موت پر انہیں صبر کی تلقین کرتا اور اس سے پہلے گزر جانے والوں کی مصیبتیں انہیں یاد دلاتا تھا"۔

{فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ عَلٰى جَنَاحٍ مِّنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا وَ تَرْكِ الْاَحِبَّةِ، اِذْ عَرَضَ لَهٗ عَارِضٌ مِّنْ غُصَصِهٖ، فَتَحَيَّرَتْ نَوَافِذُ فِطْنَتِهٖ، وَ يَبِسَتْ رُطُوْبَةُ لِسَانِهٖ، فَكَمْ مِنْ مُّهِمٍّ مِّنْ جَوَابِهٖ عَرَفَهٗ فَعَيَّ عَنْ رَّدِّهٖ، وَ دُعَآءٍ مُّؤْلِمٍ لِّقَلْبِهٖ سَمِعَهٗ فَتَصَامَّ عَنْهُ، مِنْ كَبِيْرٍ كَانَ يُعَظِّمُهٗ، اَوْ صَغِيْرٍ كَانَ يَرْحَمُهٗ! وَ اِنَّ لِلْمَوْتِ لَغَمَرَاتٍ هِيَ اَفْظَعُ مِنْ اَنْ تُسْتَغْرَقَ بِصِفَةٍ، اَوْ تَعْتَدِلَ عَلٰى عُقُوْلِ اَهْلِ الدُّنْيَا}۔

"اسی اثنا میں کہ وہ دنیا سے جانے اور دوستوں کو چھوڑنے کیلئے پر تول رہا تھا کہ ناگاہ گلوگیر پھندوں میں سے ایک ایسا پھندا اسے لگا کہ اس کے ہوش و حواس پاشان و پریشان ہو گئے اور زبان کی تری خشک ہو گئی اور کتنے ہی مہم سوالات تھے کہ جن

کے جواب وہ جانتا تھا، مگر بیان کرنے سے عاجز ہو گیا اور کتنی ہی دلسوز صدائیں اس کے کان سے ٹکرائیں کہ جن کے سننے سے بہرا ہو گیا۔ وہ آواز یا کسی ایسے بزرگ کی ہوتی تھی جس کا یہ بڑا احترام کرتا تھا، یا کسی ایسے خورد سال کی ہوتی تھی جس پر یہ مہربان و شفیق تھا۔ موت کی سختیاں اتنی ہیں کہ مشکل ہے کہ دائرہ بیان میں آسکیں یا اہل دنیا کی عقلوں کے اندازہ پر پوری اتر سکیں"۔ [1]

یہ خطبہ سورۂ تکاثر کے ابتدائی آیات کی تفسیر ہے۔ اس خطبے سے جہاں امام علیہ السلام کے علم و حکمت اور فصاحت و بلاغت کا اندازہ ہوتا ہے وہیں امام علیہ السلام کے معلّم و مفسّر قرآن ہونے کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔

نہج البلاغہ کے مشہور اہل سنّت عالم ابن ابی الحدید المعتزلی اس خطبے کی شرح میں لکھتے ہیں:

"گزشتہ پچاس سالوں میں یہ خطبہ میں نے ہزار بار پڑھا ہے۔ جب بھی اسے پڑھا مجھ پر خوف و ہراس طاری ہوا اور مجھے پند و نصیحت ملی۔ میں نے بڑے بڑے خطباء و وعاظ اور فصحاء کے خطابات سُنے مگر کسی کے کلام کی اتنی تاثیر نہیں ہوئی جتنی اس خطبے سے ہوئی۔ قبر کے حالات پڑھ کر میں یہ سمجھتا تھا کہ میرے آباء و اجداد قبر سے آکر مجھے وہاں کے حالات سُنا رہے ہیں"۔ [2]

سورۂ تکاثر میں فخر کی مذمت، موت کی سختی اور موت کے بعد کے حالات کی تفسیر کے لئے یہ خطبہ لازمی پڑھنا چاہئے۔

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۲۱۸، ص ۶۲۳ تا ۶۲۸]

[2] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۱۱، ص ۱۶۳۔

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ﴾ کی تفسیر

قَالَهُ عِنْدَ تِلَاوَتِهِ: ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾۔

آیہ ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ "وہ لوگ ایسے ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت ذکر الٰہی سے غافل نہیں بناتی" کی تلاوت کے بعد یہ خطبہ فرمایا: [1]

{اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ جَعَلَ الذِّكْرَ جِلَآءً لِّلْقُلُوْبِ، تَسْمَعُ بِهٖ بَعْدَ الْوَقْرَةِ، وَ تُبْصِرُ بِهٖ بَعْدَ الْعَشْوَةِ، وَ تَنْقَادُ بِهٖ بَعْدَ الْمُعَانَدَةِ، وَ مَا بَرِحَ لِلّٰهِ۔ عَزَّتْ اٰلَاؤُهٗ۔ فِي الْبُرْهَةِ بَعْدَ الْبُرْهَةِ، وَ فِيْۤ اَزْمَانِ الْفَتَرَاتِ، عِبَادٌ نَّاجَاهُمْ فِيْ فِكْرِهِمْ، وَ كَلَّمَهُمْ فِيْ ذَاتِ عُقُوْلِهِمْ، فَاسْتَصْبَحُوْا بِنُوْرِ يَقْظَةٍ فِي الْاَبْصَارِ وَ الْاَسْمَاعِ وَ الْاَفْئِدَةِ، يُذَكِّرُوْنَ بِاَيَّامِ اللّٰهِ، وَ يُخَوِّفُوْنَ مَقَامَهٗ، بِمَنْزِلَةِ الْاَدِلَّةِ فِي الْفَلَوَاتِ، مَنْ اَخَذَ الْقَصْدَ حَمِدُوْۤا اِلَيْهِ طَرِيْقَهٗ، وَ بَشَّرُوْهُ بِالنَّجَاةِ، وَ مَنْ اَخَذَ يَمِيْنًا وَّ شِمَالًا ذَمُّوْۤا اِلَيْهِ الطَّرِيْقَ، وَ حَذَّرُوْهُ مِنَ الْهَلَكَةِ، وَ كَانُوْا كَذٰلِكَ مَصَابِيْحَ تِلْكَ الظُّلُمٰتِ، وَ اَدِلَّةَ تِلْكَ الشُّبُهٰتِ}۔

"بیشک اللہ سبحانہ نے اپنی یاد کو دلوں کی صیقل قرار دیا ہے جس کے باعث وہ (اوامر و نواہی سے) بہرا ہونے کے بعد سننے لگے اور اندھے پن کے بعد دیکھنے لگے اور دشمنی وعناد کے بعد فرمانبردار ہو گئے، یکے بعد دیگرے ہر عہد اور انبیاءؑ سے خالی دور میں حضرت ربّ العزت کے کچھ مخصوص بندے ہمیشہ موجود رہے ہیں کہ جن کی فکروں میں سرگوشیوں کی صورت میں (حقائق و معارف کا) القاء کرتا ہے اور ان کی عقلوں سے الہامی آوازوں کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۲۱۹، ص ۶۲۹]

آنکھوں، کانوں اور دلوں میں بیداری کے نور سے (ہدایت وبصیرت کے) چراغ روشن کئے۔ وہ مخصوص یاد رکھنے (کے قابل) دنوں کی یاد دلاتے ہیں اور اس کی جلالت و بزرگی سے ڈراتے ہیں، وہ لق و دق صحراؤں میں دلیل راہ ہیں، جو میانہ روی اختیار کرتا ہے اس کے طور طریقے پر تحسین وآفرین کرتے ہیں اور اسے نجات کی خوشخبری سناتے ہیں اور جو (افراط وتفریط کی) دائیں بائیں سمتوں پر ہو لیتا ہے اس کے رویہ کی مذمت کرتے ہیں اور اسے تباہی و ہلاکت سے خوف دلاتے ہیں۔ انہی خصوصیتوں کے ساتھ یہ ان اندھیاریوں کے چراغ اور ان شبہوں کیلئے راہنما ہیں"۔

{وَاِنَّ لِلذِّكْرِ لَاَهْلًا اَخَذُوْهُ مِنَ الدُّنْيَا بَدَلًا، فَلَمْ تَشْغَلْهُمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْهُ، يَقْطَعُوْنَ بِهٖ اَيَّامَ الْحَيَاةِ، وَ يَهْتِفُوْنَ بِالزَّوَاجِرِ عَنْ مَّحَارِمِ اللهِ فِيْٓ اَسْمَاعِ الْغَافِلِيْنَ، وَيَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ وَيَاْتَمِرُوْنَ بِهٖ، وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يَتَنَاهَوْنَ عَنْهُ، فَكَاَنَّمَا قَطَعُوا الدُّنْيَآ اِلَى الْاٰخِرَةِ وَ هُمْ فِيْهَا، فَشَاهَدُوْا مَا وَرَآءَ ذٰلِكَ، فَكَاَنَّمَا اطَّلَعُوْا غُيُوْبَ اَهْلِ الْبَرْزَخِ فِيْ طُوْلِ الْاِقَامَةِ فِيْهِ، وَ حَقَّقَتِ الْقِيٰمَةُ عَلَيْهِمْ عِدَاتِهَا، فَكَشَفُوْا غِطَآءَ ذٰلِكَ لِاَهْلِ الدُّنْيَا، حَتّٰى كَاَنَّهُمْ يَرَوْنَ مَا لَا يَرَى النَّاسُ، وَيَسْمَعُوْنَ مَا لَا يَسْمَعُوْنَ}۔

"کچھ اہل ذکر ہوتے ہیں جنھوں نے یاد الٰہی کو دنیا کے بدلے میں لے لیا، انہیں نہ تجارت اس سے غافل رکھتی ہے نہ خرید وفروخت، اسی کے ساتھ زندگی کے دن بسر کرتے ہیں اور محرمات الٰہیہ سے متنبہ کرنے والی آوازوں کے ساتھ غفلت شعاروں کے کانوں میں پکارتے ہیں، عدل وانصاف کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے باز رہتے ہیں۔

گویا کہ انہوں نے دنیا میں ہوتے ہوئے آخرت تک منزل کو طے کرلیا اور جو کچھ دنیا کے عقب میں ہے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور گویا کہ وہ اہل برزخ کے ان چھپے ہوئے حالات پر جو ان کے طویل عرصہ قیام میں انہیں پیش آئے، آگاہ ہو چکے ہیں اور گویا کہ قیامت نے ان کیلئے اپنے وعدوں کو پورا کر دیا اور انہوں نے اہل دنیا کے سامنے (ان چیزوں پر سے) پردہ الٹ دیا، یہاں تک کہ گویا وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں جسے دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے اور وہ سب کچھ سن رہے ہیں جسے دوسرے نہیں سن سکتے"۔

{فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ لِعَقْلِكَ فِيْ مَقَاوِمِهِمُ الْمَحْمُوْدَةِ، وَ مَجَالِسِهِمُ الْمَشْهُوْدَةِ، وَ قَدْ نَشَرُوْا دَوَاوِيْنَ اَعْمَالِهِمْ، وَ فَرَغُوْا لِمُحَاسَبَةِ اَنْفُسِهِمْ، وَ عَلٰى كُلِّ صَغِيْرَةٍ وَّ كَبِيْرَةٍ اُمِرُوْا بِهَا فَقَصَّرُوْا عَنْهَا، اَوْ نُهُوْا عَنْهَا فَفَرَّطُوْا فِيْهَا، وَ حَمَّلُوْا ثِقَلَ اَوْزَارِهِمْ ظُهُوْرَهُمْ، فَضَعُفُوْا عَنِ الْاِسْتِقْلَالِ بِهَا، فَنَشَجُوْا نَشِيْجًا، وَ تَجَاوَبُوْا نَحِيْبًا، يَعِجُّوْنَ اِلٰى رَبِّهِمْ مِنْ مَّقَامِ نَدَمٍ وَّ اعْتِرَافٍ، لَرَاَيْتَ اَعْلَامَ هُدًى، وَ مَصَابِيْحَ دُجًى، قَدْ حَفَّتْ بِهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ، وَ تَنَزَّلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ، وَ فُتِحَتْ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ، وَ اُعِدَّتْ لَهُمْ مَقَاعِدُ الْكَرَامَاتِ، فِيْ مَقَامٍ اطَّلَعَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فِيْهِ، فَرَضِيَ سَعْيَهُمْ، وَ حَمِدَ مَقَامَهُمْ، يَتَنَسَّمُوْنَ بِدُعَآئِهٖ رَوْحَ التَّجَاوُزِ، رَهَآئِنُ فَاقَةٍ اِلٰى فَضْلِهٖ، وَ اُسَارٰى ذِلَّةٍ لِّعَظَمَتِهٖ، جَرَحَ طُوْلُ الْاَسٰى قُلُوْبَهُمْ، وَ طُوْلُ الْبُكَآءِ عُيُوْنَهُمْ}۔

"اگر تم ان کی پاکیزہ جگہوں اور پسندیدہ محفلوں میں ان کی تصویر اپنے ذہن میں کھینچو جبکہ وہ اپنے اعمال ناموں کو کھولے ہوں اور اپنے نفسوں سے ہر چھوٹے بڑے کام کا محاسبہ کرنے پر آمادہ ہوں، ایسے کام کہ جن پر وہ مامور تھے اور انہوں نے کوتاہی کی یا

ایسے کہ جن سے انہیں روکا گیا تھا اور ان سے تقصیر ہوئی اور ہمیشہ اپنی پشتوں کو اپنے گناہوں سے گرانبار محسوس کرتے رہے ہوں کہ جن کے اٹھانے سے وہ اپنے کو عاجز و درماندہ پاتے ہوں، اس لئے روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئی ہوں اور بلک بلک کر روتے ہوئے ایک دوسرے کو جواب دے رہے ہوں اور ندامت واعتراف گناہ کی منزل پر کھڑے ہوئے اللہ سے چیخ چیخ کر فریاد کر رہے ہوں، تو اس صورت میں تمہیں ہدایت کے نشان اور اندھیروں کے چراغ نظر آئیں گے کہ جن کے گرد فرشتے حلقہ کئے ہوں گے، تسلی وتسکین کا ان پر وُرود ہو، آسمان کے دروازے ان کیلئے کھلے ہوئے ہوں، عزت کی مسندیں ان کیلئے مہیا ہوں، ایسی جگہ پر کہ جہاں اللہ کی نظر توجہ ان پر ہو، وہ ان کی کوششوں سے خوش ہو اور ان کی منزلت پر آفرین کرتا ہو، وہ اسے پکارنے کی وجہ سے عفو و بخشش کی ہواؤں میں سانس لیتے ہوں، وہ اس کے فضل و کرم کی احتیاج میں گروی ہوں اور اس کی عظمت ورفعت کے سامنے ذلت وپستی میں جکڑے ہوئے ہوں، غم واندوہ کی طویل مدت نے ان کے دلوں کو زخمی اور گریہ وبکا کی کثرت نے ان کی آنکھوں کو مجروح کر دیا ہو"۔

{لِكُلِّ بَابِ رَغْبَةٍ إِلَى اللهِ مِنْهُمْ يَدٌ قَارِعَةٌ. يَسْئَلُونَ مَنْ لَّا تَضِيقُ لَدَيْهِ الْمَنَادِحُ، وَ لَا يَخِيبُ عَلَيْهِ الرَّاغِبُونَ. فَحَاسِبْ نَفْسَكَ لِنَفْسِكَ. فَإِنَّ غَيْرَهَا مِنَ الْأَنْفُسِ لَهَا حَسِيبٌ غَيْرُكَ}۔

"ہر اس دروازہ پر ان کا ہاتھ دستک دینے والا ہے جو اس کی طرف متوجہ و راغب کرے، وہ اس سے مانگتے ہیں کہ جس کے جود وکرم کی پہنائیاں تنگ نہیں ہوتیں اور نہ خواہش لے کر بڑھنے والے ناامید پھرتے ہیں۔ تم اپنی بہبودی کیلئے اپنے ہی نفس کا محاسبہ کرو، کیونکہ دوسروں کا محاسبہ کرنے والا تمہارے علاوہ دوسرا ہے"۔ [1]

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۲۱۹، ص ۶۲۹ تا ۶۳۱]

امام علیہ السلام نے سورہ نور کی آیت ۳۶ اور ۳۷ کے تلاوت فرمائی اور خود ہی ان آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔ امام علیہ السلام نے سب سے زیادہ ذکر خُدا کی اہمیت بیان فرمائی۔ اور انسان کے روح پر اس کے اثرات کو اجاگر کیا۔ ہر دور میں اللہ کا ذکر کرنے والوں اور اُن کے زندگی گزارنے کے طریقوں کو بیان فرمایا۔

گزشتہ خطبہ کی طرح اس خطبہ میں بھی جہاں امام علیہ السلام کے کلام سے موعظہ ونصیحت حاصل ہوتی ہے وہیں امام علیہ السلام کے اندازِ تفسیر کی بھی پہچان ہوتی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ ایسی دقیق تفسیر امام علیہ السلام ہی بیان فرما سکتے ہیں جو قرآن کے ساتھی ہیں۔

﴿يَاأَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾ کی تفسیر

قَالَهُ عِنْدَ تِلَاوَتِهِ: ﴿يَاأَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾ آیت ﴿يَاأَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾: ”اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے پروردگار کریم کے بارے میں دھوکا دیا“ کی تلاوت کے وقت ارشاد فرمایا: [1]

سورہ انفطار کی یہ آیت امام علیہ السلام نے تلاوت فرمائی اور اس میں مذکور لفظ غرور کو مدنظر رکھتے ہوئے تفسیر بیان فرمائی۔ اس قسم کی تفسیر سے واضح ہوتا ہے کہ انسان قرآن کی تلاوت کس انداز سے کرے۔ امام علیہ السلام اس آیت کے ضمن میں گفتگو کرتے ہوئے سننے والوں اور آپ علیہ السلام کا خطبہ کسی وقت بھی پڑھنے والوں کو خواب غفلت سے بیدار کرتے ہیں۔ اللہ کی نعمت کو یاد کرنے کی تاکید کرتے ہیں اور اس دنیا کی بے ثباتی اور آخرت میں انسان کی لاچارگی کا ذکر کرتے ہیں۔ یوں انسان کو غرور کے مرض سے چھٹکارا دلا کر رب کے حضور جھکنے پر آمادہ کرتے ہیں۔

”اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے پروردگار کریم کے بارے میں دھوکا دیا“ کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا:

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۲۲۰،ص ۶۳۱]

{اَدْحَضُ مَسْؤُلٍ حُجَّةً، وَ اَقْطَعُ مُغْتَرٍّ مَّعْذِرَةً، لَقَدْ اَبْرَحَ جَهَالَةً بِنَفْسِهٖ}۔

”یہ شخص جس سے یہ سوال ہورہا ہے جواب میں کتنا عاجز اور یہ فریب خوردہ عذر پیش کرنے میں کتنا قاصر ہے! وہ اپنے نفس کو سختی سے جہالت میں ڈالے ہوئے ہے“۔

{یَاۤ اَیُّهَا الْاِنْسَانُ! مَا جَرَّاَكَ عَلٰى ذَنْۢبِكَ، وَ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ، وَ مَاۤ اٰنَسَكَ بِهَلَكَةِ نَفْسِكَ؟ اَمَا مِنْ دَآئِكَ بُلُوْلٌ، اَمْ لَیْسَ مِنْ نَّوْمَتِكَ یَقَظَةٌ؟ اَمَا تَرْحَمُ مِنْ نَّفْسِكَ مَا تَرْحَمُ مِنْ غَیْرِكَ؟ فَلَرُبَّمَا تَرَى الضَّاحِیَ مِنْ حَرِّ الشَّمْسِ فَتُظِلُّهٗ، اَوْ تَرَى الْمُبْتَلٰى بِاَلَمٍ یُّمِضُّ جَسَدَهٗ فَتَبْكِیْ رَحْمَةً لَّهٗ! فَمَا صَبَّرَكَ عَلٰى دَآئِكَ، وَ جَلَّدَكَ عَلٰى مُصَابِكَ، وَ عَزَّاكَ عَنِ الْبُكَآءِ عَلٰى نَفْسِكَ وَ هِیَ اَعَزُّ الْاَنْفُسِ عَلَیْكَ! وَ كَیْفَ لَا یُوْقِظُكَ خَوْفُ بَیَاتِ نِقْمَةٍ، وَ قَدْ تَوَرَّطْتَ بِمَعَاصِیْهِ مَدَارِجَ سَطَوَاتِهٖ!}۔

”اے انسان! تجھے کس چیز نے گناہ پر دلیر کر دیا ہے؟ اور کس چیز نے تجھے اپنے پروردگار کے بارے میں دھوکا دیا ہے؟ اور کس چیز نے تجھے اپنی تباہی پر مطمئن بنا دیا ہے؟ کیا تیرے مرض کیلئے شفا اور تیرے خواب (غفلت) کیلئے بیداری نہیں ہے؟ کیا تجھے اپنے پر اتنا بھی رحم نہیں آتا جتنا دوسروں پر ترس کھاتا ہے؟ بسا اوقات تو جلتی دھوپ میں کسی کو دیکھتا ہے تو اس پر سایہ کر دیتا ہے یا کسی کو درد و کرب میں مبتلا پاتا ہے تو اس پر شفقت کی بنا پر تیرے آنسو نکل پڑتے ہیں، مگر خود اپنے روگ پر کس نے تجھے صبر دلا یا ہے؟ اور کس نے تجھے اپنی مصیبتوں پر توانا کر دیا ہے اور خود اپنے او پر رونے سے تسلی دے دی ہے؟ حالانکہ سب جانوں سے تجھے اپنی جان عزیز ہے اور کیونکر عذاب الٰہی کے رات ہی کو ڈیرے ڈال دینے کا خطرہ تجھے بیدار نہیں رکھتا؟

حالانکہ تو اپنے گناہوں کی بدولت اس کے قہر و تسلط کی راہ میں پڑا ہوا ہے“۔

{فَتَدَاوَ مِنْ دَآءِ الْفَتْرَةِ فِيْ قَلْبِكَ بِعَزِيْمَةٍ، وَ مِنْ كَرَى الْغَفْلَةِ فِيْ نَاظِرِكَ بِيَقَظَةٍ، وَ كُنْ لِلّٰهِ مُطِيْعًا، وَ بِذِكْرِهٖ اٰنِسًا، وَ تَمَثَّلْ فِيْ حَالِ تَوَلِّيْكَ عَنْهُ اِقْبَالَهٗ عَلَيْكَ، يَدْعُوْكَ اِلٰى عَفْوِهٖ، وَ يَتَغَمَّدُكَ بِفَضْلِهٖ، وَ اَنْتَ مُتَوَلٍّ عَنْهُ اِلٰى غَيْرِهٖ}۔

”دل کی کوتاہیوں کے روگ کا چارہ عزم راسخ سے، آنکھوں کے خواب غفلت کا مداوا بیداری سے کرو، اللہ کے مطیع و فرمانبردار بنو اور اس کی یاد سے جی لگاؤ۔ ذرا اس حالت کا تصور کرو! وہ تمہاری طرف بڑھ رہا ہے اور تم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہو اور وہ تمہیں اپنے دامن عفو میں لینے کیلئے بلا رہا ہے اور اپنے لطف و احسان سے ڈھانپنا چاہتا ہے اور تم ہو کہ اس سے روگرداں ہو کر دوسری طرف رخ کئے ہوئے ہو“۔

{فَتَعَالٰى مِنْ قَوِيٍّ مَّآ اَكْرَمَهٗ! وَ تَوَاضَعْتَ مِنْ ضَعِيْفٍ مَّآ اَجْرَاَكَ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ! وَ اَنْتَ فِيْ كَنَفِ سِتْرِهٖ مُقِيْمٌ، وَ فِيْ سَعَةِ فَضْلِهٖ مُتَقَلِّبٌ، فَلَمْ يَمْنَعْكَ فَضْلَهٗ، وَ لَمْ يَهْتِكْ عَنْكَ سِتْرَهٗ، بَلْ لَمْ تَخْلُ مِنْ لُّطْفِهٖ مَطْرَفَ عَيْنٍ فِيْ نِعْمَةٍ يُّحْدِثُهَا لَكَ، اَوْ سَيِّئَةٍ يَّسْتُرُهَا عَلَيْكَ، اَوْ بَلِيَّةٍ يَّصْرِفُهَا عَنْكَ، فَمَا ظَنُّكَ بِهٖ لَوْ اَطَعْتَهٗ!}۔

”بلند و برتر ہے وہ خدائے قوی و توانا کہ جو کتنا بڑا کریم ہے اور تو اتنا عاجز و ناتواں اور اتنا پست ہو کر گناہوں پر کتنا جری اور دلیر ہے، حالانکہ اسی کے دامن پناہ میں اقامت گزیں ہے اور اسی کے لطف و احسان کی پہنائیوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے۔ اس نے اپنے لطف و کرم کو تجھ سے روکا نہیں اور نہ تیرا پردہ چاک کیا ہے، بلکہ اس کی کسی نعمت میں جو اس نے تیرے لئے خلق کی، یا کسی گناہ میں کہ جس پر اس نے پردہ ڈالا، یا کسی مصیبت و ابتلا میں کہ جس کا رخ تجھ سے موڑا، تو اس کے لطف و کرم سے

لحظہ بھر کیلئے محروم نہیں ہوا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب تو اس کی معصیت کرتا ہے تو پھر تیرا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اگر تو اس کی اطاعت کرتا ہوتا"۔

{وَايْمُ اللهِ! لَوْ اَنَّ هٰذِهِ الصِّفَةَ كَانَتْ فِيْ مُتَّفِقَيْنِ فِي الْقُوَّةِ، مُتَوَازِيَيْنِ فِي الْقُدْرَةِ، لَكُنْتَ اَوَّلَ حَاكِمٍ عَلٰى نَفْسِكَ بِذَمِيْمِ الْاَخْلَاقِ، وَ مَسَاوِي الْاَعْمَالِ}۔

"خدا کی قسم! اگر یہی رویہ دو ایسے شخصوں میں ہوتا جو قوت وقدرت میں برابر کے ہم پلہ ہوتے (اور ان میں سے ایک تو ہوتا جو بے رخی کرتا اور دوسرا تجھ پر احسان کرتا) تو تُو ہی سب سے پہلے اپنے نفس پر کج خلقی اور بدکرداری کا حکم لگاتا"۔

{وَ حَقًّا اَقُوْلُ! مَا الدُّنْيَا غَرَّتْكَ، وَ لٰكِنْ بِهَا اغْتَرَرْتَ، وَ لَقَدْ كَاشَفَتْكَ الْعِظَاتِ، وَ اٰذَنَتْكَ عَلٰى سَوَآءٍ، وَ لَهِيَ بِمَا تَعِدُكَ مِنْ نُّزُوْلِ الْبَلَآءِ بِجِسْمِكَ، وَ النَّقْصِ فِيْ قُوَّتِكَ، اَصْدَقُ وَ اَوْفٰى مِنْ اَنْ تَكْذِبَكَ، اَوْ تَغُرَّكَ، وَ لَرُبَّ نَاصِحٍ لَّهَا عِنْدَكَ مُتَّهَمٌ، وَ صَادِقٍ مِّنْ خَبَرِهَا مُكَذَّبٌ، وَلَئِنْ تَعَرَّفْتَهَا فِي الدِّيَارِ الْخَاوِيَةِ، وَ الرُّبُوْعِ الْخَالِيَةِ، لَتَجِدَنَّهَا مِنْ حُسْنِ تَذْكِيْرِكَ، وَ بَلَاغِ مَوْعِظَتِكَ، بِمَحَلَّةِ الشَّفِيْقِ عَلَيْكَ، وَ الشَّحِيْحِ بِكَ! وَ لَنِعْمَ دَارُ مَنْ لَّمْ يَرْضَ بِهَا دَارًا، وَ مَحَلُّ مَنْ لَّمْ يُوَطِّنْهَا مَحَلًّا! وَ اِنَّ السُّعَدَآءَ بِالدُّنْيَا غَدًا هُمُ الْهَارِبُوْنَ مِنْهَا الْيَوْمَ}۔

"سچ کہتا ہوں کہ دنیا نے تجھ کو فریب نہیں دیا بلکہ تو خود (جان بوجھ کر) اس کے فریب میں آیا ہے۔ اس نے تو تیرے سامنے نصیحتوں کو کھول کر رکھ دیا اور تجھے (ہر چیز سے) یکساں طور پر آگاہ کر دیا۔ اس نے جن بلاؤں کے تیرے جسم پر نازل ہونے اور جس کمزوری کے تیرے قویٰ پر طاری ہونے کا وعدہ کیا ہے اس میں راست گو اور

ایفائے عہد کرنے والی ہے، بجائے اس کے کہ تجھ سے جھوٹ کہا ہو یا فریب دیا ہو۔ کتنے ہی اس دنیا کے بارے میں سچے نصیحت کرنے والے ہیں جو تیرے نزدیک ناقابل اعتبار ہیں اور کتنے ہی اس کے حالات کو صحیح صحیح بیان کرنے والے ہیں جو جھٹلائے جاتے ہیں۔ اگر تو ٹوٹے ہوئے گھروں اور سنسان مکانوں سے دنیا کی معرفت حاصل کرے تو تو انہیں اچھی یاددہانی اور مؤثر پند دہی کے لحاظ سے بمنزلہ ایک مہربان کے پائے گا کہ جو تیرے (ہلاکتوں میں پڑنے سے) بخل سے کام لیتے ہیں۔ یہ دنیا اس کیلئے اچھا گھر ہے جو اسے گھر سمجھنے پر خوش نہ ہو اور اسی کیلئے اچھی جگہ ہے جو اسے اپنا وطن بنا کر نہ رہے۔ اس دنیا کی وجہ سے سعادت کی منزل پر کل وہی لوگ پہنچیں گے جو آج اس سے گریزاں ہیں"۔

{اِذَا رَجَفَتِ الرَّاجِفَةُ، وَ حَقَّتْ بِجَلَآئِلِهَا الْقِيٰمَةُ، وَ لَحِقَ بِكُلِّ مَنْسَكٍ اَهْلُهٗ، وَ بِكُلِّ مَعْبُوْدٍ عَبَدَتُهٗ، وَ بِكُلِّ مُطَاعٍ اَهْلُ طَاعَتِهٖ، فَلَمْ يُجْزَ فِيْ عَدْلِهٖ وَ قِسْطِهٖ يَوْمَئِذٍ خَرْقُ بَصَرٍ فِي الْهَوَآءِ، وَ لَا هَمْسُ قَدَمٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا بِحَقِّهٖ، فَكَمْ حُجَّةٍ يَّوْمَ ذَاكَ دَاحِضَةٌ، وَ عَلَآئِقِ عُذْرٍ مُّنْقَطِعَةٌ! فَتَحَرَّ مِنْ اَمْرِكَ مَا يَقُوْمُ بِهٖ عُذْرُكَ، وَ تَثْبُتُ بِهٖ حُجَّتُكَ، وَ خُذْ مَا يَبْقٰى لَكَ مِمَّا لَا تَبْقٰى لَهٗ، وَ تَيَسَّرْ لِسَفَرِكَ، وَ شِمْ بَرْقَ النَّجَاةِ، وَ ارْحَلْ مَطَايَا التَّشْمِيْرِ}۔

"جب زمین زلزلہ میں اور قیامت اپنی ہولناکیوں کے ساتھ آجائے گی اور ہر عبادت گاہ سے اس کے پجاری، ہر معبود سے اس کے پرستار اور ہر پیشوا سے اس کے مقتدی ملحق ہو جائیں گے تو اس وقت فضا میں شگاف کرنے والی نظر اور زمین میں قدموں کی ہلکی چاپ کا بدلہ بھی اس کی عدالت گستری و انصاف پروری کے پیش

نظر حق و انصاف سے پورا پورا دیا جائے گا۔ اس دن کتنی ہی دلیلیں غلط و بے معنی ہو جائیں گی اور عذر و معذرت کے بندھن ٹوٹ جائیں گے۔ تو اب اس چیز کو اختیار کرو جس سے تمہارا عذر قبول اور تمہاری حجت ثابت ہو سکے۔ جس دنیا سے تم نے ہمیشہ بہرہ یاب نہیں ہونا اس سے وہ چیزیں لے لو جو تمہارے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔ اپنے سفر کیلئے تیار رہو، (دنیا کی ظلمتوں میں) نجات کی چمک پر نظر کرو اور جدوجہد کی سواریوں پر پالان کس لو"۔ [1]

آیت کے مصداق کا بیان

کلام کے دوران کبھی کبھی اسم کا ذکر کرنے کی بجائے اوصاف مخصوصہ کا ذکر کرنا مصداق کو واضح کرنے کے لیے زیادہ بلیغ ہوتا ہے کہ صرف نام ذکر کرنے سے اس وصف یا فضیلت میں اور افراد کی شرکت کا امکان بھی ہوتا ہے جو اس کے مصداق نہ ہوں لیکن اگر اوصافِ مختصہ بیان کر دیئے جائیں جو مصداق کے غیر میں موجود نہ ہو تو اس مصداق کو مشخص کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے امیر المومنین علیہ السلام نے دو آیات کے ذیل میں خود کو اور اہل بیت علیہم السلام کو مصداقِ آیات بیان فرمایا ہے چنانچہ دو آیات:

﴿وَاُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ﴾۔

"قرابت دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں"۔

اور

﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾۔

"ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ حقدار وہ لوگ تھے جو ان کے پیروکار تھے اور یہ نبی اور جو

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۲۲۰ ص ۶۳۱ تا ۶۳۴]

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ ایمان والوں کا سرپرست ہے"۔

ان دو آیات سے استشہاد کرتے ہوئے فرمایا:

{فَنَحْنُ مَرَّةً اَوْلٰى بِالْقَرَابَةِ، وَ تَارَةً اَوْلٰى بِالطَّاعَةِ}۔

"تو ہمیں قرابت کی وجہ سے بھی دوسروں پر فوقیت حاصل ہے اور اطاعت کی وجہ سے بھی ہمارا حق فائق ہے"۔ [1]

تفسیر آیت اور مصادر شریعت کا بیان

سورۃ النساء آیت نمبر ۵۹:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾۔

"اے ایمان دارو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور ان کی جو تم میں سے صاحبان امر ہوں، اور اگر تم میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرو"۔

کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{فَالرَّدُّ اِلَى اللّٰهِ الْاَخْذُ بِمُحْكَمِ كِتَابِهٖ، وَ الرَّدُّ اِلَى الرَّسُوْلِ الْاَخْذُ بِسُنَّتِهِ الْجَامِعَةِ غَيْرِ الْمُفَرِّقَةِ}۔

"تو اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کتاب کی محکم آیتوں پر عمل کیا جائے، اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے ان متفق علیہ ارشادات پر عمل کیا جائے جن میں کوئی اختلاف نہیں"۔ [2]

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، مکتوب ۲۸، ص ۷۰۴]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، مکتوب ۵۳، ص ۷۷۴]

گویا کہ ان کا کلمات میں امیر المومنین علیہ السلام نے ایک فقیہ، مفسر اور حاکم کے لئے ایک اصول و ضابطہ بیان فرمادیا جب ان پر کوئی امر مشتبہ ہو جائے اور مصادر شریعت کو بھی بیان فرمادیا۔

﴿سَآئِقٌ وَّ شَهِيدٌ﴾ کی تفسیر

سورہ ق کی آیت نمبر ۲۱

﴿كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيدٌ﴾ ہر نفس کے ساتھ ایک ہنکانے والا ہوتا ہے اور ایک شہادت دینے والا کی تفسیر بیان کرتے ہوئے سائق اور شہید کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

{سَآئِقٌ يَّسُوقُهَا اِلٰی مَحْشَرِهَا وَ شَاهِدٌ يَّشْهَدُ عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا}۔

"ہنکانے والا اسے میدانِ حشر تک ہنکا کر لے جائے گا اور گواہ اس کے عملوں کی شہادت دے گا"۔ [1]

"عاکف" اور "باد" کے مفہوم کا بیان

اسی طرح سورہ حج کی آیت نمبر ۲۵

﴿سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيهِ وَ الْبَادِ ؕ﴾ "اس میں عاکف اور بادی یکساں ہیں"۔

کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

{فَالْعَاكِفُ الْمُقِيمُ بِهٖ، وَ الْبَادِي الَّذِي يَحُجُّ اِلَيْهِ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهٖ}۔

"عاکف وہ ہے جو اس میں مقیم ہو اور بادی وہ ہے جو باہر سے حج کیلئے آیا ہو"۔ [2]

مفہوم آیت کا بیان

سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۶۸

﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِينَ

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، خطبہ ۸۳، ص ۲۷۳]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، مکتوب ۶۷، ص ۸۱۱]

اٰمَنُوْا ط﴾۔

"ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کو تھی جو ان کے فرمانبردار تھے اور اب اس نبیؐ اور ایمان لانے والوں کو خصوصیت ہے"۔

اس آیت مبارکہ کو آپ علیہ السلام نے اپنے اس قول پر شاہد قرار دیا۔

{اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِالْاَنْبِيَآءِ اَعْلَمُهُمْ بِمَا جَآؤُوْا بِهٖ}۔

"انبیاء علیہم السلام سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے کہ جو ان کی لائی ہوئی چیزوں کا زیادہ علم رکھتے ہوں"۔ [1]

اور پھر اس آیت مبارکہ کی تطبیق کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{اِنَّ وَلِيَّ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ اِنْ بَعُدَتْ لُحْمَتُهٗ، وَ اِنَّ عَدُوَّ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ عَصَى اللّٰهَ وَ اِنْ قَرُبَتْ قَرَابَتُهٗ}۔

"حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے، اگرچہ ان سے کوئی قرابت نہ رکھتا ہو، اور ان کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے، اگرچہ نزدیکی قرابت رکھتا ہو"۔ [2]

﴿اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ کی تفسیر

اسی طرح ﴿وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ﴾ اور اس بات کو جانے رہو کہ تمہارا مال اور اولاد فتنہ ہے۔ (انفال/28) کی تفسیر اور مفہوم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفِتْنَةِ، لِاَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اِلَّا وَ هُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى فِتْنَةٍ، وَ لٰكِنْ مَّنِ اسْتَعَاذَ

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۹۶، ص ۸۵۲]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۹۶، ص ۸۵۲]

فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ، فَاِنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ يَقُوْلُ: ﴿وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾، وَ مَعْنٰى ذٰلِكَ اَنَّهٗ يَخْتَبِرُهُمْ بِالْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ لِيَتَبَيَّنَ السَّاخِطُ لِرِزْقِهٖ وَ الرَّاضِیْ بِقِسْمِهٖ، وَ اِنْ كَانَ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمَ بِهِمْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ، وَ لٰكِنْ لِّتَظْهَرَ الْاَفْعَالُ الَّتِیْ بِهَا يُسْتَحَقُّ الثَّوَابُ وَ الْعِقَابُ، لِاَنَّ بَعْضَهُمْ يُحِبُّ الذُّكُوْرَ وَ يَكْرَهُ الْاِنَاثَ، وَ بَعْضَهُمْ يُحِبُّ تَثْمِيْرَ الْمَالِ وَ يَكْرَهُ انْثِلَامَ الْحَالِ}۔

”تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ”اے اللہ! میں تجھ سے فتنہ وآزمائش سے پناہ چاہتا ہوں“۔ اس لئے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو فتنہ کی لپیٹ میں نہ ہو، بلکہ جو پناہ مانگے وہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگے، کیونکہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: ”اور اس بات کو جانے رہو کہ تمہارا مال اور اولاد فتنہ ہے“۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ لوگوں کو مال اور اولاد کے ذریعے آزماتا ہے، تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون اپنی روزی پر چیں بجبیں ہے اور کون اپنی قسمت پر شاکر ہے۔ اگرچہ اللہ سبحانہ ان کو اتنا جانتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے کو اتنا نہیں جانتے، لیکن یہ آزمائش اس لئے ہے کہ وہ افعال سامنے آئیں جن سے ثواب وعذاب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض اولاد نرینہ کو چاہتے ہیں اور لڑکیوں سے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں اور بعض مال بڑھانے کو پسند کرتے ہیں اور بعض شکستہ حالی کو برا سمجھتے ہیں“۔ [1]

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۹۳، ص ۸۵۱]

"قَالَ الرَّضِیُّ: وَ هٰذَا مِنْ غَرِيْبِ مَا سُمِعَ مِنْهُ فِي التَّفْسِيْرِ "۔
"سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ ان عجیب وغریب باتوں میں سے ہے جو تفسیر کے سلسلہ میں آپؑ سے وارد ہوئی ہیں"۔

﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾ کی تفسیر

﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾۔
"اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں کرے گا جب تک تم ان میں موجود ہو (اور) اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں اتارے گا، جب کہ یہ لوگ توبہ واستغفار کررہے ہوں گے"۔

ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

{كَانَ فِي الْاَرْضِ اَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ، وَ قَدْ رُفِعَ اَحَدُهُمَا، فَدُوْنَكُمُ الْاٰخَرَ فَتَمَسَّكُوْا بِهٖ: اَمَّا الْاَمَانُ الَّذِيْ رُفِعَ فَهُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ. وَ اَمَّا الْاَمَانُ الْبَاقِيْ فَالْاِسْتِغْفَارُ}۔
"دنیا میں عذاب خدا سے دو چیزیں باعث امان تھیں، ایک ان میں سے اٹھ گئی، مگر دوسری تمہارے پاس موجود ہے، لہٰذا اسے مضبوطی سے تھامے رہو۔ وہ امان جو اٹھالی گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اور وہ امان جو باقی ہے وہ توبہ واستغفار ہے"۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں:

"وَ هٰذَا مِنْ مَّحَاسِنِ الْاِسْتِخْرَاجِ وَ لَطَآئِفِ الْاِسْتِنْبَاطِ "۔
"یہ بہترین استخراج اور عمدہ نکتہ آفرینی ہے۔[1]

[1] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۸۸، ص ۸۴۹، ۸۵۰]

اور تفسیرِ قرآن اور مفاہیمِ قرآن میں تفکر و تدبر کرنے والے اس لطافت اور شرینی کو محسوس کر سکتے ہیں کہ کس طرح استخراج و استنباط کر کے استغفار کی اہمیت کو بیان فرمایا گیا ہے۔

﴿فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾ کی تفسیر

﴿فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾۔ "ہم اس کو پاک و پاکیزہ زندگی دیں گے"۔ جب امیر المومنین علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

{هِيَ الْقَنَاعَةُ}۔

"وہ قناعت ہے"۔ [1]

اور قناعت کے متعلق آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

{كَفٰى بِالْقَنَاعَةِ مُلْكًا}۔

"قناعت سے بڑھ کر کوئی سلطنت نہیں"۔ [2]

اور قناعت کو سرمایہ و جاگیر اس لیے قرار دیا کہ جس طرح ملک و جاگیر احتجاج کو ختم کر دیتی ہے اسی طرح جب انسان قناعت اختیار کر لیتا ہے اور اس پر خوش رہتا ہے تو وہ خلق سے مستغنی اور احتیاج سے دور ہو جاتا ہے۔

ہر کہ قانع شد بہ خشک و تر، شہ بحر و بر است

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ﴾ کی تفسیر

اللہ تعالیٰ تمہیں عدل و احسان کا حکم دیتا ہے خداوند عالم کے اس ارشاد کے متعلق فرمایا:

{اَلْعَدْلُ الْاِنْصَافُ، وَالْاِحْسَانُ التَّفَضُّلُ}۔

"عدل انصاف ہے اور احسان لطف و کرم"۔ [3]

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۲۲۹، ص ۸۹۲]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۲۲۹، ص ۸۹۲]

[3] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۲۳۱، ص ۸۹۳]

﴿وَ نُرِیۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ نَجۡعَلَهُمۡ اَئِمَّةً وَّ نَجۡعَلَهُمُ الۡوٰرِثِیۡنَ﴾ کی تفسیر

﴿وَ نُرِیۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ نَجۡعَلَهُمۡ اَئِمَّةً وَّ نَجۡعَلَهُمُ الۡوٰرِثِیۡنَ﴾ ”ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنائیں اور انہی کو (اس زمین کا) مالک بنائیں“۔

اس آیت مبارکہ سے استنباط کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{لَتَعۡطِفَنَّ الدُّنۡیَا عَلَیۡنَا بَعۡدَ شِمَاسِهَا عَطۡفَ الضَّرُوۡسِ عَلٰی وَلَدِهَا}۔

”یہ دنیا منہ زوری دکھانے کے بعد پھر ہماری طرف جھکے گی، جس طرح کاٹنے والی اونٹنی اپنے بچہ کی طرف جھکتی ہے“۔[1]

اور اپنے اس دعوی کی دلیل اسی آیت مبارکہ کو قرار دیا۔ علامہ مفتی جعفر حسینؒ رقمطراز ہیں:

یہ ارشاد امام منتظر علیہ السلام کے متعلق ہے جو سلسلہ امامت کے آخری فرد ہیں ان کے ظہور کے بعد تمام سلطنتیں اور حکومتیں ختم ہو جائیں گی اور ﴿لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ﴾ کا مکمل نمونہ نگاہوں کے سامنے آجائے گا۔

ہر کسی را دولتی از آسمان آید پدید
دولت آل علیؑ آخر زمان آید پدید

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۲۰۹، ص ۸۸۶]

دو آیات کے تفسیری مفاہیم میں جمع و تطبیق

دو آیاتِ قرآنی کے ذریعے آپ علیہ السلام نے ایک مفہوم جمع و تطبیق بیان فرمائی کہ نیکیوں کے بل بوتے پر عذابِ خدا سے مطمئن ہو کر بھی نہیں بیٹھ جانا اور نہ ہی گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اس کی رحمت سے نا امید ہونا۔ اس کے عذاب سے مطمئن ہونا خاسرین کی علامت ہے اور اس کی رحمت سے نا امید ہونا کفر ہے اور آپ نے اس مطلب کو دو آیات سے استدلال فرماتے ہوئے یوں بیان فرمایا:

{لَا تَأْمَنَنَّ عَلٰى خَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَذَابَ اللّٰهِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾}۔

”اس اُمت کے بہترین شخص کے بارے میں بھی اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن نہ ہو جاؤ، کیونکہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: ”گھاٹا اٹھانے والے لوگ ہی اللہ کے عذاب سے مطمئن ہو بیٹھتے ہیں“۔ [1]

{وَلَا تَيْأَسَنَّ لِشَرِّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿إِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾}۔

”اور اس اُمت کے بدترین آدمی کے بارے میں بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ کیونکہ ارشادِ الٰہی ہے کہ: ”خدا کی رحمت سے کافروں کے علاوہ کوئی اور نا امید نہیں ہوتا“۔ [2]

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۳۷۷، ص ۹۴۶]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۳۷۷، ص ۹۴۶]

زُہد کی تفسیر اور لفظ کی حد دلالت کا بیان

زہد کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{اَلزُّهْدُ كُلُّهٗ بَیْنَ كَلِمَتَیْنِ مِنَ الْقُرْاٰنِ: قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: ﴿لِّكَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَاۤ اٰتٰىكُمْ﴾، وَمَنْ لَّمْ یَاْسَ عَلَى الْمَاضِیْ، وَلَمْ یَفْرَحْ بِالْاٰتِیْ، فَقَدْ اَخَذَ الزُّهْدَ بِطَرَفَیْهِ}۔

”زہد کی مکمل تعریف قرآن کے دو جملوں میں ہے: ارشاد الٰہی ہے: ’’جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر رنج نہ کرو، اور جو چیز خدا تمہیں دے اس پر اتراؤ نہیں‘‘۔ لہٰذا جو شخص جانے والی چیز پر افسوس نہیں کرتا اور آنے والی چیز پر اتراتا نہیں، اس نے زہد کو دونوں سمتوں سے سمیٹ لیا“۔[1]

یہاں آیت کی تفسیر بھی بیان فرما دی گئی اور اس بات کی تصریح بھی کر دی گئی کہ ”زھد“ کی حد دلالت کیا ہے۔

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ کی تفسیر

”اللہ تعالی کے لئے ہیں اور ہم نے اسی کی طرف پلٹنا ہے“۔

جب ایک شخص کو یہ کلمہ استرجاع کہتے سنا تو ارشاد فرمایا:

{اِنَّ قَوْلَنَا: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ﴾ اِقْرَارٌ عَلٰۤى اَنْفُسِنَا بِالْمُلْكِ، وَقَوْلَنَا: ﴿وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ اِقْرَارٌ عَلٰۤى اَنْفُسِنَا بِالْهُلْكِ}۔

”ہمارا یہ کہنا کہ ’’ہم اللہ کے ہیں‘‘ اس کی مِلک ہونے کا اعتراف ہے اور یہ کہنا کہ ’’ہمیں اسی کی طرف پلٹنا ہے‘‘، یہ اپنے لئے فنا کا اقرار ہے“۔[2]

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۴۳۹، ص ۹۶۲]

[2] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۹۹، ص ۸۵۳]

”لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ“ کی تفسیر

”قوت وتوانائی نہیں مگر اللہ تعالی کے سبب سے“۔

جب امیر المومنین علیہ السلام سے اس کلمہ کے معنی دریافت کیے گئے تو ارشاد فرمایا:

{اِنَّا لَا نَمْلِكُ مَعَ اللهِ شَيْئًا، وَ لَا نَمْلِكُ اِلَّا مَا مَلَّكَنَا، فَمَتٰى مَلَّكَنَا مَا هُوَ اَمْلَكُ بِهٖ مِنَّا كَلَّفَنَا، وَ مَتٰى اَخَذَهٗ مِنَّا وَضَعَ تَكْلِيْفَهٗ عَنَّا}۔

”ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کے مالک نہیں۔ اس نے جن چیزوں کا ہمیں مالک بنایا ہے بس ہم انہیں پر اختیار رکھتے ہیں۔ تو جب اس نے ہمیں ایسی چیز کا مالک بنایا جس پر وہ ہم سے زیادہ اختیار رکھتا ہے تو ہم پر شرعی ذمہ داریاں عائد کیں اور جب اس چیز کو واپس لے لے گا تو ہم سے اس ذمہ داری کو بھی برطرف کردے گا“۔ [1]

علّامہ مفتی جعفر حسینؒ اس کی تشریح میں رقمطراز ہیں؛

مطلب یہ ہے کہ انسان کو کسی شے پر مستقلاً تملک واختیار حاصل نہیں، بلکہ یہ حق ملکیت وقوتِ تصرف قدرت کا بخشا ہوا ایک عطیہ ہے اور جب تک یہ تملک واختیار باقی رہتا ہے تکلیف شرعی برقرار رہتی ہے اور اسے سلب کرلیا جاتا ہے تو تکلیف بھی برطرف ہوجاتی ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا تکلیف مالایُطاق ہے جو کسی حکیم و دانا کی طرف سے عائد نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ اللہ سبحانہ نے اعضا وجوارح میں اعمال کے بجالانے کی قوت ودیعت فرمانے کے بعد ان سے تکلیف متعلق کی۔ لہٰذا جب تک یہ قوت باقی رہے گی ان سے تکلیف کا تعلق رہے گا اور اس قوت کے سلب کرلینے کے بعد تکلیف بھی برطرف ہوجائے گی۔ جیسے زکوٰۃ کا فریضہ اسی وقت

---

[1] [نہج البلاغہ، افکار، حکمت ۴۰۴، ص ۹۵۲، ۹۵۳]

عائد ہوتا ہے جب دولت ہو۔ اور جب وہ دولت کو چھین لے گا تو اس کے نتیجہ میں زکوٰۃ کا وجوب بھی ساقط کر دے گا، کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا عقلاً قبیح ہے۔[1]

اَللّٰهُمَّ جْعَلْنَا مِنَ الْمُتَمَسِّكِيْنَ بِالثَّقْلَيْنِ كِتَابِكَ وَ عِتْرَةِ نَبِيِّكَ الطَّاهِرِيْنَ . اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ عَجِّلْ فَرَجَهُمْ وَ سَهِّلْ مَخْرَجَهُمْ . بِجَاهِ مُحَمَّدٍ وَّ عَلِيٍّ وَ اٰلِهِمَا . اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

☆☆☆☆☆

[1] [نہج البلاغہ، افکار، ص ۹۵۳]

فہرست آیات

امیر المومنین علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں جا بجا قرآنی آیات کو جزوی یا کلی طور پر اپنے کلام میں استدلال و استشہاد کے لیے تلاوت فرمایا ہے۔ تمام آیات یا الفاظ قرآن جو امیر المومنین علیہ السلام نے تلاوت فرمائے، قارئین کی دلچسپی اور استفادہ کے لیے ان آیات و الفاظ قرآنی کو ترتیب وار فہرست میں پیش کر دیا گیا ہے۔

یاد رہے یہ ترتیب نہج البلاغہ کے خطبات، مکتوبات اور حکم کے مطابق ہے۔

آیات خطبات

﴿اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ﴾	البقرۃ:۳۴	خطبہ ۱
لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾	آل عمران:۹۷	خطبہ ۱
﴿اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾﴾	الحجر:۳۷-۳۸	خطبہ ۱
﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾﴾	القصص:۸۳	خطبہ ۳
﴿وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ ۪﴾	الانفال:۱	خطبہ ۱۶
﴿وَ اَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ ﴿۷۲﴾﴾	یوسف:۷۲	خطبہ ۱۶
﴿وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا ﴿۸۲﴾﴾	النساء:۸۲	خطبہ ۱۸
مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ﴿﴾	الانعام:۳۸	خطبہ ۱۸
﴿اِحْدَى الْحُسْنَیَیْنِ ؕ﴾	التوبۃ:۵۲	خطبہ ۲۳

﴿اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ﴾	التوبۃ:۳۸	خطبہ ۳۴
﴿اَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ﴾	الانفال:۶	خطبہ ۳۹
﴿قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾	الانعام:۵۶	خطبہ ۵۸
﴿وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾	محمدؐ:۳۵	خطبہ ۶۴
﴿وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ﴾	ص:۸۸	خطبہ ۶۹
﴿فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾	الانعام:۹۵	خطبہ ۸۱
﴿كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ﴾	ق:۲۱	خطبہ ۸۳
﴿الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾	النحل:۸۹	خطبہ ۸۴
﴿بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾	سبا:۴۶	خطبہ ۸۴
﴿اَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾	الانعام:۹۵	خطبہ ۸۵
﴿فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ﴾	التکویر:۲۶	خطبہ ۸۵
﴿اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾	آل عمران:۲۶	خطبہ ۸۹
﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۙ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ﴾	الانبیاء: ۲۶-۲۷	خطبہ ۸۹
﴿تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾	الشعراء:۹۷-۹۸	خطبہ ۸۹
﴿اُولِيْۤ اَجْنِحَةٍ﴾	فاطر:۱	خطبہ ۸۹

﴿وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾	النحل:۱۲۵	خطبہ ۹۳
﴿اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۹﴾	ھود:۴۹	خطبہ ۹۶
﴿لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْ﴾	ھود: ۸۹	خطبہ ۹۹
﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ۝۳۰﴾	المؤمنون:۳۰	خطبہ ۱۰۱
﴿اَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾	الانعام:۹۵	خطبہ ۱۰۶
﴿مِنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝۸﴾	السجدہ:۸	خطبہ ۱۰۷
﴿رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝۳۰﴾	الطور:۳۰	خطبہ ۱۰۷
﴿كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝۴۵﴾	الکہف:۴۵	خطبہ ۱۰۹
﴿كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝۱۰۴﴾	الانبیاء:۱۰۴	خطبہ ۱۰۹
﴿قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ﴾	فصلت:۱۵	خطبہ ۱۰۹
﴿اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۰۲﴾	آل عمران:۱۰۲	خطبہ ۱۱۲
﴿الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۲۸﴾	الشوریٰ:۲۸	خطبہ ۱۱۳
﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾	النساء:۵۹	خطبہ ۱۲۳
﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ ...﴾	لقمان:۳۴	خطبہ ۱۲۶
﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝۱۵۶ؕ﴾	البقرۃ:۱۵۶	خطبہ ۱۲۷
﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ﴾	الروم:۴۱	خطبہ ۱۲۷

﴿وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى﴾	یوسف:۱۸	خطبہ ۱۳۱
﴿بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا﴾	الاعراف:۱۵۵	خطبہ ۱۴۱
﴿اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝﴾	نوح:۱۰-۱۲	خطبہ ۱۴۱
﴿الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ﴾	آل عمران:۷	خطبہ ۱۴۲
﴿اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝﴾	الکہف:۷	خطبہ ۱۴۲
﴿لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾	بنی اسرائیل:۹	خطبہ ۱۴۵
﴿وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝﴾	فاطر:۱۴	خطبہ ۱۵۱
﴿الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝﴾	النور:۲۵	خطبہ ۱۵۳
﴿الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝﴾	العنکبوت:۱-۲	خطبہ ۱۵۴
﴿رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝﴾	القصص:۲۴	خطبہ ۱۵۸
﴿بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ ۝﴾	الرحمٰن:۴۱	خطبہ ۱۵۸
﴿مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا﴾	آل عمران:۸۵	خطبہ ۱۵۹
﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝﴾	فاطر:۸	خطبہ ۱۶۰
﴿مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝﴾	المومنون:۱۲	خطبہ ۱۶۱
﴿فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝﴾	المومنون:۱۳	خطبہ ۱۶۱

﴿فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰی قَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۲۲﴾﴾	المرسلات: ۲۱-۲۲	خطبہ ۱۶۱
﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ﴾	النساء: ۴۸	خطبہ ۱۷۴
﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۰﴾﴾	فصلت: ۳۰	خطبہ ۱۷۴
﴿اَنَّ اللّٰہَ لَیۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ ﴿۱۸۲﴾﴾	آل عمران: ۱۸۲	خطبہ ۱۷۶
﴿عَفَا اللّٰہُ عَمَّا سَلَفَ ؕ﴾	المائدۃ: ۹۵	خطبہ ۱۷۶
﴿کَمَا بَعِدَتۡ ثَمُوۡدُ ﴿۹۵﴾﴾	ھود: ۹۵	خطبہ ۱۷۹
﴿وَ نِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ ﴿۱۷۳﴾﴾	آل عمران: ۱۷۳	خطبہ ۱۸۱
﴿خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ﴾	المنافقون: ۵	خطبہ ۱۸۱
﴿لَمۡ یَلِدۡ ۬ۙ﴾	الاخلاص: ۳	خطبہ ۱۸۰
﴿وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ ﴿۳﴾﴾	الاخلاص: ۳	خطبہ ۱۸۰
﴿یَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ﴾	ھود: ۷	خطبہ ۱۸۱
﴿وَ اللّٰہُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰی﴾	یوسف: ۱۸	خطبہ ۱۸۱
﴿وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۴﴾﴾	ابراہیم: ۴	خطبہ ۱۸۱
﴿ہُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ ﴿۲۶﴾﴾	لقمان: ۲۶	خطبہ ۱۸۱
﴿اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ وَ یُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ ﴿۷﴾﴾	محمدؐ: ۷	خطبہ ۱۸۱
﴿جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ﴾	الفتح: ۷	خطبہ ۱۸۱

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ﴾	الحدید:۱۱	خطبہ ۱۸۱
﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ﴾	الحدید:۲۱	خطبہ ۱۸۱
﴿مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾	الطلاق:۲	خطبہ ۱۸۱
﴿لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا﴾	الطلاق:۳	خطبہ ۱۸۱
﴿السَّحَابَ الثِّقَالَ﴾	الرعد:۱۲	خطبہ ۱۸۳
﴿السَّحَابَ الثِّقَالَ﴾	الرعد:۱۲	خطبہ ۱۸۳
﴿طَوْعًا وَّ كَرْهًا﴾	الرعد:۱۵	خطبہ ۱۸۳
﴿یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ﴾	الحج:۱۸	خطبہ ۱۸۳
﴿كُنْ فَیَكُوْنُ﴾	البقرۃ:۱۱۷	خطبہ ۱۸۴
﴿اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾	ص:۶۵	خطبہ ۱۸۴
﴿وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ﴾	الزمر:۷۳	خطبہ ۱۸۸
﴿وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ﴾	النساء:۱۰۰	خطبہ ۱۸۸
﴿وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ﴾	الفتح:۲۶	خطبہ ۱۸۸
﴿وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ﴾	سبا:۱۳	خطبہ ۱۸۹
﴿وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ﴾	ص:۳	خطبہ ۱۸۹

﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۲۹﴾	الدخان:۲۹	خطبہ ۱۸۹
﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۲۰﴾	البقرۃ:۱۴۸	خطبہ ۱۹۰
﴿قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۳۹﴾	الحجر:۳۹	خطبہ ۱۹۰
﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ ۵۵ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۵۶﴾	المومنون: ۵۵-۵۶	خطبہ ۱۹۰
﴿قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۳۵﴾	سبا:۳۵	خطبہ ۱۹۲
﴿سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۴﴾	ص:۴	خطبہ ۱۹۰
﴿اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۷۱ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۷۲ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۷۳ اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ﴾	ص:۷۱-۷۴	خطبہ ۱۹۰
﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۱۲۸﴾	النحل:۱۲۸	خطبہ ۱۹۱
﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۱۹﴾	المجادلۃ:۱۹	خطبہ ۱۹۲
﴿يَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۴۲﴾	ابراہیم:۴۲	خطبہ ۱۹۳
﴿كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۱۰۳﴾	النساء:۱۰۳	خطبہ ۱۹۷
﴿وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ﴾	طٰہٰ:۱۳۲	خطبہ ۱۹۷

﴿رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ﴾	النور: ۳۷	خطبہ ۱۹۷
﴿اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ۝۷۲﴾	الاحزاب: ۷۲	خطبہ ۱۹۷
﴿مَا سَلَكَكُمۡ فِىۡ سَقَرَ ۝۴۲ قَالُوۡا لَمۡ نَكُ مِنَ الۡمُصَلِّيۡنَ ۝۴۳﴾	المدثر: ۴۲۔۴۳	خطبہ ۱۹۷
﴿فَعَقَرُوۡهَا فَاَصۡبَحُوۡا نٰدِمِيۡنَ ۝۱۵۷﴾	الشعراء: ۱۵۷	خطبہ ۱۹۹
﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ۝۱۵۶﴾	البقرۃ: ۱۲۶	خطبہ ۲۰۰
﴿اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ۝۲۶﴾	النازعات: ۲۶	خطبہ ۲۰۹
﴿رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ﴾	النور: ۳۷	خطبہ ۲۱۹
﴿اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ۝۲﴾	التکاثر: ۲	خطبہ ۲۱۹
﴿يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِ ۝۶﴾	الانفطار: ۶	خطبہ ۲۲۰
﴿اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝۲۶﴾	آل عمران: ۲۶	خطبہ ۲۲۲
﴿هُنَالِكَ تَبۡلُوۡا كُلُّ نَفۡسٍ مَّاۤ اَسۡلَفَتۡ وَرُدُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ مَوۡلٰٮهُمُ الۡحَـقِّ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ۝۳۰﴾	یونس: ۳۰	خطبہ ۲۲۳
﴿الَّذِيۡنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالۡاِيۡمَانَ﴾	الحشر: ۹	خطبہ ۲۳۵

☆☆☆☆☆

آیات مکتوبات

﴿رَبَّنَا افۡتَحۡ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡفٰتِحِیۡنَ﴿۸۹﴾﴾	الاعراف:۸۹	مکتوب ۱۵
﴿طَوۡعًا وَّ کَرۡهًا﴾	الرعد:۱۵	مکتوب ۱۷
﴿وَ مَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَیۡرٌ لِّلۡاَبۡرَارِ﴿۱۹۸﴾﴾	آل عمران:۱۹۸	مکتوب ۲۳
﴿اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَکُمۡ ؕ﴾	النور:۲۲	مکتوب ۲۳
﴿اِنَّ اَوۡلَی النَّاسِ بِاِبۡرٰهِیۡمَ لَلَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَ هٰذَا النَّبِیُّ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴿۶۸﴾﴾	آل عمران:۶۸	مکتوب ۲۸
﴿وَ اُولُوا الۡاَرۡحَامِ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلٰی بِبَعۡضٍ فِیۡ کِتٰبِ اللّٰهِ ؕ﴾	الانفال:۷۵	مکتوب ۲۸
﴿وَ مَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ بِبَعِیۡدٍ﴿۸۳﴾﴾	ھود:۸۳	مکتوب ۲۸
﴿اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ ؕ وَ مَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَیۡهِ تَوَکَّلۡتُ وَ اِلَیۡهِ اُنِیۡبُ﴿۸۸﴾﴾	ھود:۸۸	مکتوب ۲۸
﴿اللّٰهُ الۡمُعَوِّقِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَ الۡقَآئِلِیۡنَ لِاِخۡوَانِهِمۡ هَلُمَّ اِلَیۡنَا ۚ وَ لَا یَاۡتُوۡنَ الۡبَاۡسَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿ۙ۱۸﴾﴾	الاحزاب:۱۸	مکتوب ۲۸
﴿اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ﴾	النحل:۱۲۵	مکتوب ۳۴
﴿وَّ لَاتَ حِیۡنَ مَنَاصٍ﴿۳﴾﴾	ص:۳	مکتوب ۴۱
﴿اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴿۲۲﴾﴾	المجادلة:۲۲	مکتوب ۴۵
﴿لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ﴾	الکهف:۳۹	مکتوب ۵۱

﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾	النساء:۵۹	مکتوب ۵۳
﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳﴾	الصّف:۳	مکتوب ۵۳
﴿حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ۝۸۷﴾	الاعراف:۸۷	مکتوب ۵۵
﴿فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ﴾	یونس:۳۲	مکتوب ۶۵
﴿سَوَآءَ ِۨالْعَاكِفُ فِیْهِ وَ الْبَادِ ؕ﴾	الحج:۲۵	مکتوب ۶۷

آیات حکم و مواعظ

﴿وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ؕ۝۲۷﴾	ص:۲۷	حکمت ۷۸
﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۝۳۳﴾	الانفال:۳۳	حکمت ۸۸
﴿وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ لا﴾	الانفال:۲۸	حکمت ۹۳
﴿اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِیُّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ﴾	آل عمران:۶۸	حکمت ۹۶
﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ﴾	البقرۃ:۱۵۶	حکمت ۹۹
﴿خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ۫﴾	البقرۃ:۱۹۷	حکمت ۱۳۰
﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝۱۷﴾	النساء:۱۷	حکمت ۱۳۵

﴿وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾	النساء:۱۱۰	حکمت ۱۳۵
﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾	ابراہیم:۷	حکمت ۱۳۵
﴿ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾	غافر:۶۰	حکمت ۱۳۵
﴿وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾	المائدة:۹	حکمت ۲۰۴
﴿وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾	القصص:۵	حکمت ۲۰۹
﴿فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾	النحل:۹۷	حکمت ۲۲۹
﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ﴾	النحل:۹۰	حکمت ۲۳۱
﴿اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾	الاعراف:۱۳۸	حکمت ۳۱۷
﴿كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ﴾	المدثر:۳۸	حکمت ۳۴۳
﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾	الحج:۱۱	حکمت ۳۴۴
﴿فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾	الاعراف:۹۹	حکمت ۳۷۷
﴿اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾	یوسف:۸۷	حکمت ۳۷۷
﴿لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ﴾	الحدید:۲۳	حکمت ۴۳۹
﴿وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ﴾	البقرة:۲۳۷	حکمت ۴۶۸

☆☆☆☆☆

یادداشت